عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رُومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر روزگار،
اور معرکہ آرا کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب شرح

کلیدِ مثنوی

حکیم الامّت مجدد الملّت حضرت مولانا محمّد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

23

یہ وہ مقبول خاص و عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس سے دلچسپی لیتے ہیں مگر مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے، حضرت حکیم الامّت نے اشعارِ مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوّف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس و ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ
ملتان

سلسلہ معارف اشرفیہ جلد نمبر ۲۴

یعنی

ایک عظیم اسلامی انسائیکلوپیڈیا

دفتر پنجم جزو سوم

کلیدِ مثنوی

جلد ۲۳

از حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

ناشر

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

حکایت دَر تقریرِ ایں سخن کہ چندیں گاہ گفتگو را آزمودیم مُدّتے

اِس بات کو واضح کرنے کے لئے ایک حکایت کہ اتنے وقت ہم نے گفتگو کو آزمایا، کچھ مدّت

صبرِ خاموشی نیز بیازمائیم

تک خاموشی کے صبر کو بھی ہم آزماتے ہیں

آں یکے را دَر قیامت زِ انتباہ
تنبیہ حاصل کرنے کیلئے قیامت میں ایک شخص کے

دَر کف آمد نامۂ عصیاں سیاہ
ہاتھ میں گناہوں کا سیاہ اعمالنامہ آگیا

سَر سیہ چوں نامہائے تعزیَہ
تعزیت کے خطوں کی طرح اسکی پیشانی کالی تھی

پُر مَعاصی متنِ نامہ وحاشیہ
اَعمالنامہ کا متن اور حاشیہ گناہوں سے پُرتھا

جُملہ فِسق ومُعصیت آں یکسری
وہ پورا کا پورا فسق اور گناہ تھا

ہمچو دارُالحَرب پُراز کافری
دارالحرب کی طرح کفر سے پُر تھا

آنچناں نامہ پلید وپُر وَبال
ایسا اعمالنامہ ناپاک اور وبال سے بھرا ہوا

دَر یمیں ناید دَر آید دَر شمال
دائیں ہاتھ میں نہیں آتا، بائیں ہاتھ میں آتا ہے

خود[۲] ہَم اِینجا نامۂ خُود را بہ بیں
اِس جگہ خود اپنے اعمالنامہ کو دیکھ لے

دَستِ چپ را شاید آں یا در یمیں
وہ بائیں ہاتھ کے لائق ہے، یا دائیں کے

موزۂ چپ کفشِ چپ ہم دَر دُکاں
بائیں موزے، بائیں جوتے کو بھی دکان میں

آں چپ دانیش پیش از امتحاں
تو آزمانے سے پہلے ہی اُسکو بایاں سمجھ لیتا ہے

چوں نباشی راست میداں کہ چپی
جب تو دایاں نہیں ہے، سمجھ لے بایاں ہے

ہَست پیدا نعرۂ شیر وکپی
شیر اور بندر کا نعرہ واضح ہے

آنکہ گُل را شاہد وخوشبُو کُند
وہ جو پھول کو محبوب اور خوشبودار بنا دیتا ہے

ہر چپے را راست فضلِ اُو کُند
اُس کی مہربانی بائیں کو دایاں کر دیتی ہے

ہر شمالے[۳] را یمینی اُو دہد
وہ ہر بائیں کو دایاں پن دے دیتا ہے

بحر را ماءِ معینے اُو دہد
سمندر کو بہتا پانی وہ عنایت کرتا ہے

گر چپی با حضرتِ اُو راست باش
اگر تو بایاں ہے اُسکے دربار میں دایاں بنجا

تا بہ بینی دَست بُردِ لُطفہاش
تاکہ تو اُس کی مہربانیوں کا غلبہ دیکھے

تو رَوا داری کہ ایں نامہ مہیں[۱]
کیا تو مناسب سمجھتا ہے کہ یہ ذلیل اعمالنامہ

بگذرد از چپ دَر آید دَر یمین
بائیں ہاتھ سے گزر کر دائیں میں آئے!

ایں چنیں نامہ کہ پُر ظلم وجفاست
ایسا اعمالنامہ جو ظلم اور زیادتی سے پُر ہو

کے بود خود در خورِ اند دَستِ راست
دائیں ہاتھ کے مناسب کب ہوگا!

حکایت۔ پہلے اشعار میں خاموشی اور صبر اختیار کرنے کی تلقین تھی۔ اِس حکایت میں بھی خاموشی اور صبر کے ساتھ اعمالنامہ پر غور کرنے کی ہدایت ہے۔ تعزیت۔ کسی کے مرنے پر تعزیت کا جو خط لکھا جاتا تھا اُسکے اطراف کو سیاہ کر دیا جاتا تھا، اب بھی اخبارات میں موت کی خبر کو سیاہ بوڈر کے اندر شائع کیا جاتا ہے۔ دارُالحرب۔ وہ مُلک جہاں کفر کے اَحکام جاری ہوں۔ در یمیں۔ دایاں ہاتھ بابرکت ہے اچھا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں آئے گا۔

[۲] خود ہم۔ انسان کو صبر و خاموشی سے اپنے اعمالنامہ پر اِس دنیا میں غور کر لینا چاہیئے۔ موزۂ چپ۔ دکان میں موزہ اور جوتہ دیکھ کر پہننے سے پہلے ہی پہچان لیتے ہو اِسی طرح اعمالنامہ کو قبل از وقت پہچان لو۔ ہست۔ جسطرح بندر اور شیر کی آواز جداگانہ ہیں اِسی طرح اچھے، برے اعمالناموں کے آثار بھی جداگانہ ہیں۔ گُل۔ اللہ کی قدرت میں ماہیت کو بدل دینا ہے وہ بُرے کو بھلا بنا سکتا ہے۔

[۳] ہر شمالے۔ وہ ہر بُرائی کو بھلائی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ گر چپی۔ اگر انسان اسکے

[۱] مہیں۔ ذلیل۔ قصہ۔ پہلے بتایا تھا کہ ظلم وجفا سے پُر اعمالنامہ دائیں ہاتھ کے قابل نہیں اب بتایا ہے کہ نجاست سے ملوث اعضا نماز کے لائق نہیں ہیں۔

قصۂ زاہد و زنِ غیور و جفت شدنِ زاہد با کنیزک با کسے مانَد

زاہد اور غیرتمند بیوی اور زاہد کا لونڈی سے ہمبستری کرنا ایسا ہی ہے

کہ سخن[۵۲] گوید کہ حالِ اُو مناسب آں سخن و آں سخن مناسب

کہ کوئی شخص ایسی بات کہے کہ اسکی حالت اُس بات کے مناسب اور وہ بات اُس کے

دعویٰ اُو نباشد چنانکہ کفرہ وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

دعوے کے مناسب نہ ہو جیسا کہ کفار، اور اگر تو اُن سے دریافت کرے کہ آسمانوں

وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ خدمت بُتِ سنگیں کردن و جان و

اور زمین کو کس نے پیدا کیا وہ ضرور کہیں گے اللہ نے، پتھر کے بُت کی خدمت کرنا اور جان

زر فدائے اُو نمودن چہ مناسب باشد با جانیکہ داند کہ خالقِ

و مال کو اُس پر قربان کرنا کیا مناسب ہوگا اُس جان کیلئے جو جانتی ہے کہ

سمٰوات و ارضین آلہیست سمیعے و بصیرے حاضرے

آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا سمیع اور بصیر، حاضر

و مراقبے مستولئے و غیورے الخ

اور نگہبان غالب اور غیرتمند خدا ہے

زاہدے[۵۳] را بُد یکے زن ہمچو حُور
رشکناک اندر حقِ اُو لیک غیور

ایک زاہد کی بیوی حور جیسی تھی
اُنکے بارے میں رشک کرنے والی اور بہت غیرتمند تھی

زانکہ بُد زن را کنیزے مہوشے
در دلِ زاہد بُد از وے آتشے

کیونکہ بیوی کی ایک چاند جیسی لونڈی تھی
زاہد کے دل میں اُس (کے عشق) کی آگ تھی

زن زغیرت پاسِ شوہر داشتے
با کنیزک خلوتش نگذاشتے

بیوی غیرت کی وجہ سے شوہر کی نگرانی کرتی
اُسکو تنہائی میں لونڈی کے پاس نہ چھوڑتی

مدتے زن شد مراقب ہر دو را
تا کہ شاں فرصت نیفتد در خلا

ایک مدت تک بیوی دونوں کی نگران رہی
تاکہ انہیں تنہائی میں موقع نہ ملے

تا[۵۴] در آمد حکم و تقدیر آلہٰ
عقلِ حارس خیرہ سرگشت و تباہ

یہانتک کہ اللہ کا حکم اور تقدیر آپہنچی
نگہبان (بیوی) کی عقل ناکارہ اور تباہ ہوگئی

حکم و تقدیرش چو آید بیوقوف
عقل کہ بود در قمر افتد خسوف

اطلاع کے بغیر جب اُسکا حکم اور تقدیر آتی ہو
عقل کیا چیز ہے؟ چاند میں گرہن آجاتا ہے

بُود در حمام آں زن ناگہاں
یادش آمد طشت و در خانہ بُد آں

وہ بیوی حمام میں تھی، اچانک
اُس کو طشت یاد آیا اور وہ گھر میں تھا

با کنیزک گفت رو ہیں مرغ وار
طشتِ سیمیں را زخانہ ما بیار

لونڈی سے کہا، خبردار! پرند کی طرح جا
ہمارے گھر سے چاندی کا طشت لے آ

[۵۲] سخن۔ انسان وہ بات کہے جس کی تائید اُس کا عمل کر سکے کفار زبان سے خدا کے وجود کا اقرار کرتے ہیں عمل یہ ہے کہ بُتوں کے سامنے سجدے کرتے ہیں۔

[۵۳] زاہد۔ زاہد سے مراد وہ متقی ہے جس میں زہد نہ ہو۔ زانکہ۔ یہ پہلے شعر کے دوسرے مصرع کی علت ہے۔ آتشے۔ یعنی وہ زاہد اُس لونڈی پر عاشق تھا۔ مراقب۔ نگران۔ خلا۔ خلوت، تنہائی۔

[۵۴] تادرآمد۔ تقدیر اور حکم خداوندی کے بالمقابل عقل ناکارہ ہوجاتی ہے۔ حارس۔ نگران۔ خیرہ سر۔ بیہودہ بیوقوف۔ بغیر اطلاع۔ مرغ وار۔ پرند کی طرح۔

آں[۵۲] کنیزک زندہ شد چوں ایں شنید
جب اُس لونڈی نے یہ سنا اُس میں جان پڑگئی

کو بخواجہ ایں زماں خواہد رسید
کہ وہ اسوقت آقا کے پاس پہنچ جائیگی

خواجہ در خانہ ست خلوت ایں زماں
آقا گھر میں ہے اور اس وقت تنہائی ہے

پس رواں شد سوئے خانہ شادماں
تو خوشی خوشی گھر کی طرف دوڑی

عشقِ شش سالہ کنیزک را بُد ایں
لونڈی کی چھ سال سے یہ خواہش تھی

کہ بیابد خواجہ را خلوت چنیں
کہ وہ آقا کو ایسی تنہائی میں پالے

گشت[۵۳] پراں جانبِ خانہ شتافت
گھر کی جانب جلد دوڑ پڑی

خواجہ را در خانہ خوش خلوت بیافت
آقا کو گھر میں اچھی تنہائی میں پایا

ہر دو عاشق را چناں شہوت رُبود
دونوں عاشقوں کو شہوت نے ایسا غافل کیا

کاحتیاط و یادِ در بستن نبود
کہ دروازہ کی کنڈی لگانا اور احتیاط یاد نہ رہی

ہر دو باہم در خزیدند از نشاط
خوشی سے دونوں ایک دوسرے میں گھس گئے

جاں بجاں پیوست آندم زاختلاط
اُس وقت وصل سے جان بجان سی پیوستہ ہوگئی

یاد آمد در زماں زن را کہ من
اس وقت بیوی کو یاد آیا کہ میں نے

چوں فرستادم ورا سوئے وطن
اُس کو وطن کی جانب کیوں بھیجا؟

پنبہ در آتش نہادم من بخویش
میں نے خود روئی کو آگ میں رکھ دیا

اندر افگندم قچِ نر را بہ میش
میں نے نر مینڈھے کو بھیڑ پر ڈالدیا

گِل فروشست از سر و بیجاں دوید
سر سے مٹی دھوئی اور بدحال ہوکر دوڑی

در پئے او رفت و چادر می کشید
اسکے پیچھے روانہ ہوئی اور چادر گھسیٹتی تھی

آں[۵۴] ز عشقِ جاں دوید و ایں ز بیم
وہ دل کے عشق سے دوڑی اور یہ خوف سے

عشق کو و بیم کو فرقِ عظیم
کہاں عشق اور کہاں خوف، بڑا فرق ہے

سیرِ عارف ہر دمے تا تختِ شاہ
عارف کی سیر، ہر منٹ شاہ کے تخت تک ہے

سیرِ زاہد ہر مہے یکروزہ راہ
زاہد کی سیر ہر مہینہ ایک دن کے راستہ پر ہے

گرچہ زاہد را بُود روزے شگرف
اگرچہ زاہد کا ایک دن بھی غنیمت ہے

کے بُود یک روز او خمسین الف
اُسکا ایک روز پچاس ہزار سال کا کہاں ہوسکتا ہے

قدر[۵۵] ہر روزے ز عمرِ مردِ کار
کام کے انسان (عارف) کے ہر دن کی مقدار

باشد از سالِ جہاں پنجہ ہزار
زمانہ کے سال سے پچاس ہزار (سال) کی ہے

عقلہا زیں سر بُود بیرونِ در
عقلیں اس جانب سے دروازہ کے باہر ہیں

زہرۂ وہم ار بدرّد گو بدر
وہم کا پتہ اگر پھٹے تو کہہ نے پھٹ جا

ترس موئے نیست اندر پیشِ عشق
عشق میں بال برابر (بھی) ڈر نہیں ہے

جملہ قربانند اندر کیشِ عشق
عشق کے مذہب میں سب قربان ہیں

---

۵۲ آں کنیزک۔ اُس لونڈی کو بھی اپنے آقا سے چھ سال سے عشق تھا اور تنہائی کی جویاں تھی اِس موقع کو غنیمت سمجھ کر اُس میں جان پڑگئی اور اِس خیال سے کہ آقا سے تنہائی میں مل لے گی گھر کی جانب دوڑ پڑی۔

۵۳ گشت۔ وہ لونڈی گھر پہنچی تو آقا کو خلوت میں پایا۔ در بستن یعنی دروازے کی کنڈی لگانا۔ نشاط۔ خوشی۔ اختلاط میل جول۔ وطن یعنی گھر پہنچے۔ لونڈی اور آقا کا تنہائی میں ملنا ایسا ہی ہے جیسا کہ روئی میں چنگاری ڈال دینا۔ قچ۔ مینڈھا۔ میش۔ بھیڑ۔ گِل یعنی وہ ملتانی مٹی جو بالوں کو صاف کرنے کے لئے اُس نے سر پر لگا رکھی تھی۔

۵۴ آں۔ بی بی اور لونڈی کی روش میں بہت فرق تھا، بی بی ڈر سے بھاگ رہی تھی اور لونڈی عشق کی وجہ سے۔ سیرِ عارف۔ یہی حال عارف اور زاہد کی سیر الی اللہ کا ہے عارف کی سیر عاشقانہ ہے اور زاہد کی سیر جہنم کے ڈر سے۔ گرچہ۔ زمان و مکان کا قبض اور بسط اللہ تعالٰے کی قدرت میں ہے عارف کے لئے تھوڑا سا وقت پھیل کر اس قدر وسیع ہوجاتا ہے کہ وہ بڑے سے بڑا کام اُس تھوڑے وقت میں کر گذرتا ہے، عارف کا ایک روز پچاس ہزار سال کی برابر بن جاتا ہے اور وہ قرب کے اُن مقامات کو جو زاہد پچاس ہزار سال میں

عشق وصفِ ایزدست اما کہ خوف ۔۔۔ وصفِ بندہ مبتلائے فرج و جوف

عشق اللہ کی صفت ہے لیکن خوف ۔۔۔ شرمگاہ اور پیٹ میں مبتلا بندے کی صفت ہے

چوں یُحِبُّونَہٗ بخواندی از نُبے ۔۔۔ با یُحِبُّہُم شو قریں در مطلبے

جب تو نے قرآن میں یُحِبُّونَہٗ پڑھا ۔۔۔ مطلب کے بارے میں یُحِبُّہُم کا ساتھی بن

پس[1] محبت وصفِ حق دان عشق نیز ۔۔۔ خوف نبود وصفِ یزداں اے عزیز

پس محبت کو اللہ (تعالیٰ) کی صفت سمجھ عشق کو بھی ۔۔۔ اے پیارے! خوف اللہ (تعالیٰ) کی صفت نہیں ہو سکتی ہے

وصفِ حق کو وصفِ مشتِ خاک کو ۔۔۔ وصفِ حادث کو و وصفِ پاک کو

کجا اللہ (تعالیٰ) کی صفت کجا خاک کی مٹھی کی صفت ۔۔۔ کہاں حادث کا وصف کہاں پاک کا وصف

شرحِ عشق ار من بگویم بر دوام ۔۔۔ صد قیامت بگذرد و آں ناتمام

میں اگر مسلسل عشق کی شرح کروں ۔۔۔ سَو قیامتیں گزر جائیں اور نا تمام رہے

زانکہ تاریخِ قیامت را حدست ۔۔۔ حد کجا آنجا کہ وصفِ ایزدست

کیوں کہ قیامت کی تاریخ محدود ہے ۔۔۔ اُس کی انتہا کہاں، جو خدا کی صفت ہے

عشق[1] را پانصد پرست و ہر پرے ۔۔۔ از فرازِ عرش تا تحت الثرےٰ

عشق کے پانچسو پر ہیں اور ہر پر ۔۔۔ عرش کی بلندی سے زمین کے نیچے تک ہے

زاہدِ باترس می تازد بپا ۔۔۔ عاشقاں پرّاں تر از برق و ہوا

خوف زدہ زاہد پاؤں سے دوڑتا ہے ۔۔۔ عاشق بجلی اور ہوا سے زیادہ تیز اڑنے والے ہیں

چہ مجالِ باد یا برق اے پسر ۔۔۔ چونکہ او در راہِ حق بکشاد پر

اے بیٹا! ہوا یا بجلی کی کیا مجال ۔۔۔ جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پر کھولے

کے رسند ایں خائفاں در گردِ عشق ۔۔۔ کاسماں را فرش سازد دردِ عشق

یہ ڈرنیوالے عشق کی گرد تک کہاں پہنچ سکتے ہیں ۔۔۔ کیونکہ عشق کا درد آسمان کو فرش بنا دیتا ہے

جز[2] مگر آید عنایتہائے ضو ۔۔۔ کز جہان و زیں روش آزاد شو

اس کے سوا کہ نور کی عنایتیں آجائیں ۔۔۔ کہ دنیا اور اس روش سے آزاد ہو جا

از قشِ خود و ز دشِ خود باز رہ ۔۔۔ کہ سوی شہ یافت آں شہباز رہ

اپنے تماشے اور اپنی آرائش سے باز رہ ۔۔۔ کیونکہ اسی شہباز نے شاہ کی جانب راستہ پایا ہے

طے کرے ایک دن میں طے کر لیتا ہے۔

[2] قدر۔ عارف اپنے ہر دن میں وہ کام کرتا ہے جو زاہد پچاس ہزار سال میں کر پاتا ہے۔ مقصد یہ کہ زمانہ کے بسط اور قبض کا معاملہ عقل اور وہم نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ ترس۔ عشق اور خوف کا فرق پھر بیان کیا ہے۔ مبتلای۔ انسان شہوت اور بھوک کا غلام ہے لہٰذا اُس کی صفت خوف ہے۔ اللہ کی صفت عشق ہے۔ چون یحبونہ۔ قرآن پاک میں ہے یُحِبُّہُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ "وہ اللہ تعالیٰ اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ

[1] عشق را۔ جس قدر زیادہ پر ہوں گے اسی قدر پرواز زیادہ ہوگی۔ زاہد۔ زاہد کے خوف کی سیر پاؤں کے ذریعہ ہے، عارف کی پرواز پانچسو پروں والے عشق کے ذریعہ ہے۔ چہ مجال۔ ہوا اور بجلی کی پرواز راہِ خدا میں ممکن نہیں ہے۔ کے رسند۔ زاہد جو خائف ہے عشق کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتا ہے۔

[2] جز مگر۔ اگر اللہ کا نور زاہد کی دستگیری کرے تو پھر اُس کو بھی عاشقانہ سیر حاصل ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں" اِس آیت سے معلوم ہوا کہ محبت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

[1] پس محبت۔ جب محبت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کمال سے متصف ہے اور محبت کے کمال کو ہی عشق کہا جاتا ہے لہٰذا عشق اللہ تعالیٰ کی صفت ہوا، انسان میں اگر عشق ہے تو وہ اسی صفت خداوندی کا پرتو ہے اصل نہیں ہے۔ وصفِ حق۔ عشق اور خوف میں بہت فرق ہے۔ شرحِ عشق۔ اللہ کی صفتِ عشق غیر محدود ہے اور قیامت تک کا زمانہ محدود ہے، غیر محدود، محدود میں نہیں سما سکتا لہٰذا عشقِ خداوندی کا بیان قیامت تک بھی ممکن نہیں ہے۔

این کشش و دش هست جبر و اختیار — از ورای این دو آمد جذب یار

یہ نشا پا اور خود آرائی جبر اور اختیار ہے — دوست کی کشش ان دونوں سے بالا ہے

رسیدن زن بخانہ وجدا شدن زاہد از کنیزک و رسوا شدن

بیوی کا گھر میں پہنچ جانا اور زاہد کا لونڈی سے علیحدہ ہوجانا اور رسوا ہونا

چون رسید آن زن بخانہ در گشاد — بانگ در در گوش ایشان اوفتاد

جب بیوی پہنچی اس نے گھر کا دروازہ کھولا — دروازے کی آواز ان کے کان میں پڑی

آن کنیزک جست آشفتہ ز ساز — مرد بر جست و درآمد در نماز

وہ لونڈی پریشان حال ساز (وسامان) سے بھاگی — مرد کودا اور نماز میں لگ گیا

زن کنیزک را پژولیدہ بدید — درہم و آشفتہ و دنگ و مرید

بیوی نے، لونڈی کو پریشان حال دیکھا — گڑبڑ اور برہم اور حیران اور سرکش

شوی خود را دید قائم در نماز — در گمان افتاد زن زان اہتزاز

اس نے اپنے شوہر کو نماز میں کھڑے دیکھا — اس حرکت سے بیوی شبہ میں پڑ گئی

شوی را بر داشت دامن بیخطر — دید آلودہ منی خصیہ و ذکر

اس نے بے کھٹکے شوہر کا دامن ہٹایا — خصیہ اور شرمگاہ کو منی سے سنا ہوا دیکھا

از ذکر باقی نطفہ می چکید — ران و زانو گشتہ آلودہ و پلید

شرمگاہ سے باقی نطفہ ٹپک رہا تھا — ران اور زانو آلودہ اور ناپاک ہوگئے تھے

بر سرش زد سیلی و گفت ای مہین — خصیہ مرد نمازی باشد این

اس نے اس کے سر پر دھتر مارا اور بولی اے ذلیل! — نمازی انسان کے خصیے ایسے ہوتے ہیں

لائق ذکر و نماز ست این ذکر — وین چنین ران و زہار پر قذر

یہ شرمگاہ ذکر (خداوندی) اور نماز کے لائق ہے؟ — اور ایسی گندی، ران اور شرمگاہ

نامۂ پر ظلم و فسق و کفر و کین — لائق است انصاف دہ اندر یمین

ظلم اور فسق اور کفر اور کینہ سے بھرا ہوا اعمالنامہ — انصاف کر، دائیں ہاتھ کے لائق ہے

گر بپرسی گبر را کاین آسمان — آفریدہ کیست وین خلق جہان

اگر تو کافر سے دریافت کرے کہ یہ آسمان — اور یہ جہاں کی مخلوق کس کی پیدا کی ہوئی ہے؟

گوید او کین آفریدہ آن خداست — کآفرینش بر خدائیش گواست

وہ کہے گا کہ یہ اس خدا کا پیدا کیا ہوا ہے — جس کی خدائی پر اس کی خلاقی گواہ ہے

کفر و فسق و استم بسیار او — ہست لائق با چنین اقرار او

اس کا کفر اور فسق اور بھاری ظلم — اس کے ایسے اقرار کے مناسب ہے؟

ہست لائق با چنین اقرار راست — آن فضیحتہا و آن کردار کاست

ایسے سچے اقرار کے ساتھ کیا مناسب ہے؟ — وہ رسوائیاں اور گھٹیا کام

قشش - لاغری کے بعد کا نشا پا۔ وَشش - آرائش۔ قشش و دش سے جبر و اختیار مذموم مراد ہے، عشق سے جذب پیدا ہوتا ہے اور جذب جبر و اختیار سے بالا ہے۔

۵۳ چون رسید - بی بی نے گھر پہنچ کر دروازہ کھولا جس کی آواز آقا اور لونڈی تک پہنچی۔ مرد - آقا اپنی حالت چھپانے کے لئے نماز کی نیت باندھ کر کھڑا ہوگیا۔ شوی - بی بی نے لونڈی کو پریشان حال دیکھا ادھر آقا کو نماز میں دیکھا تو بی بی کشمکش میں پڑ گئی اور صحیح صورت حال نہ جان سکی۔

[illegible] دامن یعنی لنگی کا دامن۔ بر سرش - بی بی نے آقا کے سر پر دھتر مارا۔ مہین - ذلیل۔ نامۂ پر ظلم - جس طرح انسان کا نجاستوں سے آلودہ بدن نماز کے لائق نہیں ہے اسی طرح برا اعمالنامہ دائیں ہاتھ کے لائق نہیں ہے۔

[illegible] گر بپرسی - کافر سے اگر دریافت کیا جائے کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو زبان سے یہی کہے گا کہ اللہ نے، لیکن کام شرکیہ کرے گا تو یہ اس کے کام اس کے اقرار سے مناسبت نہیں رکھتے ہیں۔

فعلِ او کرده دروغ آں قول را
اس کے عمل نے اس کی بات کو جھٹلا دیا

تا شُد او لائق عذاب و ہوَل را
یہاں تک کہ وہ عذاب اور ڈر کا مستحق ہو گیا

پس دروغ آمد ز سر تا پای او
وہ سر سے پاؤں تک ایسا جھوٹا ثابت ہوا

کہ اگر شرحش دہم اے وای او
کہ میں اس کی شرح کروں تو اس پر افسوس ہے

روزِ محشر ہر نہاں پیدا شود
محشر کے دن ہر چھپی ہوئی چیز ظاہر ہو جائیگی

ہم ز خود ہر مجرمے رسوا شود
ہر خطاکار، خود رسوا ہو جائے گا

دست و پا بدہد گواہی با بیاں
اُنکے ہاتھ اور پاؤں وضاحت کیساتھ گواہی دینگے

بر فسادِ او بہ پیشِ مستعاں
خدا کے سامنے اُس کی خرابی پر

دست گوید من چنیں دزدیده ام
ہاتھ کہے گا میں نے اس طرح چوری کی ہے

لب بگوید من چنیں بوسیده ام
ہونٹ کہے گا میں نے اس طرح بوسہ لیا ہے

پای گوید من شدستم تا منٰی[۱۴]
پاؤں کہے گا میں مقاصد کی جانب گیا ہوں

فرج گوید من بکردستم زنا
شرمگاہ کہے گی، میں نے زنا کیا ہے

چشم گوید کرده ام غمزهٔ حرام
آنکھ کہے گی میں نے حرام اشارہ کیا ہے

گوش گوید چیده ام سوءُ الکلام
کان کہے گا، میں نے بُری بات چُنی ہے

پس دروغ آمد ز سر تا پای خویش
تو وہ سر سے پاؤں تک جھوٹا نکلے گا

کہ دروغش کرد ہم اعضائے خویش
کیونکہ اُس کے اعضا نے اُس کو جھٹلا دیا

آنچناں کہ در نمازِ با فروغ
جس طرح پُر نور نماز میں

از گواہی خصیہ شد زرقش دروغ
خصیہ کی گواہی سے اُس کا مکر جھوٹ ثابت ہو گیا

پس چناں کن فعل کاں خود بے زباں
تو ایسا عمل کر کہ خود بغیر زبان کے

باشد اشہد گفتن و عینِ بیاں
اشہد کہنا اور بعینہ بیان بنے

تا ہمہ تن عضو عضوت اے پسر
اے بیٹا! تاکہ تیرا عضو عضو

گفتہ باشد اشہد اندر نفع و ضر
نفع اور نقصان میں اشہد کہدے

رفتنِ[۱۵] بندہ پئے خواجہ گواست
غلام کا آقا کے پیچھے چلنا، گواہ ہے

کہ منم محکوم و ایں مولائے ماست
کہ میں محکوم ہوں اور یہ میرا آقا ہے

گر سیہ کردی تو نامہ عمرِ خویش
[۱۶] اگر تو نے اپنی زندگی کا اعمالنامہ کالا کر دیا ہے

توبہ کن زانہا کہ کردستی تو پیش
جو تو نے پہلے کیا ہے اُس سے توبہ کر لے

عمر گر بگذشت بیخش ایندم است
اگر عمر گزر گئی ہے، اُس کی جڑ ابھی ہے

آبِ توبہ اش دِہ اگر او بے نم است
اگر وہ خشک ہے، اُسکو توبہ کا پانی دیدے

[۱۳] فعلِ او۔ وہ کافر جس کا عمل اُس کے قول کو جھٹلا رہا ہے وہ یقیناً عذاب کے لائق ہے۔ روزِ محشر۔ محشر کے دن ہر ڈھکی چھپی بات ظاہر ہو جائے گی خود مجرم کے ہاتھ پاؤں اس کے خلاف تمام باتیں ظاہر کر دیں گے۔

[۱۴] مُنیٰ۔ آرزوئیں۔ غمزہ۔ اشارہ۔ سوءُ الکلام۔ بُری بات۔ آنچناں۔ جس طرح زاہد آقا کے اعضاء نے اُس کے نماز پڑھنے کو جھٹلا دیا اسی طرح قیامت میں ہر گنہگار کے اعضاء اُس کو جھٹلا دیں گے۔ پس۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس کا فعل خود اُس کا اقرار بن جائے۔

[۱۵] رفتن۔ غلام کا آقا کے پیچھے چلنا غلامی کا اقرار ہے۔ گر سیہ۔ اگر انسان گنہگار ہے تو اُس کو ہمیشگی توبہ کرنی چاہیئے۔

بیخ عمرت را بدہ آبِ حیات — تا درختِ عمر گردد با ثبات
اپنی عمر کی جڑ میں آب حیات ڈالدے — تاکہ تیری عمر کا درخت جم جائے

جملہ ماضیہا ازیں نیکو شوند — زہرِ پارینہ ازیں گردد چو قند
سب گزشتہ اس سے بھلا ہو جائے گا — گزشتہ زہر اس سے شکر بن جائے گا

سیاٰتت را مبدّل کرد حق — تا ہمہ طاعت شود آں ما سبق
اللہ (تعالیٰ) نے تیرے گناہوں کو تبدیل کر دیا — تاکہ وہ پچھلا سب عبادت بن جائے

خواجہ بر توبۂ نصوحی خوش بتن — کوششے کن ہم بجان و ہم بتن
اے خواجہ! نصوح والی توبہ پر عمل کر — جان اور جسم سے بھی کوشش کر

شرح ایں توبۂ نصوح از من شنو — بگرویدستی ولے از نو گرو
اس نصوح کی توبہ کی شرح مجھ سے سن لے — تو (اس کا) گرویدہ ہے لیکن از سر نو گرویدہ بنجا

۱۵ عمر۔ انسان کو یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ آخری عمر میں توبہ بیکار ہے درخت کے پتے اگر جھڑ جائیں اور اس درخت کی جڑ کو پانی دیا جائے تو مفید ہوتا ہے جملہ ماضیہا۔ اگر نیکو کار بن جاتا ہے تو اس کی پہلی خطائیں صرف معاف نہیں بلکہ نیکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

شرح اس مضمون کی سرخی "حکایت در تقریر ایں سخن کہ چندیں گاہ گفتگو را آزمودیم مدتے صبر و خاموشی نیز بیاز مائیم" ہے مگر بظاہر نہ اس سرخی کو مضمون سے ربط ہے اور نہ مضمون لاحق کو مضمون سابق سے جو کہ آخر ربع ثانی میں گزرا ہے لہٰذا ضرورت ہے کہ وجہ ربط بیان کیا جائے۔ محشین نے جو کچھ اسکے متعلق لکھا ہے اسکی تفصیل یہ ہے ایک صاحب کہتے ہیں۔ وجہ تقریر این ست کہ چوں در قیامت چناں و چنیں او خواہد داد۔ باید کہ انچہ بالائے ایں سرخی حضرت مولانا قدس سرہٗ نصیحت فرمودہ اند بر آں عمل نمایند انتھی۔ ولی محمد نے لکھا ہے ربط ایں حکایت با بیات سابقہ است کہ چند گاہے بے لب بے گوش شو۔ تا آنجا کہ چند گفتے نظم و نثر دراز... فاش الخ بمناسبت بیت آئندہ سے گر چہ بی باحضرت او راست بکش الخ انتھی۔ محمد افضل نے لکھا ہے۔ بمناسبت ایں عنوان با آنچہ بعد ازیں مذکور است۔ بایں دستور ست کہ چنانچہ حالت اعمال زشت را باید کہ نامۂ خود را ہم درینجا بہ بیند۔ و ایں امید کہ نامۂ او بدست راست خواہد آید ندارد ہمچنیں صاحب گفتگو را باید کہ گفتگوئی خود را آزمودہ صبر و خاموشی گزیند۔

ایوبؔ نے لکھا ہے ایں حکایت مربوط با بیات بالاست کہ چند گاہے بے لب الخ
با ایں بیت چند پختی تلخ وتیز و شور وکز الخ ... بمناسبت ابیات آئندہ کہ آنکہ
گل را شامد د خوشبو کند الخ تا آنجا کہ گر پچیے .. با حضرت او راست باش انتہی۔
مگر میرے نزدیک محشیٔ اوّل کا بیان زیادہ اقرب ہے لیکن وہ محمل ہے اسلئے
اس کی توضیح کرتا ہوں ـــــــ حکایت سے مراد صرف بیان واقعہ ہے نہ کہ
قصۂ افسانہ۔ کما ہو الظاہر۔ لانہ رحمہ اللہ لم یبین القصہ ـــــــ اور مطلب عنوان یہ ہے
کہ اب ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ جس سے مضمون چند گاہے بے لب بے گوش باش
آخر سرخی کی بھی تاکید ہو جائے گی کیونکہ اسی مضمون کا حاصل یہ تھا کہ تم اپنی اصلاح کرلو۔
اور اس واقعہ سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ جس کو ہم نے سے خود ہیں جا نامۂ خود را بہ بیں
سے کیا ہے واللہ اعلم۔
یہ گفتگو تو سرخی کے متعلق بھی اب حل ابیات سنو ـــــــ کہ قبر سے اٹھنے کے
بعد قیامت میں ایک شخص کے ہاتھ میں گناہوں سے پُر اور سیاہ نامۂ اعمال آئے گا وہ اوپر
سے سیاہ ہوگا جیسے تعزیت کے خطوط سیاہ ہوا کرتے ہیں۔ سرنامہ کے سیاہ ہونے
سے حقیقت مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ نہایت موجب الم ہوگا۔
اور متن اور حاشیہ تمام گناہوں سے سیاہ ہوگا اور جس طرح دار الحرب کفر سے بھرا ہوتا
ہے یوں ہی وہ سراسر بدکاری اور گناہ سے پُر ہوگا۔ رہی یہ بات کہ وہ کون سے ہاتھ میں
آئے گا۔ سو اسکی بابت یہ ہے کہ ایسا ناپاک اور گناہ سے پُر نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں
نہیں آسکتا۔ لہٰذا بائیں میں آئے گا۔
یہ تو ایک واقعہ تھا اب تم اس سے عبرت حاصل کرو اور اپنے نامۂ اعمال کو دُنیا
میں ہی دیکھ لو کہ وہ بائیں ہاتھ کے لائق ہے یا دائیں کے۔ شاید تم کہو کہ جب تک ہاتھ
میں نہ آئے اس وقت تک ہم کیسے جانیں اسلئے ہم کہتے ہیں کہ تم دکان کے اندر ہی
بدوں پاؤں میں ڈالے جان لیتے ہو کہ یہ بایاں موزہ اور بایاں جوتا ہے اور بائیں پاؤں کا ہے
یوں ہی نامۂ اعمال کی حالت ہو سکتی ہے اور حقیقت صورت اسکی یہ ہے کہ تم اپنی حالت

کا اندازہ کرو کہ ہم دائیں میں یا بائیں - یعنی ہماری حالت حق سبحانہٗ کے مرضی کے موافق ہے یا خلاف اگر موافق نہ ہو تو سمجھ لو تم بائیں ہو اور تمہارا نامۂ اعمال تمہارے بائیں ہاتھ کے لائق اور اپنی بھلائی اور بُرائی کا حال معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں - بھلے اور بُروں میں یوں ہی امتیاز ہے جیسے شیر اور بندر کی آوازوں میں ـــــ اگر تم محاسبہ کے بعد بائیں یعنی بُرے ثابت ہو تو مایوس نہ ہو - کیونکہ جو ذات کامل الصفات مٹی کو معشوق اور خوشبودار کرتے ہیں وہی اپنے فضل سے بائیں کو دایاں یعنی بُرے کو اچھا کر سکتے ہیں وہ ہر بُرے کو اچھا کر سکتا ہے اور پتھر کو آب جاری عطا کر سکتا ہے - پس اگر تم بائیں اور بُرے ہو تو مایوس نہ ہو حق سبحانہٗ کے ساتھ اپنا معاملہ ٹھیک کر لو - پھر اسکے الطاف کی سخاوت دیکھنا کہ وہ تمہیں کیا سے کیا کر دیتے ہیں اور جب تک حق سبحانہٗ کے ساتھ معاملہ ٹھیک نہ کیا جائے اس وقت تک اسکی توقع رکھنا کہ ہمارا نامۂ اعمال ہمارے دائیں ہاتھ میں آئے گا -

اچھا تم ہی بتلاؤ فضول ہے کیا تم جائز رکھتے ہو کہ یہ ذلیل نامۂ اعمال جو اس وقت ہے بائیں ہاتھ کو چھوڑ کر دائیں ہاتھ میں آجائے ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ نامۂ اعمال جو کہ ظلم و جفا برنفس خود و بر خلق خدا سے پُر ہے ـــــ دایاں ہاتھ اس کے قابل نہیں ہو سکتا ـــــ اس مضمون کی تائید کے لیے اب ہم تمہیں ایک حکایت سناتے ہیں - اچھا سُنو!

ایک زاہد کے ایک حور کی مانند خوب صورت بیوی تھی جو کہ اس کے بارہ میں نہایت رشک کرنے والی اور بہت غیرت دار تھی وجہ اس رشک و غیرت کی یہ تھی کہ اس عورت کے پاس ایک ماہوش کنیزک تھی اور زاہد کے دل میں اسکی عشق کی آگ لگ رہی تھی وہ عورت رشک کے سبب اپنے شوہر کی نگرانی کیا کرتی اور کنیزک کے ساتھ خلوت میں اُسے نہ چھوڑتی - ایک عرصہ تک وہ دونوں کی نگرانی کرتی رہی تاکہ انکو خلوت میں صحبت کا موقع نہ ملے تا آنکہ حکم و تقدیر الٰہی آ پہنچی اور عقلِ زن جو کہ ان کی نگرانی کرتی تھی بیہودہ اور برباد ہوگئی اور بیوہا بھی چل بسے کیونکہ جب یکایک حکم و تقدیر الٰہی آتی ہے تو عقل تو کیا چیز ہے کہ اس کا نور باقی رہے کہ چاند میں بھی گہن لگ جاتا ہے اور اس کا نور زائل ہو جاتا ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ ایک روز وہ عورت حمام میں تھی کہ دفعتہً اسکو طشت یاد آیا اور وہ طشت گھر میں رہ گیا تھا اُس نے لونڈی سے کہا کہ اری دوڑ کر جا اور

گھر سے چاندی کا طشت لے آبوں اس نے یہ حکم سُنا اس کے سُنتے ہی جی اٹھی کیونکہ اس نے سمجھا کہ اب میں میاں کے پاس بے مزاحمت پہنچ جاؤں گی اسلئے کہ میاں اس وقت گھر میں اور خلوت بھی ہے مزے سے دل کی آرزوئیں نکالیں گے۔ یہ سوچ کر وہ خوش خوش گھر کی طرف دوڑی ...... لونڈی کو چھ برس سے آرزو تھی کہ میاں کو تنہائی میں پائے لہٰذا وہ گھر کی جانب نہایت تیزی سے دوڑی۔ اور میاں کو گھر میں تنہا پایا اور اس نے اسے ـــ اسلئے دونوں پر شہوت کا غلبہ ہوگیا اور اس قدر غلبہ ہُوا کہ ان کو دروازہ بند کرنا بھی یاد نہ رہا اور کوئی احتیاط نہ کی اور دونوں خوش خوش گھر میں گھُس گئے اور اختلاط کے سبب جان سے جان مل گئی۔ یعنی مجامعت شروع کردی ادھر یہ ہوا اُدھر عورت کو

خیال ہوا کہ ارے میں نے لونڈی کو گھر کیوں بھیجدیا میں نے اپنے ہاتھ سے روئی میں آگ لگادی اور مینڈھے کو بھیڑ پر مسلط کردیا۔ یہ خیال کرکے اُس نے فوراً اپنے سر سے ملتانی مٹی دھوئی اور بےتحاشا دوڑی اور چادر کھینچتے ہوئے اسکے پیچھے گئی لیکن وہ عشق سے دوڑی تھی اور یہ خوف سے۔ کجا عشق کجا خوف۔ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے اسلئے وہ اس کہیں پہلے پہنچ کر مشغول کار ہو چکی تھی اور یہ ... اسکو پکڑ سکے۔ چونکہ اُس رفتار میں جس کا منشا عشق ہو اور اس رفتار میں جس کا منشا خوف ہو زمین آسمان کا فرق ہے اسلئے عارف کی رفتار ہر دم تخت شاہی تک ہوتی ہے اور زاہد کی رفتار ہر مہینہ ایک روز کی منزل ہوتی ہے اسلئے کہ زاہد جو کہ خوف کے سبب راہ سلوک طے کرتا ہے اس کا دن خواہ کیسا ہی عجیب ہو۔ مگر وہ پچاس ہزار برس کے برابر نہیں ہوسکتا۔ برخلاف عارف کے کہ اسکی عمر کا ایک دن دنیا کے پچاس ہزار برس کے برابر ہوتا ہے لہٰذا عارف کا ایک دن کا سلوک زاہد کے پچاس ہزار برس کے سلوک کے برابر ہوگا۔

عقول ناقصہ جو کہ حقیقت میں اوہام ہیں اسلئے اِس سے ناواقف اور اجنبی ہیں اسلئے یہ مضمون ان کی سمجھ میں نہ آئے گا اور اسکے خیال سے ان کا پتہ پھٹ جائے گا بس اگر اس سے ان کا پتہ پھٹ جائے تو بلا سے پھٹ جائے حقیقت یہی ہے کہ جو ہم نے بیان کی۔ اور فی الحقیقت عشق کے مقابلہ میں خوف کوئی وقعت نہیں رکھتا اور راز اس کا یہ ہے کہ عشق کے سامنے بجز مطلوب کے سب فانی ہیں اسلئے کوئی چیز ان کے معاون نہیں برخلاف

خوف کے کہ وہاں سینکڑوں معاون ہو سکتے ہیں ۔ پس رفتار مع العاوقات اور رفتار بدُوں عوائق میں کیا نسبت ہو سکتی ہے ۔ ایک وجہ تو عشق و خوف کے درمیان فرق کی یہ تھی ۔ دوسری وجہ فرق یہ ہے کہ عشق وصف خداوندی ہے برخلاف خوف کے کہ وہ بندہ کا وصف ہے جو کہ شکم پروری اور شہوت رانی میں منہمک ہے ۔

رہی یہ بات کہ عشق وصف خداوندی ہے اسکی دلیل یہ ہے کہ حق سبحانہٗ قرآن پاک میں فرماتے ہیں یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ پس جب تم قرآن میں یُحِبُّوْنَهٗ پڑھو تو جستجو میں یُحِبُّهُمْ تک ہی پہنچو جس میں حق سبحانہٗ نے محبت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور اسکو اپنا وصف بتلایا ہے اس سے ثابت ہُوا کہ محبت و عشق صفت حق سبحانہ ہے اور ظاہر ہے کہ خوف حق سبحانہٗ کی صفت نہیں ہو سکتا ۔ پس کجا وصف حق سبحانہٗ اور کجا وصف عبد جو کہ مُشتِ خاک ہے اور کجا وصف حادث اور کجا وصف پاک از حدوث ۔ دونوں میں زمین آسمان کا تفاوت ہے ۔

یہ اجمالی بیان ہے عشق کی فضیلت کا ۔ لیکن اگر میں اس کی تفصیل کروں اور برابر کرتا رہوں تو سینکڑوں جماعتیں گذر جائیں اور اس کا بیان ختم نہ ہو ۔ یہ مبالغہ نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے کیونکہ زمانہ قیامت کے لیے ایک حد ہے اور عشق نامحدود ہے کیونکہ وہ صفت حق سبحانہٗ ہے اور صفات حق سبحانہٗ نامحدود ہیں پس بیان عشق نامحدود ہوگا ۔

خلاصہ یہ ہے کہ عشق کے پانچ سو پَر ہیں اور ہر پَر عرش سے تحت الثریٰ تک ہے اور عرفا ان پَروں سے اُڑتے ہیں ۔ پس تم خیال کرو کہ مبتلائے خوف زاہد تو پیدل چلتا ہے اور عشاق بجلی اور ہَوا سے زیادہ تیز رفتار ہیں اور جبکہ وہ راہ حق میں پر کھول کر اُڑیں اور عشق سے اس راہ کو قطع کریں تو بجلی اور ہَوا کی مجال نہیں ہے کہ ان سے لگا ؤ کھا سکیں ایسی حالت میں یہ خائف لوگ عشاق کی برابری کیونکر کر سکتے ہیں ۔ یہ تو ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے کیونکہ درد عشق میں تو وہ قوت ہے کہ آسمان کو زمین بنا دیتا ہے یعنی جتنے میں اور لوگ زمین سے قدم اٹھائیں اتنی دیر میں عشاق آسمان پر پہنچ جاتے ہیں ۔ پس عابدین بالخوف عشاق تک کیسے پہنچ سکتے ہیں ہرگز نہیں ہاں ان کے عشاق تک پہنچنے کی ایک صورت ہے وہ یہ کہ عنایت و فضل خداوندی ان کے شامل حال ہو جائے ۔ اور وہ ان کو کہدے کہ اس جہان اور اس رفتار کو

خیر باد کہو اور اپنے قش و دش کو چھوڑ دو۔

اس صورت میں وہ بھی عشاق کے ساتھ ملحق ہوجائیں گے کیونکہ اب وہ واصل بحق سُبحانہٗ ہوگئے ہیں۔ قش و دش سے ہماری مراد جبر و اختیار ہے اور اسکے سوا جو روش ہے وہ جذب حق سُبحانہٗ ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ زہّاد بھی عشاق کے ساتھ ملحق ہوسکتے ہیں اور صورت اسکی یہ ہے کہ بفضل حق سُبحانہٗ ان کو فنا کا مرتبہ حاصل ہوجائے اور وہ اپنی ذاتی روش سے خواہ وہ باعتقاد جبر ہو یا باعتقاد اختیارًا طے منازل نہ کریں بلکہ بجذب حق سُبحانہٗ چلیں

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب سُنو! کہ جب وہ عورت مکان پر پہنچی ہے تو اُس نے دروازہ کھولا اور دروازہ کے کھلنے کی آواز ان کے کانوں میں پڑی اس پر کنیزک حالت پریشانی کود کر آغوش خواجہ سے الگ ہوگئی اور مرد نے کود کر نماز کی نیت باندھ لی۔ جب عورت آئی تو اُس نے کنیزک کو دیکھا کہ خستہ حال اور پریشان اور متحیّر ہے اور اپنے شوہر کو دیکھا کہ کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہے اور ایک قسم کا لرزہ سا اس پر طاری ہے اس حرکت سے عورت کو شبہ ہوگیا اس نے بے کھٹکے شوہر کا دامن اٹھالیا اور دیکھا کہ خصیہ اور ذکر منی سے لتھڑے ہوئے ہیں اور عضوِ تناسل سے منی کا بقیہ حصہ ٹپک رہا ہے۔ رانیں اور گھٹنے منی میں لتھڑ کر ناپاک ہوگئے ہیں۔ یہ دیکھ کر اُس نے اسکے ایک چپت لگایا اور کہا کہ پاجی نمازیوں کے خصیہ ایسے ہی ہوتے ہیں؟ اور یہ عضوِ تناسل اور یہ ناپاک رانیں اور عانہ ذکرِ الٰہی اور نماز کے قابل ہے۔

یہ تو قصہ تھا۔ اب ہم تم سے پوچھتے ہیں انصاف سے کہنا کہ جو نامۂ اعمال ظلم فسق کفر اور عداوت وغیرہ معاصی سے پُر ہو کیا وہ دائیں ہاتھ میں آنے کے قابل ہے ہرگز نہیں اگر تم کافر سے پوچھو کہ یہ آسمان اور مخلوق کس کی پیدا کی ہوئی ہے تو وہ یہی کہے گا کہ اُس خدا کی پیدا کی ہوئی ہے۔ جس کی خدائی کی شہادت خود یہ پیدا کرنا دیتا ہے کما قال اللہ تعالےٰ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔ اب ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ اس کا کفر اور فسق اور ظلم بے حد کیا اسکے اس اقرار کے مناسب ہے اور وہ رسوائیاں اور بدفعلیاں کیا اسکے اس سچے اقرار کے لائق ہیں کبھی نہیں۔ اسلئے اس کا فعل اُس کے قول کا

مکذب ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ عذاب ابدی اور خوف شدید کا مستحق ہے ۔ الحاصل اس کے سراپا سے اُس کا جھوٹ ثابت ہے ۔ اگر میں اس کی تفصیل کروں تو اس کی بڑی خرابی ہے کیونکہ اس میں اس کی بہت رسوائی ہے لہٰذا میں اس کی تفصیل کو چھوڑتا ہوں اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ اسکی تکذیب خود اعضا کرتے ہیں مگر یہ تکذیب دنیا میں مخفی ہے جس کو ہر ایک نہیں جانتا ۔ مگر قیامت میں مخفیات کا ظہور ہوگا اور ہر مجرم خود اپنے کو رسوا کرے گا کیونکہ اسکی ہاتھ پاؤں حق سُبحانہٗ کے سامنے اس کی خرابی کی صاف صاف شہادت دیں گے مثلاً ہاتھ کہے گا کہ میں نے فلاں شئے چُرائی ہے ہونٹ کہے گا کہ میں نے فلاں کو چُوما ہے ، پاؤں کہے گا کہ میں مطلوبات نفس تک چلا ہوں ---- پیشاب گاہ کہے گی کہ میں نے زنا کیا ہے آنکھ کہے گی کہ میں نے ناجائز اشارہ کیا ہے کان کہے گا کہ میں نے بُری باتیں سُنی ہیں ۔

غرضکہ اسکے سراپا سے اس کا جھوٹ ثابت ہوگا کیونکہ اس کے اعضاء خود اسے جھٹلائیں گے اور اس کا مکر یوں ہی جھوٹ ثابت ہوگا جیسا کہ بارونق نماز کے باب میں زاہد کے خصیوں سے اس کا فریب اور جھوٹ ثابت ہوا تھا ۔ جب حالت یہ ہے تو اب تم کو ایسے کام کرنے چاہییں جو کہ بدون زبان کے اشہد کہنا اور عین بیان ہوں یعنی تم کو ایسے کام کرنے چاہئیں کہ وہ تمہاری ... اشھد ان لا الہ الا اللہ مصدق ہوں اسلئے وہ خود بجائے خود توحید کی شہادت ہوں تاکہ اس طرح تمہارا ہر ہر عُضو ہر حالت میں توحید کا شاہد بن جائے ۔

دیکھو! غلام کا اپنے آقا کے پیچھے چلنا شہادت ہے اس بات کی کہ میں غلام ہوں اور یہ آقا ۔ پس یوں ہی تم خدا کی الوہیت کے اپنے افعال سے شہادت ۔ اور اگر اب تک تم نے اپنے افعال ناشائستہ سے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کیا ہے تو خیر اب بھی کچھ نہیں گیا تم اپنے گذشتہ افعال سے توبہ کر لو ۔ اور اگر تمہاری عمر گذر گئی ہے تو کیا مضائقہ ہے ۔ ہنوز اس کی جڑ موجود ہے اسے ترقی دو اور اگر اس میں تری نہیں ہے تو توبہ کے پانی سے اسکو سینچو یعنی اپنے عمر کی جڑ کو توبہ کا آب حیات دو ۔ تاکہ تمہاری عمر کا درخت پائیدار ہو جائے تمہاری اس وقت توبہ کرنے سے تمہارے تمام افعال گذشتہ حسنات ہو جائیں گے اور جو زہر تم پیشتر کھا چکے ہو ۔ توبہ سے وہ اب قند کے مثل ہو جائے گا یعنی حق سبحانہٗ تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے

بدل دیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری افعال گذشتہ تمام نیکیاں بن جائیں گی مثلاً
پہلے تم نے زنا کیا تھا اور اب تم نے اس سے توبہ لی۔ تو وہ گناہ تو مٹ گیا اور توبہ کی نیکی اسکی
جگہ لکھی گئی۔ اس طرح گویا کہ وہ زنا اب نیکی ہوگیا۔ دیکھو! پس تمہارا نامۂ اعمال جو گناہوں سے
پُر تھا۔ اب نیکیوں سے بھر جائے گا (یہ معنی ہیں تبدیلی سیئات کے اور یہ مراد نہیں ہے
کہ گناہ خود نیکیاں بن جائیں گے۔ فافہم) پس تم نصوح کی سی اچھی توبہ کرلو اور آئندہ
کے لیے جان اور جسم دونوں سے طاعت میں کوشش کرو۔ اب ہم تم سے نصوح کی توبہ کا قصہ
بیان کرتے ہیں تم اسکو سنو اور گو تم کو پیشتر سے ایمان حاصل ہے مگر اس کو سُنکر نئے سرے سے ایمان لاؤ

حکایت در بیانِ توبۂ نصوح کہ چنانکہ شیر از پستان بیرون آید

نصوح کی توبہ کے بیان میں حکایت کہ جس طرح دودھ پستان سے باہر آجاتا ہے تو پھر

بازدر پستان نرود آنکہ توبۂ نصوحی کرد ہرگز ازاں گناہ یاد

پستان میں نہیں جاتا جس شخص نے نصوح والی توبہ کرلی وہ ہرگز گناہ کو رغبت

نکند بطریقِ رغبت بلکہ ہر دم نفرتش افزوں باشد و آں

کے طور پر یاد نہیں کرتا ہے بلکہ ہر لمحہ اُس کی نفرت بڑھتی ہے اور وہ نفرت

نفرت دلیلِ آں باشد کہ لذتِ قبول یافت آں شہوت

اِس کی دلیل ہوتی ہے کہ اُس نے (توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل کرلی ہے

اوّل بے لذت و ایں بجائے آں نشست

وہ شہوت اوّل بے لذت بنی اور یہ اُس کی جگہ بیٹھ گئی

نبرد[2] عشق را جز عشقِ دیگر چرا یارے نگیری زو نکوتر

عشق کو دوسرے عشق کے سوا کوئی چیز نہیں کاٹتی ہے تو اس سے بہتر معشوق کیوں نہیں بنا لیتا

و آنکہ دلش باز بداں گناہ رغبت میکند علامت آنست

اور جس کا دل پھر اُس گناہ کی طرف رغبت کرتا ہے یہ اِس کی علامت ہے کہ اُس کو

کہ لذتِ قبول نیافتہ است و قبول بجائے آں لذتِ گناہ

(توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل نہیں ہوئی ہے اور قبولیت اِس گناہ کی لذت کی جگہ

نشستہ است فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی[3] نشدہ است بلکہ

نہیں بیٹھی ہے اور وہ اُسکو ہم عنقریب سہولت کیلئے آسانی دینگے۔ اُس کا مصداق نہیں بنا ہے

فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی باقیست بروے پس مہیا گردانیم مراو

"پس ہم اُس کو تنگی کی سہولت دیدینگے" کی لذت اُس کے لئے باقی تو ہم اُس کیلئے وہ صفتیں

را برائے صفتے کہ او را بدوزخ برد

مہیا کردیں گے جو اُس کو دوزخ میں لے جائینگی

بود مردے پیش ازیں نامش نصوح
اب سے پہلے ایک مرد تھا جس کا نام نصوح تھا

بُد ز دلاکی[1] زناں اُو را فتوح
عورتوں کو (حمام میں) ملنے سے اُس کی آمدنی تھی

بود روئے اُو چو رخسارِ زناں
اُس کا چہرہ عورتوں کے چہرے کی طرح تھا

مردیِ خود را ہمیکرد اُو نہاں
اُس نے اپنا مردانہ پن چھپا رکھا تھا

اُو بحمامِ زناں دلاک بود
وہ عورتوں کے حمام میں مالش کرنے والا تھا

در دغا و حیلہ بس چالاک بود
دغا بازی اور مکاری میں چالاک تھا

---

[1] قرآن پاک میں ہے تُوبُوا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوحًا یعنی اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ توبہ کرو۔ مولانا نے نصوح کو ایک شخص قرار دیا ہے اُس نے جو توبہ کی اُس کو توبۂ نصوح فرماتے ہیں۔ توبۂ نصوح۔ جو شخص نصوح والی توبہ کرلیتا ہے اُس سے اُس گناہ کا دوبارہ صادر ہونا ایسا ہی محال ہے جیساکہ دودھ کا پستان سے باہر آجانے کے بعد پستان میں لوٹنا۔

[2] نبرد۔ یعنی عشق کو عشق ہی کاٹ سکتا ہے اگر کوئی کسی معشوق کا عشق فنا کرنا چاہے تو دوسرے معشوق سے عشق پیدا کرلے۔ آں نفرت۔ گناہ سے توبہ کرنے کے بعد اگر اُس گناہ سے نفرت ہوگئی ہے تو یہ توبہ کے قبول ہوجانے کی علامت ہے۔

[3] فسنیسرہ۔ انسان جب نیکی کرتا ہے تو اُس کے لئے نیکی کی راہیں کھولدی جاتی ہیں اور جب بدی کرتا ہے تو اُس کے لئے بدی کی راہیں کھل جاتی ہیں۔

[1] دلاکی۔ یعنی وہ نصوح شخص عورتوں کو نہلا کر روزی کماتا تھا۔ بود۔ اُس نصوح کا چہرہ زنانہ تھا اور اُس نے اپنی مردانہ قوت کو چھپا رکھا تھا۔ اُو۔ اُس نصوح نے اپنے آپ کو عورت ظاہر کرکے زنانہ حمام میں نوکری کر لی تھی۔

سالہا میکرد دلاکی وکس
اُس نے سالوں نہلانے کا پیشہ کیا اور کوئی

بُو نبُرد از حالتِ آں بُوالہوس
اُس بُوالہوس کی حالت سے باخبر نہ ہوا

زانکہ آواز ورخش زن وار بُود
کیونکہ اُس کی آواز اور چہرہ زنانہ تھا

لیک شہوت کامل و بیدار بُود
لیکن شہوت پوری اور بیدار تھی

چادر و سربند پوشیدہ و نقاب
اُس نے چادر اور دوپٹہ اور نقاب پہن لیا تھا

مردِ شہوانی و در غرّہ شباب
شہوت والا مرد اور جوانی کے غرور میں تھا

دخترانِ خسرواں را زیں طریق
اِس طریقہ پر بادشاہوں کی لڑکیوں کو

خوش ہمی مالید و می شست آں عشیق
وہ عاشق عمدہ طریقہ پر ملتا اور نہلاتا

توبہا می کرد و پا در می کشید
وہ بہت توبہ کرتا اور پیچھے ہٹتا

نفسِ کافر توبہ اش را می درید
کافر نفس اُس کی توبہ کو توڑ دیتا

رفت پیشِ عارفے آں زشت کار
وہ بدکار ایک عارف کے پاس گیا

گفت ما را در دُعائے یاد دار
کہا ہمیں دُعا میں یاد رکھیئے

سرِّ اُو دانست آں آزاد مرد
وہ آزاد مرد اُس کا راز جان گیا

لیک چوں حلمِ خدا پیدا نکرد
لیکن اُس نے خدائی حلم کی طرح ظاہر نہ کیا

بر لبش قفل ست و در دل رازہا
اُس کے ہونٹ پر تالا ہے اور دل میں راز ہیں

لب خموش و دل پُر از آوازہا
ہونٹ خاموش اور دل آوازوں سے پُر ہے

عارفاں کہ جامِ حق نوشیدہ اند
وہ عارف جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا جام پی لیا ہے

رازہا دانستہ و پوشیدہ اند
اُنھوں نے رازوں کو جانا اور چھپا لیا ہے

ہر کرا اسرارِ حق آموختند
جن کو اللہ تعالیٰ کے راز بتائے گئے ہیں

مُہر کردند و دہانش دوختند
اُن کے مُنہ پر مُہر لگا دی ہے اور لب سی دیئے ہیں

سُست خندید و بگفت اے بدنہاد
وہ تھوڑا مسکرایا اور کہا اے بد اصل

زانکہ دانی ایزدت توبہ دہاد
جو کچھ تجھے معلوم ہے خدا اُس سے تجھے توبہ کی توفیق دے

دربیان آنکہ دُعائے عارفِ واصل و درخواستِ اُو از حق

اس کا بیان کہ عارف واصل (بحق) کی اللہ تعالیٰ سے دعا اور درخواست ایسی ہی ہے

ہمچو درخواستِ حق است از خویشتن کہ کُنتُ لَہٗ سَمعًا وَّ
جیسی کہ اللہ تعالیٰ کی خود اپنے آپ سے درخواست، کیونکہ "میں اس کے لئے کان اور

بَصَرًا وَّ لِسَانًا وَّ یَدًا وقولہٗ تعالیٰ وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ
آنکھ اور زبان اور ہاتھ ہوجاتا ہوں" (فرمایا ہے) اور اللہ تعالیٰ کا قول "تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو

بُوالہوس۔ وہ عورتوں کے بدن مَل کر مردانہ لذت لیتا تھا۔ چادر۔ لباس زنانہ پہنتا تھا لیکن اُس کی مردانہ شہوت کمل تھی۔

سے دختراں۔ اِس حمام میں شہزادیاں نہانے آتی تھیں۔ توبہا۔ نصوح نے اِس کام سے کئی بار توبہ کی لیکن وہ توبہ پر قائم نہ رہا۔ رفت۔ نصوح نے اُس عارف سے دُعا کی خواہش کی وہ عارف اُس کے گناہ سے واقف تھا لیکن اُس نے ظاہر نہ کیا۔

سے بر لبش۔ اولیاء لوگوں کی قلبی کیفیات سے واقف ہوجاتے ہیں لیکن ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ ہر کرا۔ جو شخص اسرار سے واقف ہوجاتا ہے اُس کے مُنہ پر قفل لگ جاتا ہے۔

سے زانکہ۔ اِس عارف نے کہا نصوح جس گناہ سے تو خود واقف ہے خدا تجھے اُس سے توبہ کرنے کی توفیق دے۔ دربیان۔ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ سے پورا قرب حاصل ہوتا ہے تو اُن کا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے خود خدا اپنے آپ سے دُعا کرے تو اُس کے مقبول نہ ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ کُنتُ۔ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب ایک انسان نوافل کے ذریعہ مجھ سے قربت حاصل کرلیتا ہے تو میں اُس انسان کے اعضاء بن جاتا ہوں۔ وَمَا رَمَیۡتَ۔ حضورؐ کے مٹی پھینکنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پھینکنا قرار دیا۔

وَلٰکِنَّ اللہَ رَمٰی ۔ وآیات و اخبار و آثار دریں بسیارست و شرح

نے پھینکا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا" اور آیتیں اور حدیثیں اور صحابہ کے اقوال اس بارے میں

سبب سازیِ حق تا نصوح را گوش گرفتہ بتوبہ آورد

بہت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی سبب سازی کی شرح یہاں تک کہ نصوح کے اس نے کان پکڑ کر توبہ کرادی

آں دعا[۵۲] از ہفت گردوں در گذشت — کار آں مسکیں بآخر خوب گشت

وہ دعا ساتوں آسمانوں کو پار کر گئی — بالآخر اس مسکین کا کام بھلا ہوگیا

کاں دعائے شیخ نے چوں ہر دعاست — فانی ست و گفتِ او گفتِ خداست

کیونکہ وہ شیخ کی دعا، ہر دعا کی طرح نہیں ہے — وہ فانی ہے اور اس کی بات خدا کی بات ہے

چوں خدا از خود سوال و گد کُند — پس دعائے خویش را چوں رد کند

جب خدا اپنے آپ سے سوال کرے اور مانگے — تو وہ اپنی دعا کو کیسے رد کرے گا؟

یک سبب انگیخت صُنعِ ذوالجلال — کہ رہانیدش ز نفرین و وبال

اللہ تعالیٰ کی کاریگری نے ایک سبب پیدا کر دیا — جس نے اس کو نفرت اور وبال سے رہائی دیدی

اندراں[۵۳] حمام پُر میکرد طشت — گوہرے از دخترِ شہ یاوہ گشت

وہ اس حمام میں طشت بھر رہا تھا — بادشاہ کی لڑکی کا ایک موتی گم ہوگیا

گوہرے از حلقہائے گوشِ او — یاوہ گشت و ہر زنے در جستجو

اس کے کان کے بندے کا موتی — گم ہوگیا اور ہر عورت تلاش کرنے لگی

پس درِ حمام را بستند سخت — تا بجویند اولش در پیخ رخت

پھر انہوں نے مضبوطی سے حمام کا دروازہ بند کیا — تاکہ پہلے، اس کو سامان رکھنے کی جگہ میں تلاش کریں

رختہا جستند و آں پیدا نشد — دزدِ گوہر نیز ہم رسوا نشد

سامانوں میں ڈھونڈا وہ نظر نہ آیا — موتی کا چور بھی رسوا نہ ہوا

پس بجد جستن گرفتند از گزاف — در دہان و گوش و اندر ہر شگاف[۵۴]

انہوں نے حد سے زیادہ کوشش سے ڈھونڈنا شروع کیا — منہ میں اور کان میں اور ہر شگاف میں

در شگافِ تحت و فوق و ہر طرف — جستجو کردند دُر از ہر صدف

نیچے اور اوپر کے شگاف میں اور ہر جانب — ہر صدف سے موتی کی انہوں نے جستجو کی

مرد و زن جویاں شدند از ہر طرف — جملگاں از بہر درِ خوش صدف

مرد اور عورت ہر جانب جویاں ہوئے — سب، اچھے سیپ کے موتی کے لئے

بانگ آمد کہ ہمہ عریاں شوید — ہر کہ ہستید از عجوز و از نوید

اعلان ہوا کہ سب ننگے ہو جائیں — جو بھی بوڑھی اور جوان ہیں

یک بیک را حاجبہ جستن گرفت — تا بدید آید گہر دانہ شگفت

ایک ایک کر کے دربان عورت نے تلاش کرنا شروع کیا — تاکہ عجیب موتی کا دانہ نظر آ جائے

---

۵۲ آں دعا۔ نصوح کے لئے اس عارف کی دعا نے اپنا کام کر دیا۔ فانی ست۔ شیخ اگرچہ فانی ہے لیکن اس کی بات خدا کی بات ہے۔ گد کردن۔ سوال کرنا۔ یک سبب یعنی موتی کا گم ہونا اس کی توبہ کا سبب بنا۔

۵۳ اندراں۔ نصوح حمام میں کام کر رہا تھا اس دوران میں شہزادی کا ایک موتی گم ہوگیا۔ گوہرے۔ وہ موتی کان کے بالے کا تھا۔ پیخ۔ رخت یعنی حمام میں جس جگہ کپڑے اتار کر رکھتے ہیں۔

۵۴ ہر شگاف۔ یعنی بدن کے ہر سوراخ میں تلاش شروع کر دی۔ ہر صدف یعنی بدن کے ہر سوراخ میں موتی ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ صدف سیپ۔ حاجبہ۔ وہ عورت جو حمام کی دربان تھی۔

آں نصوح[۲] از ترس شد در خلوتے — رُوی زرد و لب کبود از خشیتے
وہ نصوح خوف سے تنہائی میں چلا گیا — خوف سے چہرہ زرد اور ہونٹ نیلے تھے

پیشِ چشمِ خویشتن میدید مرگ — سخت می لرزید اُو مانندِ برگ
وہ اپنے سامنے موت کو دیکھ رہا تھا — وہ پتّے کی طرح بہت لرز رہا تھا

گفت یارب بارہا برگشتہ اَم — توبہا و عہدہا بشکستہ اَم
اُس نے کہا، اے خدا! میں نے بہت انحراف کیا ہے — توبہ اور عہد توڑے ہیں

کردہ اَم آنہا کہ از مَن می سَزید — تا چُنیں سیلِ سیاہی در رسید
میں نے وہ کیا جو میرے لائق تھا — یہاں تک کہ سیاہی کا ایسا بہاؤ آ گیا

نوبتِ[۳] جُستن اگر در من رَسد — وہ کہ جانِ من چہ سختیہا کَشد
تلاشی کی نوبت اگر مجھ تک پہنچی — ہائے میری جان کیسی سختیاں برداشت کرے گی!

دَر جگر اُفتاد استم صد شرر — در مُناجاتم ببیں بُویِ جگر
میرے جگر میں سینکڑوں چنگاریاں لگی ہیں — میری دعا میں میرے جگر کی بُو سونگھ لے

ایں چُنیں اندوہ کافر را مَباد — دامنِ رحمت گرفتم داد داد
اِس طرح کا غم کافر کو بھی نہ ہو — میں نے رحمت کا دامن تھاما ہے فریاد ہے فریاد!

کاشکے[۴] مادر نزادے مر مَرا — یا مرا شیرے بخوردے در چَرا
کاش مجھے ماں نہ جنتی — یا جنگل میں مجھے شیر کھا جاتا

اے خدا آں کُن کہ از تو می سَزد — کہ ز ہر سُوراخ مارم میگزد
اے خدا! وہ کر جو تیرے لائق ہے — کیونکہ ہر سُوراخ سے مجھے سانپ ڈس رہا ہے

جانِ[۵] سَنگیں دارم و دل آہنیں — ورنہ خوں گشتے دریں رنج و حنیں
میں پتھر کی جان اور لوہے کا دل رکھتا ہوں — ورنہ اِس رنج اور گریہ میں خون بن جاتے

وقت تنگ آمد مرا و یک نفَس — بادشاہی کُن مَرا فریاد رَس
میرا وقت تنگ ہو گیا، تھوڑی دیر کیلئے — شاہی برت، میری فریاد رسی کر

گر مَرا ایں بار ستاری کُنی — توبہ کردم من ز ہر نا کردنی
اگر اب کی دفعہ تو میری پردہ پوشی کرے — میں نے ہر نہ کرنے کے کام سے توبہ کی

توبہ اَم بپذیر ایں بارِ دگر — تا بہ بندم بہر توبہ صد کمر
اِس بار پھر میری توبہ قبول کر لے — تاکہ میں توبہ کے لئے سو کمر کس لوں

مَن اگر ایں بار تقصیرے کُنم — پس دگر مشنو دُعا و گفتنم
میں اگر اِس دفعہ کوتاہی کردوں — پھر کبھی میری دعا اور بات نہ سننا

---

۲ آں نصوح۔ نصوح کو یہ ڈر تھا کہ اگر اُس کو ننگا کیا گیا تو اُس کا راز کھل جائیگا جس کے نتیجہ میں اُس کی موت آجائے گی۔ گفت۔ اب اُس نے خدا سے گریہ و زاری شروع کر دی۔

۳ نوبت۔ نصوح کہہ رہا تھا کہ اگر میری جامہ تلاشی لی گئی تو سخت مصیبت آجائیگی۔ در جگر۔ اِس غم کی آگ جگر میں لگی ہے اُس کے جلنے کی خوشبو آرہی ہے۔ دامن۔ وہ خدا سے کہہ رہا تھا کہ میں نے تیری رحمت کا دامن تھاما ہے۔

۴ کاشکے۔ وہ نصوح تلاشی کے دوران کہہ رہا تھا کاش میں پیدا نہ ہوتا اور اگر پیدا ہو گیا تھا تو جنگل میں کوئی شیر کھا جاتا۔ چرا۔ چراگاہ۔ کہ زہر سُوراخ۔ ہر طرف سے مصیبت میں ہوں۔

۵ جانِ سنگیں۔ میں پتھر کا ہوں ورنہ اِس پریشانی سے مجھے مر جانا چاہیے تھا۔ ستاری۔ پردہ پوشی۔ ناکردنی۔ یعنی گناہ۔ تقصیر۔ کوتاہی، قصور۔ جلاد۔ کوڑے مارنے والا، سزا دینے والا۔ فرنگی۔ نصرانی۔

ایں ہمی زارید صد قطرہ رواں — کاندر افتادم بجلاد عواں

وہ یہ زاری کر رہا تھا اور سیکڑوں آنسو جاری تھے — کہیں جلاد اور سپاہی کے (ہاتھوں) پھنسا ہوں

تا نمیرد ہیچ افرنگی چنیں — ہیچ ملحد را مبادا ایں حنیں

کوئی فرنگی بھی اس طرح نہ مرے — کسی بددین کا بھی ایسا نہ ہو

نوحہا میکرد او بر جانِ خویش — روئے عزرائیل دیدہ پیش پیش

وہ اپنی جان پر نوحے کرتا تھا — سامنے ملک الموت کا چہرہ دیکھ کر

اے خدا و اے خدا چنداں بگفت — کاں در و دیوار با او گشت جفت

اے خدا! اے خدا! اتنا کہا — کہ در و دیوار اُس کے ساتھی ہو گئے

نوبتِ جستن رسیدن بنصوح و آواز آمدن کہ ہمہ را جستیم

نصوح کی تلاشی کی نوبت آنا اور آواز آنا کہ ہم نے سب کی تلاشی لے لی،

نصوح را بجوئید و بیہوش شدنِ نصوح ازاں ہیبت

نصوح کی تلاشی لو اور اس خوف سے نصوح کا بیہوش ہوجانا اور انتہائی

و کشادہ شدنِ کار بعد از نہایت بستگی کما کان یقول

بندش کے بعد معاملہ کا حل ہوجانا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت فرمایا کرتے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَہٗ مَرَضٌ اَوْ ھَمٌّ اِشْتَدِّیْ

تھے جب اُن کو کوئی مرض یا غم ہوتا تھا مصیبت تو سخت ہوجا

اَزِمَّۃُ تَنْفَرِجِیْ

کھُل جائے گی۔

درمیانِ یارب و یارب بُد او — بانگ آمد از میانِ جستجو

وہ یارب یارب میں لگا تھا — تلاشی کے درمیان آواز آئی

جملہ را جستیم پیش آ اے نصوح — گشت بیہوش آں زماں پرید روح

ہم نے سب کی تلاشی لے لی۔ اے نصوح! آگے آ — اُس وقت وہ بے ہوش ہو گیا اور روح پرواز کر گئی

ہمچو دیوارِ شکستہ در فتاد — ہوش و عقلش رفت و شد او چوں جماد

وہ شکستہ دیوار کی طرح گر گیا — اُسکے ہوش و حواس چلے گئے اور وہ پتھر کی طرح ہوگیا

چونکہ ہوشش رفت از تن آں زماں — سرِّ او باحق بپیوست از نہاں

جب جسم سے اُس کا ہوش روانہ ہوگیا، اُس وقت — آہستگی سے اُس کا باطن حق تعالیٰ سے وابستہ ہوگیا

چوں تہی گشت و وجودِ او نماند — باز جانش را خدا در پیش خواند

جب وہ خالی ہو گیا اور اُس کا وجود نہ رہا — اُس کی جان کے باز کو خدا نے سامنے بلا لیا

سے ملحد۔ بددین۔ عزرائیل۔ ملک الموت۔ اے خدا۔ اس نے خدا کو اس قدر پکارا کہ در و دیوار گونج اٹھے۔

لے کما کان یقول۔ یعنی آنحضرتؐ نے فرمایا جب مصیبت انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو رحمت خداوندی متوجہ ہو جاتی ہے، یہ حدیث سے ذکر رہے ہے۔۔۔ ازمۃ۔ شدت، گرہ، قحط۔

ہے پرید روح۔ روح جسم سے پرواز کر گئی۔ چونکہ اس بیہوشی میں اس کو قربت حق میسر آگئی۔ جماد شکست۔ اس کی انتہائی مایوسی نے اس کو دریائے رحمت کے ساحل پر پہنچا دیا۔ چونکہ روح جسم سے پاک ہو کر دربارِ خداوندی میں پہنچ گئی۔

چوں شکست آں کشتیِ اوبے مراد — در کنارِ رحمتِ دریا فتاد
جب بے مرادی میں اس کی کشتی ٹوٹ گئی — دریائے رحمت کے ساحل سے جا لگی

جاں بحق پیوست چوں بیہوش شد — بحرِ رحمت آں زماں در جوش شد
جب وہ بیہوش ہوا، جان اللہ سے وابستہ ہو گئی — رحمت کا سمندر اس وقت جوش میں آگیا

چونکہ[50] جانش وارہید از ننگِ تن — رفت شاداں پیش اصلِ خویشتن
جب اُس کی روح جسم کے عیب سے نجات پا گئی — اپنی اصل کی جانب خوش خوش روانہ ہو گئی

جاں چوں باز و تن مر اُو را کُندہ — پائی بستہ پرشکستہ بندہ
روح باز کی طرح ہے، جسم اُس کیلئے کاٹھ ہے — پاؤں بندھا ہوا، پر ٹوٹے ہوئے ایک غلام ہے

چونکہ ہوشش رفت پایش برگشاد — می پرد آں باز سوئی کیقباد
جب اُس کے ہوش چلے گئے، پاؤں کھل گیا — وہ باز شاہ کی جانب اُڑ رہا ہے

چونکہ[51] دریاہای رحمت جوش کرد — سنگہا ہم آبِ حیواں نوش کرد
جب رحمت کے سمندروں نے جوش مارا — پتھروں نے بھی آبِ حیات پی لیا

ذرۂ لاغر شگرفِ زفت شد — فرشِ خاکی اطلس و زربفت شد
کمزور ذرہ عجیب اور موٹا ہو گیا — خاکی فرش، اطلس اور زربفت بن گیا

مُردۂ صد سالہ بیروں شد ز گور — دیوِ ملعوں شد بخوبی رشکِ حُور
سو سال کا مُردہ قبر سے باہر آگیا — ملعون شیطان، حسن میں حور بن گیا

ایں[52] ہمہ روئے زمیں سرسبز شد — شاخِ خشک اشگوفہ کرد و نغز شد
یہ سب روئے زمین سرسبز ہو گئی — خشک شاخ نے کلی کھلائی، عمدہ ہو گئی

گرگ با برّہ حریفِ مے شدہ — نا اُمیداں خوش رگ و خوش پے شدہ
بھیڑیا بکری کے بچہ کے ساتھ شراب نوش بنا — مایوس، اچھے رگ پٹھوں کے بن گئے

یافت شدنِ گوہر و حلالی خواستنِ حاجباں کنیزکانِ شاہزادہ
موتی کا مل جانا اور شہزادی کے دربانوں اور لونڈیوں کا نصوح سے معافی چاہنا

از نصوح و بر سر و دستِ اُو بوسہ دادن و عذر خواستن
اور اُس کے سر اور ہاتھ کو چومنا اور عذر خواہی کرنا

بانگ آمد ناگہاں کہ رفت بیم — شد پدید آں گم شدہ دُرِّ یتیم
اچانک آواز آئی کہ خوف ختم ہو گیا — وہ نایاب گم شدہ موتی، مل گیا

بعد[53] آں خوف و ہلاکِ جاں بُدہ — مژدہا آمد کہ اینک گم شدہ
اس کے بعد کہ جان کا ڈر اور ہلاکت تھی — خوشخبری آئی کہ یہ گم شدہ (موتی) ہے

[50] جان۔ روح جسم میں اسی طرح مقید ہے جس طرح انسان کاٹھ میں مقید کر دیا جاتا ہے۔ چونکہ جب جسم بے ہوش ہو جاتا ہے روح پرواز کر کے شاہ کے پاس پہنچ جاتی ہے۔

[51] چونکہ۔ جب دریائے رحمت جوش میں آتا ہے تو جس پر بھی چھینٹا پڑ جاتا ہے اُس میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ذرّہ۔ ابرِ رحمت سے ذرہ موتی بن جاتا ہے، وہ بے رونق مٹی سے پھول اور پتیاں اُگا دیتا ہے۔ بڑے لوگ مُردے زندہ ہو جاتے ہیں، بُرا بھلا بن جاتا ہے۔

[52] ایں ہمہ۔ خشک زمین سرسبز بن جاتی ہے۔ گرگ۔ بغض و کینہ ختم ہو جاتا ہے بھیڑ اور بھیڑیا ملکر پانی پینے لگتے ہیں۔ حلالی۔ معافی۔ بانگ آمد۔ اب یہ اعلان ہو گیا کہ ڈر اور خوف کا وقت ختم ہو گیا موتی مل گیا ہے۔

[53] بعد آں۔ جب موتی مل گیا تو اس کے مل جانے کی خوشخبری دے دی گئی۔

حزن شد و اندر فرج در تافتیم
غم ختم ہوا اور ہم خوشی میں چمک اٹھے
مژدگانی دہ کہ گوہر یافتیم
انعام دے، کیونکہ ہم نے موتی پالیا ہے

از غریو و نعرہ و دستک زدن
شور اور نعرے اور ہتھیلیاں بجانے سے
پر شدہ حمام قد زال الحزن
حمام گونج گیا، رنج زائل ہو گیا

آں نصوحِ رفتہ باز آمد بخویش
بیہوش نصوح پھر ہوش میں آگیا
دیدہ چشمش تابشِ صد روزہ بیش
اسکی آنکھ نے سو دنوں (کے نور) سے زیادہ نور دیکھا

می حلالی خواست از وے ہر کسے
ہر شخص اس سے معافی چاہ رہا تھا
بوسہ می دادند بر دستش بسے
اس کے ہاتھ بہت چومتے تھے

بدگماں بودیم مارا کن حلال[1]
ہم بدظن ہو گئے تھے، ہمیں معاف کر دیجئے
لحمِ تو خوردیم اندر قیل و قال
بات چیت میں ہم نے آپ کا گوشت کھایا

زانکہ ظنِ جملہ بر وے بیش بود
کیونکہ سب کا اس پر زیادہ گمان تھا
زانکہ در قربت ز جملہ پیش بود
کیونکہ وہ قرب میں سب سے آگے تھا

خاص دلاکش بُد و محرم نصوح
نصوح اس کا خاص حمامی اور محرم تھا
بلکہ ہمچوں دو تن و یک گشتہ روح
بلکہ دو جسم اور ایک روح بنا ہوا تھا

گوہر ار بُردست او بُردست و بس
اگر موتی چرایا ہے تو بس اسی نے چرایا ہے
زو ملازم تر بخاتوں نیست کس
بیگم سے اس سے زیادہ کوئی قریب نہیں ہے

اول او را خواست جستن در نبرد
مگر میں پہلے اس کی تلاشی لینی چاہی
بہرِ حرمت داشتنش تاخیر کرد
لیکن، اس کی عزت رکھنے کے لئے تاخیر کی

تا بود کاں را بیندازد بجا
تاکہ ہوسکے کہ وہ اس کو کہیں ڈال دے
اندریں مہلت رہاند خویش را
اس فرصت میں وہ اپنے آپ کو بچالے

بس حلالیہا[2] ازو میخواستند
وہ اس سے بہت معافیاں چاہ رہے تھے
وز برائے عذر بر میخاستند
عذر خواہی کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے

گفت بُد فضلِ خدائے دادگر
اس نے کہا منصف خدا کا کرم تھا
ورنہ زانچہ گفتہ شد ہستم بتر
ورنہ جو کچھ کہا گیا میں اس سے (بھی) برا ہوں

چہ حلالی خواست میباید ز من
مجھ سے کیا معافی چاہی جائے؟
کہ منم مجرم تر از اہلِ زمن
میں زمانہ کے لوگوں سے زیادہ مجرم ہوں

آنچہ گفتندم ز بد از صد یکیست
جو کچھ انھوں نے میری برائی میں کہا وہ ایک فیصد ہے
بر من ایں کشف ست اگر کس را شکیست
اگر کسی کو شک ہے تو مجھ پر واضح ہے

مژدگانی۔ تمام متعلقین نے شہزادی سے انعام کی درخواست کی۔ از غریو۔ حمام میں خوشی کے نعرے بتارہے تھے کہ غم دور ہوچکا ہے۔ آں نصوح۔ اب وہ نصوح بیہوشی سے ہوش میں آیا تو اسپر نور کی وہ کیفیت تھی جو سو روزوں کے چلہ کے بعد ہوتی ہے۔ می حلالی خواست یعنی حلالی می خواست۔

[1] بدگماں سب نے نصوح سے کہا ہم نے آپ پر بدگمانی کی تھی ہمیں معاف کردیجئے۔ لحم غیبت کو گوشت خوری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ زانکہ نصوح پر زیادہ بدگمانی اسلئے تھی کہ اس کو شہزادی سے زیادہ قرب حاصل تھا۔ خاص۔ شہزادی کا جسم ملنے کیلئے نصوح مخصوص تھا دونوں ایک روح دو جسم بنے ہوئے تھے۔ اول۔ اس بدگمانی کا تقاضا تو یہ تھا کہ سب سے پہلے نصوح کی جامہ تلاشی لیں لیکن اسکی عزت بچانے کیلئے اس کو موقع دے رہے تھے کہ اگر موتی انکے پاس ہے تو اسکو کسی جگہ رکھ دے اور الزام سے بچ جائے۔

[2] بس حلالیہا۔ حمام کے متعلقین کھڑے ہوئے نصوح سے معافیاں مانگ رہے تھے اور نصوح کہہ رہا تھا کہ یہ اللہ کا کرم تھا ورنہ جو کچھ تم لوگوں نے کہا میں اس سے بدتر ہوں میں دنیا میں سب سے زیادہ گنہگار ہوں تم نے جو کچھ کہا وہ تو ایک فیصد ہے اس بارے میں خواہ کسی کو شک ہو لیکن مجھے اپنی برائی کا یقین ہے میری بداعمالیوں کو میرے سوا اور کون جان سکتا ہے۔

کس چہ میداند ز من جز اند کے — وز ہزاراں جرم و بد فعلی یکے

تھوڑے سے کے علاوہ کوئی میرے بارے میں کیا جانتا ہے؟ — ہزاروں جرم اور بدکاریوں میں سے ایک

من ہمی[۳۵] آں دانم و ستارِ من — جرمہا و زشتیِ کردارِ من

وہ میں جانتا ہوں اور میرا ستار — اپنی خطاؤں اور بدکاری کو

اوّل ابلیسے مرا استاد بود — بعد ازاں ابلیس پیشم باد بود

شروع میں شیطان میرا استاد تھا — اُس کے بعد شیطان میرے آگے ہوا تھا

حق بدید آں جملہ و نادیدہ کرد — تا نگردم در فضیحت روئے زرد

اللہ تعالیٰ نے وہ سب کچھ دیکھا اور بن دیکھا بنایا — تاکہ میں رُسوائی میں زرد رُو نہ بنوں

تا ز رحمت پوستیں دوزیم کرد — توبۂ شیریں چو جاں روزیم کرد

یہاں تک کہ اُس نے رحمت سے میری پردہ پوشی کی — جان جیسی شیریں توبہ مجھے عطا کر دی

ہرچہ[۳۶] کردم جملہ ناکردہ گرفت — طاعتِ ناکردہ را کردہ گرفت

میں نے جو کچھ کیا اُس کو نہ کیا ہوا ٹھہرایا — نہ کی ہوئی عبادت کو کیا ہوا ٹھہرایا

ہمچو سرو و سوسنم آزاد کرد — ہمچو بخت و دولتم دل شاد کرد

اُس نے مجھے سرو اور سوسن کی طرح آزاد کر دیا — مجھے نصیبہ اور دولت کی طرح خوش دل کر دیا

نامِ من در نامۂ پاکاں نوشت — دوزخی بودم ببخشیدم بہشت

میرا نام پاک لوگوں کی فہرست میں لکھ دیا — میں دوزخی تھا، مجھے بہشت بخش دی

عفو کرد آں جملگی جرم و گناہ — شد سپید آں نامہ و روئے سیاہ

اُس نے وہ سارے جرم اور گناہ معاف کر دیئے — وہ کالا اعمال نامہ اور چہرہ سفید ہو گیا

آہ[۳۷] کردم چوں رسن شد آہِ من — گشت آویزاں رسن در چاہِ من

میں نے آہ کی، میری آہ رسّی کی طرح ہو گئی — رسّی میرے کنوئیں میں لٹک گئی

آں رسن بگرفتم و بیروں شدم — شاد و زفت و فربہ و گلگوں شدم

میں نے وہ رسّی پکڑ لی اور باہر نکل آیا — خوش اور موٹا تازہ اور سرخ ہو گیا

در بنِ چاہے ہمی بودم اسیر — روز و شب اندر فغان و در نفیر

میں کنوئیں کی تہ میں قیدی تھا — دن رات فریاد اور رونے میں تھا

از ہوس در تنگنا بودم زبوں — در ہمہ عالم نمی گنجم کنوں

ہوس کی وجہ سے میں تنگ کنوئیں میں عاجز تھا — اب میں پورے عالم میں نہیں سما تا ہوں

آفریںہا بر تو بادا اے خدا — ناگہاں کردی مرا از غم جدا

اے خدا! تجھ پر آفریں پر آفریں ہے — تو نے مجھے اچانک غم سے جدا کر دیا

گر[۳۸] سرِ ہر موئے من گردد زباں — شکرہائے تو نیاید در بیاں

اگر میرے ہر بال کا سرا زبان بن جائے — تیرے شکریئے بیان نہیں ہو سکتے ہیں

[۳۵] من ہمی۔ نصوح نے کہا اپنی بُرائیوں کو میں جانتا ہوں یا میرا خدا جانتا ہے ابتداءً شیطان میرا اُستاد تھا لیکن پھر میں بُرائی کرنے میں شیطان کا بھی اُستاد بن گیا، یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ میری پردہ پوشی کرتا ہے اور میرے پھٹے ہوئے کو سی دیتا ہے۔

[۳۶] ہرچہ۔ یہی نہیں کہ اُس نے میرے گناہوں سے قطع نظر کی بلکہ میری بُرائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا۔ اب میں تمام دنیاوی علائق سے سرو اور سوسن کی طرح آزاد ہوں۔ نامِ من۔ اب اس نے میرا نام نیکوں میں لکھ لیا ہے اور مجھ دوزخی کو جنتی بنا دیا ہے۔

[۳۷] آہ کردم۔ میں نے اپنی خطاکاری پر آہ کی اُس آہ نے رسّی کا کام دیا اور گناہوں کے کنوئیں سے باہر نکل آیا۔ از ہوس۔ دنیا کی حرص و ہوس کی تنگی میں تھا اب میں پورے عالم میں نہیں سما رہا ہوں۔

[۳۸] گر۔ اگر میرا رُواں رُواں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہے تو ممکن نہیں ہے۔ یالیت۔ مغفرت کے بعد جنتی کہے گا، یَالَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ یعنی کاش میری قوم اس بات کو جان لے کہ مجھے خدا نے میری بخشش کر دی ہے اور مجھے با عزت لوگوں میں سے بنا دیا ہے۔

میزنم نعرہ دریں روضہ عیون — خلق را یا لیت قومی یعلمون

اس باغیچہ اور چشموں میں میں صدائیں دے رہا ہوں — لوگوں کو، کاش میری قوم جان لے

بازخواندن[1] شاہزادی نصوح را از بہر دلاکی بعد از استحکام

شہزادی کا نصوح کو توبہ کے مستحکم ہو جانے کے بعد مالش کے لئے دوبارہ بلانا

توبہ و بہانہ کردن او و دفع گفتن او و عذر آوردن او

اور اس کا بہانہ کرنا اور دفع کرنا اور عذر کرنا

بعد ازاں آمد کسے کز مرحمت — دختر سلطان ما میخواندت

اس کے بعد کوئی آیا، کہ مہربانی سے — ہمارے بادشاہ کی لڑکی تجھے بلا رہی ہے

دختر شاہت ہمی خواند بیا — تا سرش شوئی کنوں اے پارسا

بادشاہ کی لڑکی تجھے بلا رہی ہے، آجا — تاکہ اے نیک! تو اس کا سر دھودے

جز تو دلاکے نمی خواہد دلش — کہ بمالد یا بشوید با گلش

اس کا دل خواہش تیرے علاوہ کسی مالش کرنے والے کی ہے — کہ جو مالش کرے یا مٹی سے اس کو نہلائے

گفت رو رو دست من بیکار شد — ویں نصوح تو کنوں بیمار شد

اس نے کہا جا جا میرا ہاتھ بیکار ہو گیا ہے — تیری یہ نصوح اب بیمار ہو گئی ہے

رو کسے دیگر بجو اشتاب و تفت — کہ مرا واللہ دست از کار رفت

جلد جلد تیزی سے دوسری کو ڈھونڈلے — کیونکہ خدا کی قسم ہاتھ بیکار ہے

با دل[2] خود گفت کز حد رفت جرم — از دل من کے رود آں ترس و گرم

وہ اپنے دل میں کہتا تھا کہ جرم حد سے گزر گیا — میرے دل سے وہ ڈر اور گرمی کہاں جا سکتی ہے؟

من بمردم یکرہ و باز آمدم — من چشیدم تلخیٔ مرگ و عدم

میں ایک بار مر چکا ہوں اور پھر واپس آیا ہوں — میں نے موت اور عدم کی تلخی چکھ لی ہے

توبہ کردم حقیقت با خدا — نشکنم تا جاں شود از تن جدا

میں نے اللہ سے حقیقی توبہ کی ہے — جب تک جان جسم سے جدا ہو، میں نہ توڑوں گا

بعد ازیں محنت کرا بار دگر — پا رود سوئے خطر الا کہ خر

اس مصیبت کے بعد کس کا دوبارہ — گدھے کے علاوہ خطرے کی جانب پاؤں چلیگا،

[1] بازخواندن۔ اس توبہ کے بعد شہزادی نے پھر نصوح کو بلایا لیکن اس نے معذرت کردی۔ بعدازاں۔ ان تمام واقعات کے بعد نصوح کے گھر پیغام آیا کہ شہزادی بلاتی ہے اس کا دل تجھ سے بدن ملوانے کو چاہتا ہے۔ گلِ گش۔ یعنی تو ہی صابن مٹی سے سر دھلائے گفت۔ نصوح نے کہا اب میرے ہاتھ بیکار ہیں اور میں بیمار ہوں۔

[2] بادلِ خود۔ نصوح دل دل میں کہہ رہا تھا کہ تلخی کا ڈر میرے دل سے کب نکل سکتا ہے۔ توبہ اب میں نے اس کام سے ایسی توبہ کرلی ہے جو مرتے دم تک نہ ٹوٹیگی۔ جب ایک دفعہ کسی مصیبت سے نجات پا جانے کے بعد احمق ہی اس مصیبت میں پھنسنے کو تیار ہوتا ہے

شرح گذشتہ زمانہ میں ایک شخص تھا جس کا نام نصوح تھا اس شخص کی آمدنی کا ذریعہ عورتوں کو نہلانا تھا اس کا چہرہ عورتوں کے چہرہ کی مانند تھا اور وہ اپنے مرد ہونے کو چھپاتا تھا وہ زنانہ حمام میں عورتوں کے ملنے دلنے اور نہلانے کا کام کرتا تھا اور دغا و فریب میں نہایت ہوشیار تھا اسنے برسوں ملنے دلنے کی خدمت کو انجام دیا مگر کسی کو اسکی حالت کا پتہ نہ چلا اسلئے کہ اسکی آواز بھی زنانہ تھی اور صورت بھی زنانہ تھی۔ مگر شہوت اسکی پوری اور منتعش تھی پس اسنے زنانہ چادر اور سر بند اور نقاب پہن لیا کیونکہ وہ ایک پُرشہوت آدمی اور جوانی کے غرہ میں تھا۔ اور عورت بن کر شہزادیوں کو ملنے دلنے اور نہلانے لگا وہ توبہ بھی کرتا تھا اور اس کام سے چند روز علیحدہ بھی رہتا تھا مگر نفس کافر اسکی توبہ توڑ دیتا تھا۔

ایک روز وہ بدکار ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضور مجھے بھی دُعا میں یاد رکھیں۔ ان بزرگ نے اس کا راز سمجھ لیا لیکن حلم خداوندی کی طرح اسکو پوشیدہ رکھا ان کے لبوں پر قفل تھا اور دل میں راز بھرے ہوئے تھے اور ان کے لب خاموش تھے مگر دل میں بہت سی گفتگوئیں تھیں۔

یاد رکھو! کہ عرفا جو کہ جام حق سبحانہٗ پی لیتے ہیں بعض اسرار سے واقف ہوتے ہیں مگر ان کو چھپاتے ہیں۔ کیونکہ جن کو اسرار خداوندی سے آگاہی دی جاتی ہے ان کے منہ پر مہر کر دی جاتی ہے اور ان کا منہ سی دیا جاتا ہے مقصود شدت اخفار ہے یعنی وہ ان کو بہت چھپاتے ہیں ——— اسی بنا پر وہ بزرگ بھی خاموش تھے اور انہوں نے نصوح کا راز نہیں بیان کیا مگر اتنا کہا کہ اسکی درخواست پر کسی قدر تبسم فرمایا کہ او بدذات! خدا تجھے اس فعل سے توفیق توبہ عطا فرمائے جس کو تو جانتا ہے یہ دعا اُسکی ساتوں آسمانوں سے گزر کر درگاہ رب العلا میں پہنچی اور وہاں اُس نے درجہ قبول حاصل کیا۔ اور آخر میں نصوح کی حالت ٹھیک ہو گئی کیونکہ اہل اللہ کی دعا عام دعاؤں کے مثل نہیں ہوتی اسلئے کہ وہ فانی ہوتے ہیں اور ان کا کلام خدا کا کلام ہوتا ہے اور اسکی دعا خود خدا کی دعا ہوتی ہے پس جبکہ خدا خود اپنے

سے سوال کرے اور مانگے تو وہ رد کیونکر ہوسکتا ہے کیونکہ وہ اپنی دعا کو کیونکر رد کریگا۔

(فائدہ) اس مقام پر عوام کی غلط فہمی اور ان کی گمراہی کا سخت اندیشہ ہے اسلئے ضرورت ہے کہ اس مضمون کی توضیح کر کے مولانا کے مدعا کو واضح کر دیا جائے۔)

پس جاننا چاہیئے کہ فنا کی معنی یہ نہیں ہے کہ بندہ خدا بن جائے۔ اسلئے اس کا کلام ہوجاتے بلکہ اسکی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے کو رضائے حق کا تابع کر دے اور اپنی خواہشات کو چھوڑ دے ایسا کرنے سے اسکو حق سبحانہ کی مزاج شناسی اور ایک خاص تعلق پیدا ہو جاتا ہے جب یہ امر معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ کوئی شخص گو کتنا ہی مقرب اور محبوب حق سبحانہ ہوجائے مگر وہ حق سبحانہ کا پورا اور کامل مزاج شناس کہ کوئی بات بھی اسکی مرضی حق سبحانہ کے خلاف نہ ہو نہیں ہوسکتا اسلئے وہ کتنے ایسے افعال بھی کر لیتا ہے جو کہ واقع میں مرضئ حق سبحانہ کے خلاف ہوتے ہیں لیکن کبھی تو وہ اپنے افعال کو مرضے حق سبحانہ کے خلاف نہیں سمجھتا اور اسلئے وہ کام کرتا ہے اور کبھی تقاضائے نفس سے مغلوب ہو کر یا سہواً و خطاً وہ کام کر لیتا ہے اور یہ مخالفت کبھی معصیت سے ہوتی ہے اور کبھی غیر معصیت۔ معصیت اس وقت ہوتی ہے جبکہ مخالفت کرنے والے کو علم ہو ــــ کہ یہ فعل منہی عنہ ہے اور غیر معصیت اس وقت ہوتی ہے جبکہ یہ صورت نہ ہو۔ انبیار و تعمد معصیت سے معصوم ہیں مگر اولیار نہیں ــ مگر اغلب احوال میں محفوظ وہ بھی ہیں پس اہل اللہ کے افعال دو قسم کے ہوئے ایک وہ جو مرضئ حق سبحانہ کے مطابق ہوں دوسرے وہ کہ جو مرضئ حق کے خلاف ہوں خواہ معصیت ہوں یا غیر معصیت مع التعمد ہوں یا بلا تعمد۔ پس ان کے وہ افعال جو مرضئ حق سبحانہ کے مطابق ہوتے ہیں انکو اس مطابقت کے سبب مجازاً حق سبحانہ کا فعل کہدیا جاتا ہے لیکن چونکہ وہ مزاج شناس ہوتے ہیں اسلئے اکثر کام ان کی مرضئ حق سبحانہ کے مطابق ہی ہوتے ہیں اور مخالفت شاذ نادر ہوتی ہے اسلئے اس بنار پر کثرت اور بفحوائے النادر کالمعدوم۔ انکے افعال کو مطلقاً خدا کا فعل کہدیا جاتا ہے اور قید و شرط عدم مخالفت کو بیان نہیں کیا جاتا ــــ جب کہ یہ امر ذہن نشین ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ اہل اللہ سے افعال خلاف مرضئ حق سبحانہ بھی صادر ہوسکتے ہیں۔ تو اب سمجھو کہ جس وقت ان سے کوئی فعل

مخالف مرضئ حق سبحانہٗ صادر ہو۔ اس وقت حق سبحانہٗ کا ان کے ساتھ بمقتضائے حکمت و مصلحت مختلف برتاؤ ہوتا ہے۔ کبھی تو حق سبحانہٗ اس مخالفت کو نظر انداز فرما کر انکی تشریف واکرام کے لیے اپنی مرضی کو ان کی مرضی کے موافق کر دیتے ہیں ویشھد لہ الحدیث لو اقسم علی اللہ لابرہ اور کبھی اس مخالفت پر مناسب تنبیہ فرما کر ان سے موافقت فرماتے ہیں۔ ویشھد لہ۔ قولہ عز مجدہ۔ ما کان لنبی ان یکون لہ اسرٰی الآیۃ اور کبھی اس فعل سے موافقت نہیں فرماتے اور صرف اسکو رد کر دیتے ہیں ویشھد لہ ردہ عز مجدہ دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللھم لا تجعل باسھم بینھم اور کبھی اس فعل پر مناسب عتاب فرماتے ہیں ویشھد لہ زلۃ آدم علیہ السلام وغیرہ من الانبیاء۔ اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ مولانا کا ارشاد فانی سراست وگفت او گفت خداست الخ گو بظاہر مطلق ہے مگر واقع میں مقید بقید عدم مخالفت مرضی حق سبحانہٗ ہے یہ اسکے دلائل خود مولانا ہی کے کلام میں موجود ہیں مثلاً مولانا اکثر جگہ زلت آدم علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہیں اور اسکو فعل حق سبحانہٗ نہیں قرار دیتے نیز انہوں نے حضرت موسٰے علیہ السلام کے چرواہے پر اعتراض نقل فرمایا ہے اور اس کو حق سبحانہٗ کا فعل نہیں بنایا کیونکہ اس پر حق سبحانہٗ کا عتاب نقل فرمایا ہے۔ نیز انہوں نے شیخ اقطع کا واقعہ بیان کیا ہے اس میں ان کے فعل پر حق سبحانہٗ کا عتاب نقل فرمایا ہے الیٰ غیر ذالک من الشواہد فافہم ولا تزل)

القصہ شیخ کی دعا مقبول ہوئی اور حق سبحانہٗ نے اپنی کارسازی سے ایک سبب کھڑا کر دیا۔ جس نے نصوح کی اس فعل شنیع اور گناہ سے نجات دیدی۔

تفصیل اسکی یہ ہے کہ نصوح حمام میں شہزادی کے نہلانے کے طشت میں پانی بھر رہا تھا کہ یکایک شہزادی کا موتی گم ہوگیا یعنی اسکے کان کی بالی کا موتی کھویا گیا اور جس قدر عورتیں وہاں موجود تھیں سب تلاش میں مصروف ہوگئیں۔ تلاش کے لیے اول انہوں نے یہ تدبیر کی کہ حمام کا دروازہ مضبوط بند کر دیا۔ تاکہ نہ کوئی اندر آسکے اور نہ باہر جاسکے اور وہ اطمینان کے ساتھ اول اسکو سامان میں تلاش کریں اور اگر سامان میں نہ ملے تو پھر دوسری صورت

کرلیں - پس انہوں نے اسباب میں خوب تلاش کیا مگر موتی نہ ملا - اور نہ چرانے والے کا پتہ لگا - اس کے بعد انہوں نے نہایت کوشش کے ساتھ ہر سوراخ میں منہ میں کان میں - نیچے کے سوراخ میں اوپر کے سوراخ میں - غرض ہر طرف ڈھونڈنا شروع کیا - اور مرد اور عورتیں ہر طرف اسے تلاش کرتے اور اس کے لیے صدف بنے ہوئے تھے یعنی نہایت رغبت کے ساتھ اس کے طالب تھے پس دفعتاً آواز آئی کہ جس قدر لوگ یہاں موجود ہیں خواہ وہ معمر ہوں یا نوعمر سب ننگے ہو جائیں اور ایک متلاشی نے سب کی تلاشی لینی شروع کی تاکہ کسی سے وہ عجیب موتی مل جائے - جب نصوح نے یہ حالت دیکھی تو ڈر گیا اور ڈر کر ایک تنہا مکان میں گیا اس کا چہرہ خوف سے زرد تھا اور ہونٹ پتلے ہو گئے تھے کیونکہ وہ اپنے سامنے بھوت دیکھ رہا تھا اور اسلیے پتے کی طرح کانپ رہا تھا اس نے خلوت میں جا کر مناجات شروع کی اور کہا کہ اے اللہ! میں بہت دفعہ اپنے عہد سے پھر گیا ہوں اور میں نے بہت سی توبہ اور عہد توڑے ہیں اور میں نالائق جس لائق تھا وہ میں نے کیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصیبت کا سیاہ سیلاب آپہنچا - اب اگر تلاشی کی نوبت مجھ تک پہنچی تو پھر مجھے کیسے سختیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں اسلئے میرے جگر میں... سینکڑوں شعلے لگے ہوئے ہیں - دیکھئے میری دعامیں جلی ہوئے جگر کی بُو آرہی ہے جو غم مجھ پر پڑا ہے ایسا غم تو کسی کافر کو بھی نصیب نہ ہو۔

یہ میری حالت ہے اور اس حالت میں میں نے تیری رحمت کا دامن پکڑا ہے پس تو مجھ پر کرم کر - اے کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی - یا کوئی شیر مجھے کھا جاتا اے اللہ تو وہ کر جو تجھ سے کریم کے لئے زیبا ہے کیونکہ اب میں ہر طرف سے مصیبت میں گرفتار ہوں اور گویا کہ مجھے ہر سوراخ سے ایک سانپ ڈس رہا ہے - میری جان پتھر کی اور دل لوہے کا ہے ورنہ اس رنج اور مصیبت میں خون ہو کر بہہ جاتا وقت تنگ ہے اب ذرا آپ مجھ پر مہربانہ عنایت فرمائیے اور میری فریادرسی کیجیئو ___ اے اللہ! اگر تو آپ کے میری پردہ پوشی کرے تو اب میں توبہ کرتا ہوں کہ کوئی برا کام نہ کروں گا اس دفعہ آپ میری توبہ کو قبول کرلیں تاکہ میں اس مصیبت سے نجات پاکر نہایت مستعدی سے اس توبہ کو نبھاؤں

اگر میں اب کے کوتاہی کروں تو پھر آپ میری دعا اور بات نہ سنیں۔
غرضکہ اس کے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ رو رہا تھا اور کہتا تھا کہ اب میں جلاد اور کوتوال کے پنجہ میں پھنس گیا کیونکہ جب میرے چالاکی ظاہر ہوگی تو میں حراست میں لے لیا جاؤں گا اور گردن زنی کے لیے جلاد کے حوالہ کردیا جاؤں گا ارے ایسی موت تو کوئی فرنگی بھی نہ مرے اور یہ غم تو کسی ملحد کو بھی نصیب نہ ہو۔ غرضکہ وہ اپنی جان کو رو رہا تھا کیونکہ وہ اپنے سامنے حضرت عزرائیل علیہ السلام کی صورت دیکھ رہا تھا۔ اور اس نے اس قدر اے خدا یہ کردے اور اے خدا! وہ کردے کہا۔ کہ در و دیوار بھی اسکے غم سے متاثر ہوکر شریک دعا ہوگئے۔ وہ دعا ہی میں مصروف تھا کہ یکایک تلاش کرنے والوں میں سے کسی نے آواز دی کہ ہم سب کی تلاشی لے چکے ہیں نصوح اب تم آؤ۔ یہ سنتے ہی وہ بے ہوش ہو گیا اور اس کی روح پرواز کر گئی اور وہ یوں گر پڑا جیسے کوئی ٹوٹی ہوئی دیوار گرتی اور اس کے ہوش و حواس سب رفوچکر ہوگئے اور وہ پتھر کی مانند بے حس و حرکت ہوگیا۔ پس جبکہ اس کے جسم سے اس کے ہوش و حواس جاتے رہے تو اب وہ مغاوقت جو کہ بقائے ہوش کے سبب باقی تھی اور جس کے سبب روح پورے طور پر حق سبحانہٗ کی طرف متوجہ نہ ہوسکتی تھی اٹھ گئی اور روح کو توجہ کامل کا موقع مل گیا اور اس کو حق سبحانہٗ سے اتصال بے کیف حاصل ہوگیا۔ اور جبکہ وہ خودی سے خالی ہوگیا اور اس کی ہستی نہ رہی تو حق سبحانہٗ نے اسکی روح کو جو کہ بمنزلہ باز شاہی کے ہے اپنے پاس بلالیا اور جبکہ روح کی کشتی ٹوٹ گئی۔ یعنی جسم پر فنا طاری ہوگئی تو اب وہ دریائے رحمت کے آغوش میں ہوگئی۔ اور جبکہ نصوح بے ہوش ہوگیا تو اس کی جان واصل بحق سبحانہٗ ہوگئی اور اس وقت بحرِ رحمت کو جوش آگیا اور جبکہ اس کی جان نے قیدِ جسم سے جو کہ اسکے لیے موجب شرم ہے نجات پائی تو وہ اپنے اصل یعنی عالمِ غیب کی طرف لوٹ گئی۔ کیونکہ جان بمنزلہ باز کے ہے اور جسم اسکے لیے بمنزلہ اس لکڑی

کے جیسے باز کا پاؤں باندھا جائے اور وہ جسم میں پاشکستہ اور مغلوب ہے پس جبکہ اسکے ہوش وحواس جاتے رہے تو اس کی روح کے پاؤں کھل گئے اور وہ اپنے بادشاہ کی طرف اڑ گئی۔

یہ مرتبہ جو نصوح جیسے فاسق و فاجر کو حاصل ہوا تو کیوں! محض رحمت رحمت حق سبحانہٗ سے اُس دریائے رحمت نے اُسکو اس نعمت سے سرفراز کیا خیر وہ تو پھر بھی آدمی تھا۔ حق سبحانہٗ کے دریائے رحمت کی تو یہ حالت ہے کہ جب اسے جوش ہو تو جماد بھی آبِ حیات پی کر ——— جاندار ہو جاتے ہیں [چنانچہ انسانوں اور حیوانوں کی پیدائش شاہد ہے کیونکہ وہ اول منی اور جماد تھے۔ پھر جاندار ہو گئے] اور ایک بہت کم مقدار ذرہ قابل تعجب اور بڑا ہو جاتا ہے (اشجار عظیمہ اسکے مشاہد ہیں) اور زمین اطلسی اور زربفت ہو جاتی ہے (جو کہ مشاہد ہے کیونکہ اطلس اور زربفت کی اصل خاک ہی ہے) اور سو برس کا مردہ قبر میں سے نکل آتا ہے (قصہ عزیر علیہ السلام کا گواہ ہے) اور شیطان مردود بھی اپنی برائی کو چھوڑ کر متصف بکمال ہو سکتا ہے اور اتنا حسین ہو سکتا ہے کہ حوروں کو بھی اس کی حالت پر رشک ہوتا ہے (بڑے بڑے سرکش کفار کا کامل الایمان بن جانا اس کا مؤید ہے) اور یہ زمین سراسر سبز ہو جاتی ہے اور خشک مٹی کلیا جاتی اور عمدہ بن جاتی ہے اور بھیڑیا بکری کے بچے کے ساتھ شراب خواری کرتا ہے یعنی دشمنوں میں نہایت اتفاق ہو جاتا ہے۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا۔

اور ناامید لوگ سرسبز ہو جاتے ہیں (کما ہو المشاہد) خیر جب نصوح کی حالت وہ ہوئی۔ جس کا اوپر ذکر ہوا اور اس کی دعا مقبول ہو گئی تو دفعتاً آواز آئی کہ اب خطرہ جاتا رہا کیونکہ وہ بیش بہا موتی مل گیا اسکے بعد خوف اور ہلاکت کا اندیشہ زائل ہو گیا۔ اور ہر طرف سے خوش خبریاں آنے لگیں اور لوگ کہنے لگے کہ گم شدہ

موتی
یہ موجود ہے اور اب غم زائل ہوگیا ہے اور خوشی سے ہم کو راہ مل گئی ہے۔ لائیے انعام دلوائیے کہ ہم نے موتی پا دیا۔

غرضکہ خوشی کے نعروں اور شور و شغب اور تالیوں کی آوازوں سے حمام گونج اٹھا۔ کیونکہ اب خوف زائل ہوچکا تھا جب یہ حالت ہوئی تو نصوح کو بھی ہوش آگیا۔ اس وقت خوشی کے سبب اس کی آنکھوں کے سامنے اس قدر روشنی تھی جیسے سو دن کی ہوتی ہے اور ہر شخص اس سے معافی چاہتا تھا اور اس کا ہاتھ چومتا تھا اور کہتا تھا کہ ہم کو آپ کے نسبت بدگمانی تھی آپ ہمیں معافی دیجئے ہم نے آپ کی بہت غیبت کی ہے۔ اور اس طرح گویا کہ آپ کا بہت گوشت کھایا ہے سبب اس گفتگو کا یہ تھا کہ سب کا گمان زیادہ تر نصوح ہی پر تھا کیونکہ وہ تقرب میں سب سے بڑھا ہوا تھا اور شاہ زادی کا خاص نہلانے والا اور اس کا محرم راز تھا۔ بلکہ یوں کہئے کہ شہزادی اور نصوح ایک جان دو قالب تھے اس وجہ سے لوگ کہتے تھے کہ اگر موتی کسی نے لیا ہے تو صرف نصوح نے لیا ہے کیونکہ شہزادی کا مقرب اس سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔

اس خیال کی بنا پر انہوں نے اوّل نصوح کی تلاشی لینی چاہی تھی مگر اسکی عظمت قائم رکھنے کے لئے اسکو مؤخر کردیا۔ تاکہ اگر اس نے لیا ہو تو کہیں ڈال دے اور اس فرصت کو غنیمت جان کر اپنے کو آفت سے بچالے۔ خیر! وہ لوگ اس سے بہت کچھ معافی چاہتے تھے اور معذرت کے لئے اٹھتے تھے۔ یہ باتیں سنکر نصوح نے اپنے دل میں کہا کہ یہ محض حق سبحانہٗ کی عنایت تھی ورنہ جو کچھ میری نسبت کہا جاتا تھا میں اس سے کہیں برا ہوں۔ ایسی حالت میں مجھ سے کیا معافی چاہی جاتی ہے کیونکہ میں تو زمانہ بھر سے زیادہ گنہگار ہوں۔ میری جو کچھ برائی لوگوں نے بیان کی ہے وہ تو میری اصلی برائی کا سواں حصہ ہے اگر کسی کو شک ہو تو مجھے اپنی حالت خوب معلوم ہے کسی کو میری حالت کیا معلوم۔ ان کو جو کچھ معلوم ہے وہ بہت تھوڑا اور ہزاروں،

بدکاریوں میں سے ایک بدکاری معلوم ہے۔ پس سے اپنی برائیوں اور گناہوں کو میں

جانتا ہوں یا میرا ستارِ عیوب ہی جانتا ہے۔ پہلے ابلیس میرا استاد تھا جس نے مجھے
معصیت کا طریق سکھلایا اسکے بعد میں اس فن میں اتنا ہوشیار ہو گیا کہ ابلیس میرے
سامنے گرد ہو گیا۔ مگر حق سبحانہٗ نے میرے تمام برائیاں دیکھیں۔ مگر ان کے ساتھ
ایسا معاملہ کیا کہ گویا دیکھا ہی نہیں۔ تاکہ میں رسوا ہو کر شرمندہ نہ ہوں اور مجھے جان کی
مانند شیریں توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔ تاکہ وہ اپنی رحمت سے میری حالت کی اصلاح
کرے اور جو کچھ میں نے کیا تھا سب کو ایسا کر دیا کہ گویا میں نے کیا ہی نہیں یعنی معاف
کر دیا۔ اور جو طاعت میں نے نہیں کی تھی اسکو ایسا کر دیا جیسا کہ میں نے کیا ہے۔
یعنی میرے ساتھ وہ معاملہ کیا جو مطیعین کے ساتھ کیا جاتا ہے اسلئے مجھے سرو
اور سوسن کی طرح آزاد کر دیا۔ اور بخت و دولت کی طرح میرا دل خوش کیا اور اسنے
میرا نام اچھے لوگوں کی فہرست میں لکھ لیا۔ اور میں دوزخی بنا مگر اسنے مجھے جنت عطا فرمائی
اور میرے تمام جرائم اور گناہ معاف کر دیئے اور اب میرا سیاہ نامۂ اعمال بھی سفید ہو گیا اور کالا
منہ بھی روشن ہو گیا۔ میں نے آہ کی تو وہ آہ میرے لیے رسی ہو گئی اور وہ رسی
میرے کنوئیں میں لٹک گئی اور میں وہ رسی پکڑ کر نکل آیا اور خوش و خرم اور موٹا تازہ اور
سرخ سفید ہو گیا۔ یعنی میری آہ میری خوشی اور نجات کا ذریعہ بن گئی۔ میں گویا کہ ایک
کنوئیں کے اندر مقید تھا۔ اور رات دن نالہ وزاری کرتا تھا اور خواہش نفس کی بدولت
ایک تنگ جگہ میں محبوس تھا۔ مگر اب میری یہ حالت ہے کہ عالم میں بھی نہیں سماتا
اَللّٰھُمَّ لکَ الحمد والمنۃ کہ تو نے مجھے غم سے نجات دیدی۔ ایسی
حالت میں اگر میرا ہر بال زبان بن جائے تب بھی تیرا شکر بیان میں نہیں آسکتے
اب میں اس خوشی کے باغ اور اسکے چشموں میں بیٹھا ہوا آوازیں لگا رہا ہوں
کہ اے کاش! لوگ میری راحت کو جانیں اور اس دولت کو حاصل کریں۔
یہ واقعہ تو ہو چکا۔ اب سنو کہ نصوح کے پاس ایک ہرکارہ آیا اور کہا کہ ہماری

شاہزادی آپ کو یاد کرتی ہیں تاکہ آپ ان کا سر دھو دیں اور آپ کے سوا کوئی نہلانے والی جو کہ اس کو مَلے دَلے یا مٹی سے ان کا سر دھوئے مطلوب نہیں ہے۔ نصوح نے اس کے جواب میں کہا کہ میرا ہاتھ بیکار ہو گیا ہے اور تمہاری نصوح بیمار ہو گئی ہے اسلئے میں حاضر نہیں ہو سکتی تم جلدی جاکر کسی اور کو تلاش کر لو۔ کیونکہ بخدا میرا ہاتھ کام کا نہیں رہا۔ یہ تو بلانے والے کو جواب دیا۔ اور اپنے دل میں کہا کہ معصیت حد سے بڑھ گئی ہے اب ایسا نہیں کرنا چاہیئے اور نہ میں ایسا کر سکتا ہوں۔ کیونکہ وہ خوف اور انقباض دل کیسے جا سکتا ہے جو کہ میں اِس جُرم کی بدولت جھیل چکا ہوں۔ ایک دفعہ تو مر چکا تھا۔ اب دوبارہ زندہ ہوا ہوں۔ پس میں موت کی تلخی چکھ چکا ہوں۔ اب میں اپنے کو معرضِ ہلاک میں نہ ڈالوں گا۔ نہیں میں نے خدا سے سچی توبہ کی ہے۔ اب تادم مرگ اسے نہ توڑوں گا۔ کیونکہ اس مصیبت کے بعد کوئی گدھا ہوگا جو خطرہ کی طرف قدم اٹھائے۔ آدمی تو ایسا نہیں کر سکتا ــــ اسکے بعد مولانا اس گدھے کا قصہ بیان فرماتے ہیں جو ایک مرتبہ مصیبت میں مبتلا ہو کر دوبارہ پھر اسی مصیبت میں مُبتلا ہُوا تھا۔

حکایت[٥٠] در بیان آں کسے کہ توبہ کند و پشیمان شود و باز

اس بیان میں حکایت کہ کوئی شخص توبہ کرے اور شرمندہ ہو اور پھر اُن

آں پشیمانیہا را فراموش کند و آزمودہ را باز آزماید دَر

شرمندگیوں کو بھلا دے اور آزمائے ہوئے کو دوبارہ آزمائے۔ اور مستقل

خسارتِ ابد در افتد کہ مَن جَرَّبَ المُجَرَّبَ حَلَّت بِہِ النَّدَامَۃُ

ٹوٹے میں مبتلا ہو جائے کیونکہ جس شخص نے آزمائے ہوئے کو آزمایا اُس کو ندامت ہوئی

و چوں[٥١] توبۂ اُو را ثباتے و قوتے و حلاوتے و قبولے و

اور جب اُس کی توبہ کا ٹِکاؤ اور قوت اور شیرینی اور قبولیت اور مدد اُس کو

مددے بدو نرسد چوں درخت بے بیخ ہر روز زرد تر

حاصل نہ ہو تو وہ بغیر جڑ کے درخت کی طرح ہے جو روزانہ زیادہ زرد اور خشک ہوتا ہے

و خشک تر نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِن ذٰلِكَ

ہم اِس بات سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں

گازرے[٥٢] بُود و مر اُو را یک خرے
ایک دھوبی تھا جس کا ایک گدھا تھا

پُشت ریش اِشکم تہی تن لاغرے
زخمی کمر، خالی پیٹ، کمزور جسم

درمیانِ سنگلاخِ بے گیاہ
بغیر گھاس کی پتھریلی زمین میں

روز تا شب بینوا و بے پناہ
شب و روز بے سر و سامان اور بے پناہ

بہرِ خوردن غیرِ آب آنجا نبُود
وہاں کھانے کیلئے پانی کے سوا نہ تھا

روز و شب بُد خر دراں کور و کبود
گدھا وہاں دن رات اندھا اور تاریک چشم تھا

آں حوالی نیستان و بیشہ بُود
اطراف میں بنسیلی اور جنگل تھا

شیرے بُود آنجا کہ صیدش پیشہ بُود
وہاں ایک شیر تھا جس کا پیشہ شکار کرنا تھا

شیر را با پیلِ نر جنگ اُوفتاد
شیر کی نر ہاتھی سے لڑائی ہوئی

خستہ شد آں شیر و ماند از اصطیاد
وہ شیر زخمی ہو گیا اور شکار کرنے سے عاجز ہو گیا

مدتے[٥٣] وا ماند زاں ضعف از شکار
ایک عرصہ تک کمزوری کی وجہ سے شکار سے عاجز رہا

بینوا ماندند دد از چاشت خوار
درندے، ناشتہ سے محروم ہو گئے

زانکہ باقی خوارِ شیر ایشاں بُدند
کیونکہ وہ شیر کا بچا ہوا کھانے والے تھے

شیر چوں رنجور شد تنگ آمدند
جب شیر بیمار ہو گیا، وہ پریشان ہو گئے

شیر یک روباہ را فرمود رَو
شیر نے ایک لومڑی سے کہا، جا

مر خرے را بہرِ من صیاد شَو
میرے لئے گدھے کی شکاری بن

گر خرے یابی بگردِ مرغزار
اگر تو جنگل کے اطراف میں گدھا پائے

رَو فسونش خواں فریبانش بیار
جا اُس پر منتر پڑھ، اُس کو قریب لے آ

---

٥٠ حکایت۔ اِس حکایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ایک بار مصیبت سے نجات پا جانے کے بعد دوبارہ مصیبت میں پھنسنے کا بہت بُرا انجام ہوتا ہے۔

٥١ چوں۔ اگر توبہ میں ٹکاؤ نہ ہو اور اُس کی خوبی اُس پر واضح نہ ہو تو توبہ کرنے والے شخص کی مثال بے جڑ کے درخت کی سی ہے جو روز بروز خشک ہوتا جاتا ہے اور اُس کے پتے جھڑتے رہتے ہیں۔

٥٢ گازرے۔ ایک دھوبی کا ایک گدھا تھا جس کی کمر زخمی تھی اور پیٹ خالی رہتا تھا جس کی وجہ سے وہ کمزور ہو گیا تھا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔ کور و کبود۔ یعنی تباہ اور بدحال۔ حوالی۔ اطراف۔ نیستاں۔ بنسیل کا جنگل۔ بیشہ۔ جھاڑی۔ شیر۔ وہ شیر کسی ہاتھی سے لڑ کر زخمی اور لاغر ہو گیا اور جنگلی جانوروں کا شکار کرنے کے قابل نہ رہا۔

٥٣ مدتے۔ ایک عرصہ سے وہ شکار کرنے کے قابل نہ تھا اور دوسرے درندے جو اُس کا بچا کھچا کھاتے تھے وہ بھی بھوکے تھے۔ چاشت خوار۔ ناشتہ۔ شیر۔ شیر نے لومڑی سے کہا کسی گدھے کو پھُسلا کر میرے پاس لے آنا۔ مرغزار۔ سبزہ زار۔ فسون۔ منتر۔

یا خرے یا گاؤ بہرِ من بجو
یا گدھا یا بیل میرے لئے تلاش کر

زاں فسونہائے[1] کہ میدانی بگو
جو منتر تو جانتی ہے، وہ پڑھ

چوں بیابم قوتے از لحمِ خر
جب میں گدھے کے گوشت سے طاقت پکڑ لونگا

پس بگیرم بعد ازاں صیدِ دگر
اس کے بعد میں دوسرا شکار کرونگا

اندکے من میخورم باقی شما
میں تھوڑا سا کھا لوں گا، باقی تم

من سبب باشم شمارا در نوا
میں توشہ میں تمہارے لئے سبب بناؤنگا

از فسون واز سخنہائے خوشش
اُس کو منتر اور اچھی باتوں سے

نرم گرداں زود تر اینجا کشش
نرم کر، جلد یہاں لے آ

[1] فسونہا۔ لومڑی کی چالاکیاں مشہور ہیں۔ لحم۔ گوشت۔ ق۔ معنی۔ آز فسوں۔ یعنی گدھے کو بہکا کر میرے پاس لے آنا۔ تشبیہ جس طرح شیر شکار کرتا ہے اور باقی درندے اُس کا بچا ہوا کھا کر پیٹ بھرتے ہیں اسی طرح قطب زمانہ اسرار و معارف الٰہی کا شکار کرتا ہے اور اتقیاء و اولیاء اُس کے ذریعہ اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔

شرح

ایک دھوبی تھا اور اس کے پاس ایک گدھا تھا جس کی کمر زخمی اور پیٹ خالی اور جسم دبلا تھا اور ایک پتھریلی زمین میں رہتا تھا جس میں گھاس نہ تھا وہ وہاں رات دن بے گھاس اور بے پناہ رہتا تھا کیونکہ کھانے کے لئے وہاں پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ لہٰذا وہ گدھا وہاں رات دن مبتلائے مصیبت رہتا تھا وہ صحرا ایک نیستان اور بن کے قریب تھا جہاں کہ ایک شیر رہتا تھا جس کا کام شکار تھا ــــــ اتفاقاً اس شیر کی ہاتھی سے لڑائی ہوگئی اس میں شیر زخمی ہوگیا۔ اور شکار کرنے سے عاجز ہوگیا اور ایک عرصہ تک ضعف کے سبب شکار سے عاجز رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اور درندے بھی غذا سے محتاج ہوگئے کیونکہ وہ سب شیر کا بچا کھچا کھانے والے تھے پس جبکہ شیر بیمار ہوگیا تو وہ بھی تنگ ہوگئے آخر شیر نے لومڑی سے کہا کہ تو جا اور میرے لئے کسی گدھے کو شکار کر کے لائے اگر اس مرغزار کے آس پاس سے کوئی گدھا مل جائے تو اسے باتیں بنا کے اور اُسے دھوکا دے کے یہاں لے آ۔ خواہ گدھا ہو یا گائے۔ جو کچھ بھی ملے تو میرے لئے ڈھونڈ۔ اور جو تجھے باتیں بنانی آتی ہیں تو اسے بنا اور اُسے دھوکا دے کے یہاں لے آ۔ جب میں گدھے وغیرہ کے گوشت سے کسی قدر طاقت حاصل کر لوں گا اس میں سے کچھ میں کھاؤں گا اور

جو بچے گا وہ تمہارا ہوگا۔ اس طرح میں تمہارے سامان خورش کا سبب بن جاؤں گا۔ پس تو اپنے افسوں اور اچھی باتوں سے اُسے نرم کرکے جلدی سے یہاں لے آ۔ آگے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں

تشبیہ کردنِ قطب کہ عارف واصل ست در اجرائے دادنِ خلق از قوتِ رحمت و مغفرت بر مراتبے کہ حقش الہام داد و تمثیل بشیر کہ اجرے خوار و باقی خوارِ وے اند بر مراتبِ قربِ ایشاں بشیر نہ قربِ مکانی بلکہ از قربِ صفتی و تفاصیلِ ایں بسیارست واللہ الہادی

قطب (عارف واصل بالحق) کی مخلوق کو رحمت اور مغفرت کی اُن مراتب کے اعتبار سے روزی دینے کی تشبیہ بیان کرنا جو اللہ نے اس کو الہام کیا ہے اور شیر سے مثال دینا کیونکہ وہ اس کے روزی خوار اور بچا کھچا کھانے والے ہیں شیر سے نزدیکی کے اعتبار سے مکانی قرب کے اعتبار سے نہیں بلکہ صفاتی قرب کے اعتبار سے اور اس کی بہت تفاصیل ہیں اور خدا ہدایت کرنے والا ہے

قطب[1] شیر و صید کردن کارِ اُو
قطب شیر ہے اور شکار کرنا اس کا کام ہے

باقیاں ایں خلق باقی خوارِ اُو
باقی یہ مخلوق اس کا بچا ہوا کھانے والی ہے

تا توانی دَر رضائے قطب کوش
تجھ سے جب تک ہو سکے قطب کو راضی رکھنے کی کوشش کر

تا قوی گردد کُند صیدِ وحوش
تاکہ وہ قوی ہو جائے اور وحشی جانوروں کا شکار کرے

چوں[2] برنجد بینوا مانند خلق
جب وہ رنجیدہ ہو جائیگا، مخلوق بے سروسامان رہ جائیگی

کز کفِ عقلست جملہ رزقِ خلق
کیونکہ تمام لوگوں کی روزی عقل کے ہاتھوں سے ہے

زانکہ وجدِ خلق باقی خوردِ اوست
کیونکہ مخلوق کی روزی اس کا پس خوردہ ہے

ایں نگہدار ار دلِ تو صید جوست
اگر تیرا دل شکاری ہے تو اس کا خیال رکھ

اُو[3] چو عقل و خلق چوں اعضائے تن
وہ عقل کی طرح اور مخلوق جسم کے اعضاء کی طرح ہے

بستہ عقل ست تدبیرِ بدن
جسم کی تدبیر عقل سے وابستہ ہے

ضعفِ قطب از تن بُود از روح نے
قطب کی کمزوری جسم کی ہوتی ہے نہ کہ روح کی

ضعف در کشتی بُود در نوحؑ نے
کمزوری کشتی میں ہوتی ہے نہ کہ نوحؑ میں

قطب آں باشد کہ گردِ خود تند
قطب وہ ہوتا ہے جو اپنے گرد گھومتا ہے

گردشِ افلاک گردِ اُو بُود
آسمانوں کی گردش اس کے گرد ہوتی ہے

---

[1] قطب۔ جو شخص اپنے دور کا قطب ہوتا ہے وہ اسرار و معارف کا براہ راست استفادہ کرتا ہے اور دوسرے اولیاء، اوتاد، نجباء اور نقباء اس کے واسطے سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ تا توانی۔ ہر مرد فرض ہے کہ وہ قطب زمانہ کی خوشنودی حاصل کرے اور اس کو خوش رکھے۔

[2] چوں برنجد۔ اگر قطب رنجیدہ ہو جاتا ہے تو بقیہ لوگ بے سروسامان رہ جاتے ہیں۔ وجد خلق۔ بقیہ لوگوں کی روزی اس کا پس خوردہ ہے۔

[3] او چو عقل۔ قطب اور بقیہ مخلوق کی وہی نسبت ہے جو عقل اور بقیہ اعضاء کی، اعضاء عقل کے ذریعہ خوراک حاصل کرتے ہیں۔ ضعف۔ قطب پر روحانی ضعف طاری نہیں ہو سکتا گزشتہ اشعار میں جس کے جس ضعف کا ذکر ہے وہ محض جسمانی ضعف ہے اس کی روح اور جسم کی وہی نسبت ہے جو حضرت نوحؑ اور کشتی کی تھی۔ یار ہے۔ قطب کو جس مدد کی ضرورت ہے وہ اس کی جسمانی مدد ہے۔

یاریے دہ در مرمتِ کشتیش
اُس کی کشتی کی مرمت میں مدد کر

گر غلامِ خاص و بندہ گشتیش
اگر تو اُس کا خاص غلام اور بندہ ہو گیا ہے

یاریت در تو فزاید نے درو
تیری مدد تجھ میں اضافہ کرے گی نہ کہ اُس میں

گفت حق اِن تنصروا اللہ ینصرہ
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا

ہمچو روبہ صید گیر و کن فدیش
لومڑی کی طرح شکار کر اور اُس پر قربان ہو جا

تا عوض گیری ہزاراں صید بیش
تاکہ تو ہزاروں سے زیادہ شکار بدلے میں حاصل کرے

روبہانہ باشد آں صیدِ مرید
مرید کا شکار لومڑی کی طرح کا ہوتا ہے

مُردہ گیرد صید کفتارِ مرید
سرکش بجو مُردے کا شکار کرتا ہے

مُردہ پیشِ اُو کشی زندہ شود
تو اُسکے سامنے مُردہ پھینکے گا وہ زندہ ہو جائے گا

چرک در پالیز رویندہ شود
کھاد، فالیز میں اُگانے والا بن جاتا ہے

۲۵ یاریت۔ تو جو کچھ قطب کی بدنی خدمت کریگا وہ تیرے لئے ہی مفید ہے۔ گفت آنحضرتؐ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اُس مدد کا فائدہ تمہیں بصورت مددِ خداوندی حاصل ہوگا۔ ہمچو روبہ۔ جس طرح لومڑی شیر کے لئے شکار لاتی ہے اور اُس سے خود فائدہ اُٹھاتی ہے اسی طرح تم جو بھی قطب کی بدنی خدمت کروگے خود فائدہ اُٹھاؤ گے۔ مُرید۔ قطب کا ارادتمند جو کچھ قطب کو دے گا وہ لومڑی کے شکار کی طرح ہوگا کہ خود اُسکو مفید پڑیگا۔ مُردہ۔ قطب کا منکر بجو ہے جس کی کمائی مُردار ہوتی ہے لیکن قطب کے پاس پہنچ کر اُس کا مُردار بن زاہل ہو جاتا ہے جس طرح گوبر کا کھاد فالیز میں جا پڑتا ہے تو اُس کی خاصیت بدل جاتی ہے۔

شرح قطب شیر ہے اور اس کا کام شکار کرنا ہے اور باقی لوگ اُس کا بچا ہُوا کھانے والے ہیں یعنی قطب حقائق و معارف کو حق سبحانہٗ سے حاصل کرتا اور دوسروں پر افاضہ کرتا ہے۔ پس تم سے جہاں تک ہو سکے قطب کو خوش رکھو اور ان کی مالی خدمت کرتے رہو تاکہ وہ قوی ہو جائے اور وحوش معارف و حقائق کا شکار کرے اور اس میں سے تمہیں بھی دے اس کی قوت کی اسلئے ضرورت ہے کہ جب وہ ضعیف و بیمار ہوتا ہے اور طاعات جسمانیہ پر قادر نہیں ہوتا تو مخلوق ان فیوض و برکات سے محروم ہو جاتے ہیں جبکہ وہ بذریعہ طاعاتِ جسمانیہ کے حاصل کر کے مخلوق کو ان سے مستفیض کرتا کیونکہ وہ بمنزلہ عقل کے

ہے اور مخلوق بمنزلہ حلق کے اور حلق کو جس قدر غذا ملتی ہے وہ بتوسط عقل کے ملتی ہے پس مخلوق کو جس قدر غذائے روحانی ملتی ہے وہ بتوسط قطب ملتی ہے اور بصورت ضعف قطب اسکی اکتساب سے عاجز ہے اسلئے مخلوق کا حرمان لازم ہے کیونکہ مخلوق کو جو کچھ ملتا ہے وہ اس کا پس ماندہ تھا۔

اور صورت مذکورہ میں اس کو وہ غذائے خاص حاصل ہی نہیں ہوئی تو مخلوق کو کیا ہے پس اگر تمہارا دل صید معارف کا شائق ہے تو اس نکتہ کا لحاظ رکھو! اور شیخ کی خوب خدمت کرو تاکہ وہ کمزور نہ ہونے پائے اور پوری قوت کے ساتھ... طاعات جسمانیہ میں مصروف ہوکر خوب غذائے معارف حاصل کرے اور مخلوق کو اس سے بہرہ مند کرے اسی لئے کہ وہ بمنزلہ عقل کے ہے اور مخلوق بمنزلہ اعضائے جسمانیہ کے اور تدبیر و تربیت اعضا عقل سے وابستہ ہے لہٰذا عقل کی صحت ضروری ہے۔

ہم نے جو کہا تھا کہ قطب کو راضی کرو اور اسکی خوب خدمت کرو تاکہ وہ قوی ہو جائے ۔ اس سے معلوم ہوا تھا کہ قطب ضعیف بھی ہو جاتا ہے پس تم سمجھو کہ اس کا ضعف صرف جسمانی ہوتا ہے نہ کہ روحانی۔ اور ضعف اس کی کشتی تن میں آتا ہے نہ کہ نوح روح میں۔ کیونکہ قطب تو وہ ہوتا ہے جو اپنا مدار خود ہو۔ اور افلاک اسکے گرد گھومتے ہیں پس جو عالم کا محتاج الیہ ہو وہ کیونکر ضعیف اور محتاج تقویت ہوگا۔ ہاں اسکی کشتی تن میں ضعف اور شکستگی آسکتی ہے پس تم اگر اس کے غلام خاص ہو تو اسکو کشتی تن کی اصلاح میں مدد دو اور یہ نہ سمجھو کہ ہم شیخ کو نفع پہنچا رہے ہیں کیونکہ اس خدمت میں خود تمہارا فائدہ ہے نہ کہ اس کا۔ کیونکہ اسکی اعانت حق سبحانہٗ کی اعانت ہے اور حق سبحانہٗ کی اعانت میں حق سبحانہٗ کا کچھ فائدہ نہیں۔ بلکہ خود تمہارا فائدہ ہے کہ حق سبحانہٗ تمہاری اعانت کرتے ہیں ــــــ چنانچہ فرماتا ہے ان تنصروا اللہ ینصرکم۔

پس حاصل یہ ہے کہ تم شکار کرو اور کماؤ اور شیخ پر قربان کردو۔ اسکی

معاوضہ میں تم کو ہزاروں صید معارف ملیں ــــ یاد رکھو ؛ کہ مُرید خاص کی کمائی شیخ کے لیے ہوتی ہے جیساکہ اس لومڑی کا شکار شیر کے لیے ــ اسلئے اس کی کمائی دنیا نہیں ہوتی ۔ جس کو حدیث میں جیفہ اور مُردار کہا گیا ہے برخلاف اسکے جو شخص اپنے نفس کے لیے کماتا ہے اس کی مثال ہنڈار کی سی ہے اور اسکی کمائی دنیا اور مردار ہے لیکن ــ اگر تم نے اپنے ہی نفس کے لیے کمایا تھا اور اب تم اس سے شیخ کی خدمت کرو ۔ تو گو وہ اول مُردار یعنی دنیا تھا مگر اب وہ زندہ یعنی دین ہو جائے گا اور اسکی مثال ایسی ہو گئی جیسے کہ کھیت میں کھاد ڈالا جاتے اور وہاں وہ نبات بن جائے اور کھانے کے قابل بن جائے ۔

(فائدہ : قال مجدد الملة والدین افاض اللہ علینا من برکاتہ فی تقریر المقام قولہ ناتوانی در رضائے قطب کوش الخ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خود اس پر معارف کا فیضان تمہاری ارضا اور خدمت پر موقوف ہے ۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ فیضان للافاضۃ علیک موقوف ہے اس پر ۔ راز اس میں یہ ہے کہ وہ راضی ہو کر تمہارے افاضہ کی طرف متوجّہ ہو گا ۔

اور اس توجہ و جوش کے وقت عادۃ اللہ یہ ہے کہ اس پر خاص اسرار نفع خلق کے لیے فائض ہوتے ہیں ۔ بخلاف خلوت کے کہ اس وقت اکثر فیضان خود اسکے انتفاع کے لیے فائض ہوتے ہیں ۔ اسلئے آگے فرماتے ہیں ؎

ما دیت در تو خزاید نے درو الخ انتہی لفظہ الشریف)

جوابِ گفتنِ رُوباہ شیر را

لومڑی کا شیر کو جواب دینا

گفت[۳] رُوبہ شیر را خدمت کُنم | حیلہا سازم زعقلش بَرکنم
لومڑی نے شیر سے کہا میں خدمت بجالاؤں گی | تدبیریں کروں گی اسکو عقل سے بیگانہ کردوں گی

حیلۂ وافسوں گری کارِ من ست | کارِ من دَستاں وازرہ بُردن ست
حیلہ اور منتر پڑھنا میرا پیشہ ہے | میرا پیشہ، مکر اور دھوکا دینا ہے

از سَرِ کُہ جانبِ جُو میشتافت | یک خرِ مسکینِ لاغر را بیافت
پہاڑ پرسے، نہر کی جانب دوڑ رہی تھی | ایک کمزور مسکین گدھے کو پالیا

پس سلامے گرم کرد و پیش رفت | پیشِ آں سادہ دِلے درویش رفت
گرم جوشی سے سلام کیا اور سامنے آگئی | اُس سیدھے اور غریب کے سامنے آگئی

گفت[۱] چونی اندریں صحرائے خشک | درمیانِ سنگلاخ و جائے خُشک
بولی، اس خشک میدان میں آپ کیسے ہیں؟ | پتھریلی زمین اور خشک جگہ میں

گفت خر گر در غمم ور در اِرَم | قِسمتم حق کرد و من زاں شاکرم
گدھے نے کہا میں خواہ غم میں ہوں یا جنت میں | اللہ نے میرا حصہ بنایا ہے میں اسپر شکرگذار ہوں

شُکر گویم دوست را در خیر و شر | زانکہ ہست اندر قضا از بَد بتر
اچھائی اور برائی میں دوست کا شکر ادا کرتا ہوں | کیونکہ حکمِ خداوندی میں بُرے سے بھی زیادہ بُرا ہے

چونکہ قسّام اوست کفر آمد گِلہ | صبر باید صبر مفتاح الصِلہ
جبکہ وہ تقسیم کرنے والا ہے تو شکوہ کفر ہے | صبر کرنا چاہیے، صبر عطیہ کی کنجی ہے

باز گفت الصّبرُ مِفتاحُ الفَرَج | صابراں را کے رَسد جَور و حَرَج
پھر اُس نے کہا صبر کشادگی کی کنجی ہے | صبر کرنے والوں کو سختی اور تنگی کب آتی ہے؟

راضیم[۲] من قسمتِ قسّام را | کہ خداوند ست خاص و عام را
میں تقسیم کرنے والے کی تقسیم پر راضی ہوں | کیونکہ وہ خاص و عام کا آقا ہے

بہرہ ور از نعمتِ اُو خاص و عام | میرساند روزیِ وحش و ہَوام
اُس کی نعمت سے خاص و عام فائدہ اٹھاتے ہیں | وہ وحشی جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کو روزی پہنچاتا ہے

مُرغ و ماہی قسمتِ خود میخورند | مور و مار از نعمتِ اُو می چرند
پرند اور مچھلیاں اپنا حصہ کھاتے ہیں | چیونٹیاں اور سانپ اس کی نعمت کھاتے ہیں

[۱] گفت۔ لومڑی نے گدھے سے کہا آپ اس خشک پتھریلے جنگل میں کیوں پڑے ہوئے ہیں۔ گفت خر۔ گدھے نے کہا یہ خدائی تقسیم ہے جو میرا حصہ ہے میں اسی پر راضی ہوں۔ زانکہ۔ انسان کو ہر حالت میں شکر ادا کرنا چاہیے۔ اور سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس سے بدتر حالت میں نہیں کیا۔ چونکہ۔ اللہ کی تقسیم پر شکوہ کفر ہے۔ الصبر۔ صبر کرنے سے کشادگی پیدا ہو جاتی ہے۔

[۲] راضیم۔ رزق خدا کا تقسیم کردہ ہے جبکہ وہ سب کا مالک ہے تو اس کی تقسیم پر راضی رہنا ضروری ہے۔ ہوام۔ کیڑے مکوڑے۔ مرغ۔ جس قدر جانور ہیں سب اُس کی ہی نعمتوں سے رزق حاصل کر رہے ہیں دنیا کی ساری مخلوق اُس کے ہی خوانِ نعمت سے روزی حاصل کر رہی ہے

[۳] گفت روبہ۔ لومڑی نے شیر سے کہا میں حکم کی تعمیل کروں گی اور اپنی تدبیر سے شکار کو بے وقوف بنا دوں گی۔ دستاں۔ مکر۔ خر مسکیں۔ یعنی وہی دھوبی کا گدھا لومڑی اس کے پاس پہنچی اور اس کو گرم جوشی سے سلام کیا۔

خوانِ اُو سرتاسرِ عالم گرفت — بر سرِ خوانش خلائق در شگفت
اُس کے دسترخوان نے پورے عالم کو گھیر لیا ہے — مخلوق اُس کے دسترخوان پر تعجب میں ہے

میخورند و ہیچ کم نایَد ازاں — کیست بے روزی بگو اندر جہاں
وہ کھا رہے ہیں اور اُس میں کوئی کمی نہیں آتی ہے — بتا، دنیا میں بے روزی کون ہے!

باش راضی گر توئی دل زندہ — کُو رَساند روزیِ ہر بندہ
اگر تو زندہ دل ہے، راضی رہ — وہ ہر بندہ کو روزی پہنچاتا ہے

غیرِ حق جملہ عدُو اند اُوست دوست — با عدُو از دوست شکوہ کے نکوست
اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ سب دشمن ہیں وہ دوست ہے — دشمن سے دوست کا شکوہ کب بھلا ہے؟

شکر کُن تا نایدت از بد بتر — ورنہ مانی ناگہاں در گِل چو خر
شکر ادا کرتا رہ، تاکہ تجھے بُرے سے بدتر نہ ملے — ورنہ تو کیچڑ کے گدھے کی طرح رہ جائے گا

تا دہد دو غم نخواہم انگبیں — زانکہ ہر نعمت غمے دارد قریں
جب تک وہ مجھے چھاچھ دیگا میں شہد نہ مانگونگا — کیونکہ ہر نعمت اپنے ساتھ کوئی غم رکھتی ہے

گنج بے مار و گُل بے خار نیست — شادیِ بے غم دریں بازار نیست
خزانہ بغیر سانپ کے اور پھول بغیر کانٹے کے نہیں ہے — بغیر غم کی خوشی اس بازار میں نہیں ہے

یک حکایت یاد دارم از پدر — در نصیحت گفت روزے کاے پسر
مجھے باپ کی ایک کہانی یاد ہے — اُس نے ایک روز نصیحت میں کہا اے بیٹا!

حکایت دیدنِ خرِ سقائے بانوائے اسپانِ تازی را در آخرِ خاص و تمنا بردن آں دولت را، در موعظہ آنکہ تمنا

سقے کے گدھے کا، خاص اصطبل میں ساز و سامان کے ساتھ عربی گھوڑوں کو دیکھنے کی حکایت اور اُس دولت کی تمنا کرنا اِس نصیحت کے بارے میں کہ

نباید بُردن اِلّا مغفرت و عنایت کہ اگرچہ صد گوں رنجے
سوائے مغفرت اور مہربانی کے تمنا نہ کرنی چاہیئے خواہ سینکڑوں تکالیف ہوں

بُوَد چوں لذتِ مغفرت بُوَد ہمہ شیریں شود، باقی ہر دولتے
جب مغفرت کی لذت حاصل ہو جائیگی وہ (تکالیف) سب شیریں ہو جائینگی بقیہ ہر

کہ آں را نا آزمودہ تمنا میبری باآں رنجے قرین ست
دولت کی بغیر آزمائے تو تمنا کرے تو اُس کے ساتھ کوئی تکلیف ہوگی جس کو تو

کہ آں را نمی بینی چنانکہ از ہر دامے دانہ پیدا شود و
نہیں دیکھ رہا ہے جیساکہ ہر جال کا دانہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور جال پنہاں ہوتا ہے

---

۱ می خورند۔ ساری مخلوق کو وہ روزی پہنچا رہا ہے کوئی جاندار روزی سے محروم نہیں ہے۔ غیر حق۔ اللہ کے علاوہ سب دشمن ہیں وہ سب کا دوست ہے تو دوست کا شکوہ دشمن سے کرنا بیوقوفی ہے۔

۲ شکر کن۔ جس حالت میں بھی جو ہے اُس کو شکر گزار ہونا چاہیئے کہ اس سے بدتر حالت میں نہیں ہے۔ تا دہد۔ جب تک مجھے معمولی روزی حاصل ہے میں بڑھیا روزی کی خواہش نہ کرونگا کیونکہ ہر بڑھیا نعمت کے ساتھ کوئی نہ کوئی تکلیف وابستہ ضرور ہوتی ہے، خزانے کے ساتھ سانپ ہے پھول کے ساتھ کانٹا ہے۔

۳ حکایت۔ اس حکایت سے یہ سمجھانا ہے کہ شاہی اصطبل کے گھوڑوں کو اچھی خوراک ملتی تھی تو اُس کے ساتھ انھیں جنگ میں تیر بھی کھانے پڑے۔ در موعظہ۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ مغفرت اور اللہ کی عنایت کا طالب بنے اگر اُس کو یہ چیز حاصل ہو جائیگی تو مصائب کی تلخی شیرینی سے بدل جائے گی اگر انسان نہ آزمائی ہوئی نعمت کی تمنا کرے گا تو اُس کے ساتھ کی مصیبت سے پریشان ہو جائے گا۔

۴ چنانکہ۔ دنیا کی ہر نعمت کے ساتھ کوئی مصیبت وابستہ ہے، دانہ ہے تو اُس کے ساتھ جال بھی ہے انسان دانہ کی تمنا کرتا ہے لیکن وہ جال سے غافل ہوتا ہے۔

فخ پنہانے تو در ہر یک دامے ماندہ و تمنا میبری
تو اس جال میں پھنسے ... تمنا کرتا ہے کاش کہ اس دانے

کہ کاشکے باآں دانہا رفتمے پنداری کہ آں دانہا
تک پہنچ جاتا تو سمجھتا ہے کہ وہ دانے

بیدام است
بیر جال کے ہیں

بود سقائے مر اُورا یک خرے
ایک سقہ کا ایک گدھا تھا

گشتہ از محنت دوتا چوں چنبرے
مشقت کی وجہ سے حلقہ کی طرح دُہرا ہو گیا تھا

پشتش از بارِ گراں دہ جا ریش
بھاری بوجھ کی وجہ سے اُسکی کمر دس جگہ سے زخمی تھی

عاشق و جویائے روزِ مرگ خویش
وہ اپنی موت کے دن کا جویاں اور عاشق تھا

جو کجا از کاہِ خشک اُو سیر نے
جو کہاں! وہ خشک گھاس سے بھی پیٹ بھرا نہ تھا

در عقب زخمے و سیخِ آہنے
پیچھے زخم اور لوہے کی سیخ

میرِ آخر دید اُو را رحم کرد
اصطبل کے داروغہ نے اسکو دیکھا، رحم کیا

کاشنائے صاحبِ خر بود مرد
کیونکہ وہ گدھے کے مالک کا آشنا سا تھا

پس سلامش کرد و پرسیدش ز حال
اس کو سلام کیا اور اس سے حال پوچھا

کز چہ ایں خر گشت دوتا ہمچو دال
کہ یہ گدھا دال کی طرح کیوں دُہرا ہو گیا؟

گفت از درویشی و تقصیرِ من
اُس نے کہا میری مفلسی اور کوتاہی سے

کہ نمی یابد خوایں بستہ دہن
کیونکہ اس بے زبان کو جو نہیں ملتے ہیں

گفت بسپارش بمن تو روز چند
اس نے کہا اس کو چند دن کیلئے میرے سپرد کر دے

تا شود در آخرِ شہ زورمند
تاکہ شاہی اصطبل میں طاقتور بن جائے

خر بدو بسپرد و از رحمت برست
اس نے گدھا اس کے سپرد کر دیا اور زحمت سے چھوٹ گیا

درمیانِ آخرِ سلطانش بست
اس نے اس کو شاہی اصطبل میں باندھ دیا

خر ز ہر سو مرکبِ تازی بدید
گدھے نے ہر جانب عربی گھوڑے دیکھے

با نوا و فربہ و خوب و جدید
با سر و سامان اور موٹے اور عمدہ اور نئے

زیرِ پاشاں رُوفتہ و آبے زدہ
انکے پاؤں کی زمین جھاڑو دی ہوئی اور پانی چھڑکا ہوئی

کہ بوقت و جو بہنگام آمدہ
گھاس اور جو بروقت حاضر

خارش و مالش مر اُسپاں را بدید
گھوڑوں کی مالش۔ اور کھریرا دیکھا

پوز بالا کرد کاے ربِّ مجید
اس نے منہ اوپر اٹھا کر اے بزرگ پروردگار!

سلہ عاشق۔ اُس گدھے کو مصیبتوں کی وجہ سے موت کی تمنا تھی۔ جو کجا۔ اُس گدھے کو جو تو درکنار خشک گھاس بھی پیٹ بھر نہ ملتی تھی اور ہر وقت لوہے کی سیخ سے پٹتا تھا جس سے اس کی پشت زخمی تھی۔ میرآخر۔ داروغہ اصطبل۔ دآل۔ حرف دال مُڑی ہوئی شکل کا ہوتا ہے۔ بستہ دہن۔ بے زبان۔ آخرِ شہ۔ شاہی اصطبل۔

سلہ خر۔ دھوبی کے گدھے نے شاہی اصطبل میں عربی گھوڑے دیکھے جو بہت عمدہ حالت میں تھے۔ زیر پا… اصطبل کی زمین پر چھڑکاؤ ہوتا اور گھاس اور دانہ بروقت سب گھوڑوں کو ملتا۔ خارش۔ اُن کے بدن پر کھریرا پھرتا اور مالش ہوتی۔ پوز۔ اُس گدھے نے آسمان کی طرف منہ کر کے دعا شروع کر دی کہ اللہ میاں میں بھی تیری مخلوق ہوں میں اس مصیبت میں کیوں ہوں۔

نہ کہ مخلوقِ توام گیرم خرم
کیا میں تیری مخلوق نہیں ہوں؟ (مانا کہ میں گدھا ہوں)

از چہ زار و پُشت ریش و لاغرم
میں کس وجہ سے عاجز اور زخمی کمر اور لاغر ہوں

شب[۵۴] دَرد پُشت و از جوعِ شکم
رات کو کمر کے درد اور پیٹ کی بھوک سے

آرزومندم بمُردن دمبدم
لحہ بلحہ میں مرنے کا آرزومند ہوں

حالِ ایں اسپاں چُنیں خوش با نوا
ان گھوڑوں کی ایسے ساز و سامان کے ساتھ عمدہ حالت

من چہ مخصوصم بتعذیب و بلا
میں عذاب اور مصیبت کے ساتھ مخصوص کیوں ہوں؟

ناگہاں[۵۵] آوازۂ پیکار شُد
اچانک جنگ کا اعلان ہو گیا

تازیاں را وقتِ زین و کار شُد
عربی گھوڑوں کی زین اور کام کا وقت آگیا

زخمہائے تیر خوردند از عدو
انھوں نے دشمنوں کے تیروں کے زخم کھائے

رفت پیکانہا درایشاں سو بسو
جگہ جگہ ان میں تیر گھس گئے

از غزا باز آمدند آں تازیاں
وہ عربی گھوڑے جنگ سے لوٹے

اندر آخر جملہ افتادہ ستاں
اصطبل میں سب چت پڑے ہوئے تھے

پایہاشاں بستہ محکم با نوار
نوار سے اُن کے پاؤں مضبوط بندھے ہوئے تھے

نعلبنداں ایستادہ در قطار
نعلبند ان میں کھڑے تھے

می شگافیدند تنہاشاں بنیش
انھوں نے نشتر سے اُن کے بدنوں میں چیرا دیا

تا بروں آرند پیکانہا ز ریش
تاکہ زخم سے تیر باہر نکالیں

چوں خر[۵۶] آں را بدید میگفت اے خدا
جب گدھے نے انھیں دیکھا کہا اے خدا!

من بفقر و عافیت دادم رضا
میں نے مفلسی اور آرام پر رضامندی دی

زاں نوا بیزارم و زیں زخم زشت
میں اُس سروسامان سے اور اس بُرے زخم سے بیزار ہوں

ہر کہ خواہد عافیت دنیا بہشت
جس نے عافیت چاہی اُس نے دنیا چھوڑ دی

۵۴ شب۔ دن کی پٹائی سے رات بھر درد میں اور بھوک میں گذارتا ہوں اور ہر وقت موت کی تمنا کرتا ہوں یہ عربی گھوڑے کس قدر عیش و عشرت میں ہیں تو نے مجھے مصیبت کیلئے کیوں مخصوص کیا ہے۔

۵۵ ناگہاں۔ کچھ ہی دن بعد جنگ کا اعلان ہو گیا اور ان عربی گھوڑوں پر زین کسے جانے کا موقع آگیا۔ زخمہا۔ یہ گھوڑے فوج کے ساتھ میدانِ جنگ میں گئے اور وہاں دشمنوں کے نیزوں اور تیروں سے زخمی ہوئے۔ از غزا۔ جنگ سے واپس آکر یہ گھوڑے اصطبل میں چت گر گئے۔۔۔ پایہای۔ نعلبندوں نے اُن کے پاؤں نوار سے کسے اور تیر نکالنے کے لئے اُن کے بدنوں میں شگاف کرنے شروع کر دیئے۔

۵۶ چوں خر۔ دھوبی کے گدھے نے جب عربی گھوڑوں کی یہ حالت دیکھی تو دعا کرنے لگا کہ میں فقر اور عافیت پر راضی ہوں ساز و سامان کے ساتھ یہ زخم خوری مجھے منظور نہیں ہے۔ گفت۔ گدھے کی تقریر سن کر لومڑی نے کہا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رزق تلاش کرو لہٰذا حلال رزق کی طلب فرض ہے۔

شرح

لومڑی نے شیر سے کہا کہ میں حضور کی خدمت کروں گی اور میں ایسی تدبیریں کروں گی کہ شکار کو احمق بنا دوں گی۔ چالاکی اور منتر پھونکنا تو... میرا خاص کام ہے کیونکہ میرا کام ہی فریب دینا اور بے راہ کرنا

ہے - یہ کہہ کر وہ روانہ ہوگئی - وہ پہاڑ پر سے ندی کے طرف جا رہی تھی کہ ایک بے چارہ گدھا راہ میں اُسے مل گیا اُس نے اُسے نہایت تپاک سے سلام کیا اور آگے بڑھ کر اس احمق نفیق کے پاس گئی۔ وہاں جاکر اُس نے کہا کہ آپ اس خشک جنگل میں پتھریلی زمین اور خشک مقام میں کیوں رہتے ہیں - گدھے نے جواب دیا کہ میں مصیبت میں ہوں یا راحت میں - جس حال میں بھی ہوں اس پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کیونکہ میرا یہ حصہ اسی نے مقرر کیا ہے - اور میں اس دوست کا بھلائی، بُرائی ہر دو حالت میں شکر ادا کرتا ہوں - بھلائی میں شکر کرنا تو ظاہر ہے برائی میں شکر اس سے کرتا ہوں کہ تقدیر الٰہی میں بُری حالت سے بھی زیادہ میری حالت ہے پس میں اس کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے زیادہ بُرائی سے بچا لیا اور چونکہ تقسیم کرنے والا وہ ہے اسلئے میں گلہ نہیں کرتا کیونکہ خدا کی شکایت کُفر ہے بلکہ شکر کرتا ہوں - اور صبر بھی جانتے ہیں کیونکہ صبر انعام خداوندی کا ذریعہ ہے یہ جواب اس نے لومڑی کو دیا اور یہ بھی کہا کہ صبر فراخی کا ذریعہ ہے، اسلیئے میں صبر کرتا ہوں کیونکہ صابروں کو تکلیف اور تنگی نہیں ہوتی - بلکہ ان کا صبر تکلیف کو کالعدم کر دیتا ہے -

الغرض! میں قسام ازل کی تقسیم پر راضی ہوں کیونکہ وہ عوام و خواص سب کا مالک ہے اور سب کی خبر لیتا ہے اسکے انعام سے عوام و خواص سب متمتع ہیں اور وہ وحوش اور کیڑوں سے مکوڑوں تک کو روزی دیتا ہے - ہوا میں پرندے اور پانی میں مچھلیاں اپنا حصہ کھاتے ہیں اور چیونٹی اور سانپ تک اسکی نعمت کھاتے ہیں اس کا خوان عالم کے اس سرے سے دوسرے سرے تک پھیلا ہوا ہے اور اس خوان پر مخلوق بیٹھی ہوئی متعجب ہے کیونکہ وہ اس میں سے کھاتے ہیں اور اس میں ذرہ برابر کمی نہیں آتی - اب مولانا مضمون ارشاد ی فرماتے ہیں کہ تم بتلاؤ کہ — جہاں میں کون ہے جسے رزق نہیں ملتا - لامحالہ - تم... یہی کہوگے کہ کوئی نہیں تو جب حق سبحانہٗ ایسے منعم اور ایسے محسن ہیں کہ ہر کسی کو لامحالہ رزق پہنچاتے ہیں تو اگر تم زندہ ولی ہو تو تم کو خوش رہنا چاہیئے کیونکہ وہ ہر بندے کو روزی پہنچاتا ہے

لہٰذا تم کو بھی پہنچائے گا اور ہرگز شکایت نہ کرنی چاہیئے کیونکہ جس سے تم شکایت کروگے وہ غیر خدا ہوگا اور غیر خدا دشمن ہے۔ پس یہ شکایت ہوگی دوست کی دشمن سے اور دوست کی شکایت دشمن سے کب اچھی بات ہے اور جو حالت بھی ہو۔ اس پر تم کو شاکر رہنا چاہیئے۔ تاکہ اس سے زیادہ برائی تم کو لاحق نہ ہو۔ ورنہ تم مصیبت میں یوں پھنس کر رہ جاؤ گے جیسے گدھا دلدل میں۔

اس مضمون کو ختم کر کے گدھے کے بیان کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گدھے نے کہا کہ میری تو یہ حالت ہے کہ جب تک مجھے چھاچھ (قوت لایموت) ملے میں شہد (عمدہ غذا) نہیں مانگتا۔ اسلئے کہ ہر نعمت کے ساتھ ایک مصیبت ہوتی ہے اور جس طرح کوئی خزانہ بے سانپ کے اور کوئی گل بے خار کے نہیں ہے یوں ہی دنیا میں کوئی خوشی بے غم کے نہیں ہے پس ہر نعمت کی خواہش کرنا تمنا ہے اُس مصیبت کے جو اس کے ساتھ ہوتی ہے۔

اس کے متعلق مجھے اپنے باپ سے ایک حکایت ہے سُنو! انہوں نے نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ بیٹا ایک سقہ تھا اور اس کے پاس ایک گدھا تھا وہ گدھا تکلیف کے سبب حلقہ کی طرح ٹیڑھا ہوگیا تھا اور بھاری بوجھ کے سبب اس کی کمر متعدد مقامات سے زخمی تھی اور وہ مصیبت کے سبب اپنی موت کے دن کا عاشق اور اس کا طالب تھا۔ اُسے قوت کہاں نصیب تھی!..... گھاس بھی پیٹ بھر کر نہ ملتا تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ آر کے کوچوں سے.. پیٹھ زخمی ہو رہی تھی اسکی یہ حالت دیکھ کر داروغہ اصطبل نے اس پر رحم کیا۔ کیونکہ وہ گدھے والے کا دوست تھا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک روز داروغہ مذکور سقے کے پاس آیا اور سلام کیا اور حالت دریافت کی اور کہا کہ یہ گدھا حرف دال کی طرح خمیدہ کیوں ہو رہا ہے اس نے جواب دیا کہ میری مفلسی ہے اور کمی معاش کے سبب۔ کیونکہ۔ اس بے زبان کو جَو نہیں ملتے اس نے کہا کہ اچھا چند روز کے لیے ------

تم اسے میرے حوالہ کر دو تاکہ یہ شاہی اصطبل میں رہ کر قوی ہو جائے اُسنے گدھا اسکے حوالے کر دیا۔ اور خود مصیبت سے چھوٹ گیا۔ داروغہ نے اسے لے جاکر شاہی اصطبل میں باندھ دیا۔ گدھے نے وہاں پہنچکر دیکھا کہ ہر طرف عربی گھوڑے کھڑے ہیں جو کہ با سامان اور موٹے تازے اور عمدہ اور نئے ہیں ان کا تھان صاف اور چھڑکاؤ کیا ہوا ہے اور وقت پر گھاس ملتا ہے اور وقت پر جَو آتے ہیں نیز اسنے دیکھا کہ ... گھوڑوں کے کھرا کیا جاتا ہے اور ان کو مَلا دلا جاتا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر اُسنے آسمان کی طرف منہ کیا۔ اور... کہاکہ اے اللہ! رب مجید! مانا کہ میں گدھا ہوں مگر کیا تیری مخلوق نہیں ہوں۔ پھر کیا بات ہے کہ میں مصیبت زدہ ہوں اور میری کمر زخمی ہے اور دُبلا ہوں۔ اور رات کو پیٹھ کی تکلیف اور پیٹ کی بھوک سے ہر دم مرنے کا متمنی ہوں۔ مگر گھوڑوں کی جگہ ایسی اچھی اور با سامان ہے۔ پس میں اس عذاب اور مصیبت کے ساتھ کیوں مخصوص کیا گیا ہوں اسکے بعد دفعۃً اعلان جنگ ہوگیا اور گھوڑوں پر زین کسنے اور ان سے کام لینے کا وقت آگیا اور وہ دشمن کے مقابلہ پر بھیج دیے گئے وہاں انہوں نے دشمن کے ہاتھ سے تیر کھائے اور ان کے جسموں میں ہر طرف پیکانیں گھس گئیں۔ آخر کار وہ جنگ سے واپس آئے اور اصطبل میں ان کو چت لٹایا گیا اور ان کے پاؤں نوار سے مضبوط باندھے گئے اور نعلبند قطار و قطار کھڑے ہوئے۔ ان کے جسموں کو نشتر سے چیرتے تھے تاکہ ان کے زخموں سے پیکانیں نکالیں .... جب گدھے نے یہ حالت دیکھی تو کہاکہ اے اللہ! میں فقر اور عافیت پر راضی ہوں اور انہیں ساز و سامان اور زخم سے بیزارت ظاہر کرتا ہوں۔

خلاصہ یہ کہ جو شخص عافیت چاہے اس کو چاہیئے کہ دنیا کو چھوڑ دے اور تلذذات و نعمات کے پیچھے نہ پڑے۔ فائدہ: ہر کہ خواہد عافیت مولانا کا مقولہ ہے جو بطور انتقال کے ہے۔ واللہ اعلم)

جوابِ گفتن روباہ خر را

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

گفت روبہ جُستنِ رزقِ حلال
لومڑی نے کہا، حلال رزق کا تلاش کرنا

فرض باشد از برائے امتثال
حکم بجا لانے کے لئے فرض ہوتا ہے

عالمِ اسباب و رزقے بے سبب
یہ عالم اسباب ہے اور بغیر سبب کے رزق

می نیاید پس مہم باشد طلب
حاصل نہیں ہوتا ہے، تو طلب کرنا ضروری ہے

وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللهِ است امر
"اور اللہ کا فضل طلب کرو" حکم ہے

تا نباید غصب کردن ہمچو نمر
تاکہ چیتے کی طرح چھیننا نہ پڑے

گفت پیغمبر کہ بر رزق اے فتیٰ
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ اے نوجوان! رزق کا

در فرو بست ست و بر در قفلہا
دروازہ بند ہے اور دروازے پر تالے ہیں

جُنبش و آمد شدِ ما و اکتساب
ہماری حرکت اور آنا جانا اور کمانا

ہست مفتاحے بر آں قفل و حجاب
اُس تالے اور پردے کی کنجی ہے

بے کلید ایں در کشادن راہ نیست
بغیر کنجی کے اس دروازے کے کھلنے کی راہ نہیں ہے

بے طلب ناں سُنّتِ اللہ نیست
بغیر جستجو کے روٹی اللہ کی سنت نہیں ہے

گر تو بنشینی بچاہے اندرون
اگر تو کنویں میں جا بیٹھے

رزق کے آید برت اے ذوفنون
تیرے پاس رزق کب آئیگا اے صاحبِ تدابیر

۵۳ عالم اسباب۔ دنیا عالمِ اسباب ہے یہاں بلا تدبیر اور سبب اختیار کئے کوئی مقصد پورا نہیں ہوتا ہے۔ وابتغوا۔ قرآن میں حکم ہے کہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر اللہ کا فضل یعنی رزق طلب کرو۔ گفت۔۔۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے دروازے بند کردیئے ہیں اور دروازوں کو مقفل کردیا ہے انسان کی کوشش اور کمانا ان تالوں کی کنجی ہے

۵۴ بے کلید۔ چابی کے بغیر کوئی تالا نہیں کھلتا ہے لہٰذا رزق حاصل کرنے کے لئے کمانا ضروری ہے۔ گر تو۔ لومڑی نے گدھے سے کہا اگر تو کنویں کے اندر جاکر بیٹھ جائے تو تیرے پاس رزق خود چل کر نہ آئے گا۔ گفت۔

شرح

لومڑی نے جواب دیا کہ روزی حلال کا تلاش کرنا اطاعت امرِ خداوندی کے لیے فرض ہے نیز عالم اسباب ہے اور رزق بے سبب کے حاصل ہو جائے ہو نہیں سکتا۔ لہٰذا طلب ضروری ہے اسی لئے حق سبحانہٗ کا حکم ہے کہ وابتغوا من فضل اللہ جس کے معنی ہیں۔۔ روزی تلاش کرو۔ پس تم کو روزی تلاش کرنا چاہیئے، اور چیتے کی طرح دوسروں کے مال پر خواہ مخواہ قبضہ کرنا نہیں چاہیئے۔

دیکھو! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رزق کا دروازہ بند ہے اور اس پر قفل لگے ہوئے ہیں اور ہماری حرکت اور دوڑ دھوپ۔۔۔۔

اور ہمارا کسب اس قفل کی کنجی ہے جس سے وہ کھلتا ہے اور بدوں طلب کے روزی ملنا خدا کی عادت نہیں ہے۔ دیکھو! اگر تم ایک کنوئیں میں بیٹھ جاؤ تو رزق تمہارے پاس کہاں سے آجائے گا۔ پس ان امور پر نظر کر کے تم کو رزق طلب کرنا چاہیئے۔

جوابِ گفتنِ آں خر روباہ را

اُس گدھے کا لومڑی کو جواب دینا

گفت از ضعفِ توکل باشد آں	ورنہ بدہناں کسے کو داد جاں
اُس نے کہا توکل کی کمزوری سے یہ ہوتا ہے	ورنہ وہ روٹی (بھی) دیتا ہے جس نے جان دی ہے
ہر کہ جوید بادشاہی و ظفر	کم نیاید لقمۂ ناں اے پسر
جو شخص شاہی اور کامیابی چاہتا ہے	اے بیٹا! (پہلے ہی) اسکے لئے روٹی کا لقمہ کم نہیں ہے
دائم و دد جملہ شدہ اکّالِ رزق	نے پئے کسب اند و نے حمّالِ رزق
چرندے اور درندے سب رزق کھانیوالے ہیں	نہ وہ کمائی کے درپے ہیں، نہ رزق کو لادنے والے ہیں
جملہ را رزاق روزی می دہد	قسمتِ ہر یک بہ پیشش می نہد
سب کو رزق دینے والا روزی دیتا ہے	ہر ایک کا حصہ اُس کے سامنے رکھدیتا ہے
رزق آید پیشِ ہر کہ صبر جست	رنج و کوششہا زبے صبری تست
جس نے صبر اختیار کیا رزق اسکے سامنے آجاتا ہے	محنت اور کوششیں تیری بے صبری کی وجہ سے ہیں

گدھے نے کہا کہ سبب کے بغیر رزق کا نہ آنا توکل نہ ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ اگر خدا پر پورا توکل کیا جائے تو رزق خود آتا ہے۔ ہر کہ۔ دنیا طلبی کے لئے جستجو کرنی پڑتی ہے ورنہ رزق تو خود پہنچتا ہے۔ دام و دد۔ چرنے والے جانور۔ اکّال۔ زیادہ کھانے والا۔ رنج۔ چونکہ انسان بے صبرا ہے اس لئے رزق کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔

شرح اسکے جواب میں گدھے نے کہا کہ یہ باتیں توکل کی کمزوری کے سبب ہیں ورنہ جو بے طلب جان دیتا ہے وہ ہی بے طلب روٹی بھی دیگا۔ پس ہم کو توکل کو قوی کرنا چاہیئے۔ اور روٹی کی فکر میں نہ پڑنا چاہیئے کیونکہ توکل اعلیٰ ہے اور جستجوئے رزق ادنی۔ طلب اعلیٰ کی ہونی چاہیئے ادنی خود مل جاتی ہے۔ مثلاً جو کوئی سلطنت اور فتح کا طالب ہوگا۔ روٹی اسے خواہ مخواہ مل جائیگی پس ہم کو پست ہمت کیوں بننا چاہیئے اور سلطنت کیوں نہ طلب کرنی چاہیئے۔
دیکھو! چرندے، درندے سب اپنی اپنی روزی کھاتے ہیں حالانکہ نہ وہ کسب کے درپے ہیں اور نہ روٹی پُتلے باندھے پھرتے ہیں۔ پس خدا سب کو روزی دیتا ہے

اور جس قدر اسکی لیے مقدر ہے اتنا اس کے سامنے رکھتا ہے اور جو شخص صبر اختیار کرتا ہے اسکو روٹی ضرور ملتی ہے۔ پس زحمت کسب اور رزق کے لیے کوششیں یہ سب تمہاری بے صبری کا نتیجہ ہیں؛

جواب گفتن روباہ خر را کہ من راضیم بہ قسمتِ خود

لومڑی کا گدھے کی اس بات کا جواب دینا کہ میں اپنے حصہ پر راضی ہوں

گفت روبہ آں توکل نادر است
لومڑی نے کہا، یہ توکل نایاب ہے

کم کسے اندر توکل ماہر است
بہت کم ہیں، جو توکل میں ماہر ہیں

گردِ نادر گشتن از نادانی ست
نایاب کا چکر لگانا نادانی ہے

ہر کسے را کے رہِ سلطانی ست
ہر شخص کو شاہی کرنے کا راستہ کب میسر ہے؟

چوں قناعت را پیمبر گنج گفت
جب کہ قناعت کو پیغمبر نے خزانہ کہا ہے

ہر کسے را کے رسد گنجِ نہفت
ہر شخص کو چھپا ہوا خزانہ کب ملتا ہے؟

حدِ خود بشناس و بر بالا مپر
اپنا رتبہ پہچان اور اونچا نہ اڑ

تا نیفتی در نشیبِ شور و شر
تاکہ تو شور و شر کے گڑھے میں نہ گرے

جہد کن واندر طلب سعیے نما
محنت کر اور طلب میں کوشش کر

چوں نداری در توکل صبر را
جبکہ تو توکل میں صبر نہیں کر سکتا ہے

گفت روبہ۔ لومڑی نے گدھے سے کہا اس قدر توکل کہ رزق خود آئے بہت کمیاب ہے بہتر کسے۔ توکل کا یہ مرتبہ عرفاشاہوں کو حاصل ہے۔ قناعت۔ آنحضورؐ نے قناعت اور صبر کو خزانہ سے تعبیر کیا ہے خزانہ ہر شخص کے ہاتھ نہیں آتا۔

حدِ خود۔ انسانوں کو اپنے رتبہ پر رہنا چاہیئے ورنہ مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا جبکہ توکل کا مرتبہ حاصل نہیں ہے تو انسان کو رزق کی تلاش کرنی چاہیئے۔ گفت خر۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو الٹی بات کرتی ہے توکل سے نہیں بلکہ لالچ سے انسان شور و شر میں مبتلا ہوتا ہے۔

شرح

لومڑی نے کہا کہ جو حقیقی توکل ہے وہ شاذ و نادر ہے اور بہت کم لوگ ہیں جو توکل کے ماہر ہیں۔ پس جبکہ توکل بہت کم یاب ہے تو اس کا متلاشی ہونا حماقت ہے کیونکہ ہر کسی کو بادشاہی نہیں ملتی اور چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قناعت کو خزانہ فرمایا ہے اسلیے یہ خود دلیل ہے اسکی کمیابی کی۔ کیونکہ مخفی خزانہ ہر کسی کو نہیں ملتا۔ پس تم کو اپنے مرتبہ پر رہنا چاہیئے اور زیادہ بلند پروازی نہ کرنی چاہیئے۔ تاکہ تم شور و شر کے گڑھے میں نہ گرو۔ اور چونکہ تم توکل کی حالت میں صبر نہیں کر سکتے۔ جس کی اس میں ضرورت ہے۔ لہٰذا تم کو کوشش کرنی چاہیئے اور طلب رزق میں سرگرم ہونا چاہیئے

بازجواب گفتنِ خر روباہ را
گدھے کا دوبارہ لومڑی کو جواب دینا

گفت خر معکوس میگوئی بداں — شوروشر از طمع آید سوئے جاں
گدھے نے کہا، سمجھ لے تو نے الٹی بات کہہ دی ہے — جان کی جانب شوروشر لالچ سے آتا ہے

از قناعت[۵۲] ہیچ کس بے جاں نشد — از حریصی ہیچکس سلطاں نشد
قناعت سے کوئی شخص نہیں مرا ہے — لالچ کرنے سے کوئی شخص بادشاہ نہیں بنا ہے

ناں ز خوکان وسگاں نبود دریغ — کسبِ مردم نیست ایں باران ومیغ
رزق سوروں اور کتوں سے (بھی) رکا ہوا نہیں ہے — بارش اور ابر انسانوں کی کمائی نہیں ہے

آنچنانکہ عاشقی بر رزق زار — ہست عاشق رزق ہم بر رزق خوار
جس طرح تو رزق کا عاشقِ زار ہے — رزق بھی، رزق کھانے والے کا عاشق ہے

گر تو نشتابی بیاید بر درت — ور تو بشتابی دہد دردِ سرت
اگر تو نہ دوڑے گا وہ تیرے در پر آئے گا — اگر تو دوڑے گا وہ تیرے سر میں درد کرے گا

در[۵۳] تقریرِ معنیِ توکل و حکایتِ آں زاہد کہ توکل را امتحان میکرد وازاسباب منقطع شد واز شہر بیروں آمد واز شوارع و رہگذرِ خلق دور شد وپس بُنِ کوہے مہجور در غایتِ گرسنگی سر بر سنگے نہاد وباخود گفت توکل کردم بر سبب سازی ورزاقیِ تو واز اسباب منقطع شدم تا ببینم سببیت توکل را

توکل کے معنی کی تقریر اور اس زاہد کا قصہ جو توکل کا امتحان کرتا تھا اور اسباب سے جدا ہوگیا تھا اور شہر سے باہر آگیا تھا اور راستوں اور لوگوں کی رہگذر سے دور ہوگیا تھا اور بے آباد پہاڑ کی جڑ کے نیچے انتہائی بھوک کی حالت میں ایک پتھر پر سر رکھے ہوئے تھا اور اپنے آپ سے کہتا تھا کہ (اے خدا) میں نے تیری سبب سازی اور رزاقی پر توکل کیا ہے اور اسباب سے علیحدہ ہوگیا ہوں تاکہ میں توکل کے سبب بنانے کو دیکھوں

آں یکے زاہد شنید از مصطفےٰ — کہ[۵۱] یقیں آید بجاں رزق از خدا
ایک زاہد نے مصطفےٰؐ (کی جانب) سے سنا — کہ جان کو رزق یقیناً پہنچتا ہے

گر بخواہی ور نخواہی رزقِ تو — پیشِ تو آید دواں از عشقِ تو
خواہ تو چاہے، یا نہ چاہے، تیرا رزق — تیرے عشق میں دوڑتا ہوا تیرے سامنے آجاتا ہے

از برائے امتحاں آں مرد رفت — در بیاباں نزدِ کوہے خفت تفت
امتحان کے لئے وہ شخص روانہ ہوا — جنگل میں پہاڑ کے پاس، جلدجا سویا

[۵۲] از قناعت۔ قناعت سے موت نہیں ہے اور حرص مفید نہیں ہے۔ ناں۔ رزق سوروں اور کتوں کو بغیر کمائے ملتا ہے بارش اور ابر انسانوں کی محنت کے بغیر ہوتی ہے۔ آنچناں۔ جس طرح انسان رزق پر عاشق ہے رزق بھی انسان پر عاشق ہے انسان صبر کرے تو وہ خود دروازے پر آجاتا ہے۔

[۵۳] در تقریر۔ ایک زاہد نے توکل کے سبب رزق ہونے کو آزمایا وہ شہر سے بہت دور ایک پہاڑ کے نیچے جا بیٹھا شوارع۔ شارع کی جمع ہے، راستے۔ مہجور۔ یکہ و تنہا۔

[۵۱] کہ۔ اس نے آنحضورؐ کی یہ بات سنی تھی کہ رزق لامحالہ پہنچتا ہے رزق بھی انسان کا عاشق ہے۔ آز برائے۔ آزمائش کے لئے یہ زاہد جنگل میں ایک پہاڑ کے پاس جا بیٹھا۔

کہ بہ بینم رزق مے آید بمن — تاقوی گردد مرا در رزق ظن
کہ میں دیکھتا ہوں رزق میرے پاس آتا ہے! — تاکہ رزق کے بارے میں میرا خیال مضبوط ہو جائے

کاروانے راہ گم کرد و کشید — سوئے کوہ آں ممتحن[۵۲] را خفتہ دید
ایک قافلہ نے راستہ گم کر دیا اور آگیا — پہاڑ کی جانب اُس آزمائش کرنیوالے کو سوتا دیکھا

گفت ایں مرد ایں طرف چونست عور — در بیاباں از رہ و از شہر دور
بولا یہ شخص اِس طرف اکیلا کیوں ہے! — جنگل میں، راستہ اور شہر سے دور

اے عجب مُردہ است یا زندہ کہ اُو — می نترسد ہیچ از گرگ و عدو
تعجب ہے، یہ مُردہ ہے یا زندہ کہ وہ — بھیڑیئے اور دشمن سے بالکل نہیں ڈرتا ہے

آمدند[۵۳] و دست بروے می زدند — قاصداً چیزے نگفت آں ارجمند
وہ آئے اور ہاتھ اُس پر دھرا — اُس نیک بخت نے جان کر کچھ نہ کہا

ہم نجنبید و نجنبانید سر — وانکرد از امتحاں ہیچ او بصر
ہلا بھی نہیں اور نہ سر ہلایا — آزمانے کیلئے اُس نے بالکل آنکھ نہ کھول

پس بگفتند ایں ضعیفِ بے مُراد — از مجاعت سکتہ اندر او فتاد
پھر اُنھوں نے کہا، یہ بے مُراد کمزور — بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا ہے

ناں بیاوردند و در دیگے طعام — تا بریزندش بحلقوم و بکام
وہ روٹی اور دیگچی میں کھانا لائے — تاکہ اُس کے حلق اور تالوے میں ڈالدیں

پس بقاصد مرد دنداں سخت کرد — تا ببیند صدقِ آں میعاد مرد
تو اُس شخص نے جان بوجھ کر دانت بند کرئیے — تاکہ وہ شخص وعدہ کی سچائی دیکھ لے

رحم شاں آمد کہ ایں بس بینواست — وز مجاعت ہالکِ مرگ و فناست
اُن کو رحم آیا کہ بہت بے سروسامان ہے — اور بھوک سے موت اور فنا میں تباہ ہے

کارد[۵۴] آوردند و قوم اشتافتند — بستہ دندانہاش را بشگافتند
وہ چھُری لائے اور لوگ دوڑ پڑے — اُنھوں نے اُس کے بند دانتوں کو کھولا

ریختند اندر دہانش شوربا — می فشردند اندر و ناں پارہا
اُنھوں نے شوربا اُس کے مُنہ میں ڈالا — اُس کے اندر اُنھوں نے روٹی کے ٹکڑے کیلے تھے

گفت اے دل گرچہ خود تن میزنی — راز میدانی و نازے می کنی
اُس نے کہا اے دل! اگرچہ تو خاموش ہے — تو راز جان گیا ہے اور ناز کر رہا ہے

گفت دل دانم بقاصد می کنم — رازق اللہ ست بر جان و تنم
دل نے کہا میں جانتا ہوں اور قصداً کر رہا ہوں — میری جان اور جسم کا رزق دینے والا اللہ ہے

[۵۲] ممتحن یعنی وہ زاہد جو توکل کی آزمائش کر رہا تھا۔ عور۔ ننگا، اکیلا۔

[۵۳] آمدند۔ وہ قافلہ والے اُس کے پاس آئے اور اُس کو ہلایا لیکن اُس نے جان بوجھ کر خاموشی اختیار کرلی۔ از مجاعت یعنی فاقہ کشی کی وجہ سے بیہوش ہو گیا ہے۔ قاصد، قصداً۔

[۵۴] کارد۔ چونکہ زاہد نے دانت بھینچ لئے تھے اُنھوں نے چھُری کے ذریعہ اُس کا مُنہ کھولا اور شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر اُسکو کھلائے۔ گفت۔ اُس زاہد نے اپنے دل سے کہا کہ تو راز کو جانتا ہے اور یہ آزمایش بطور ناز کے کر رہا ہے۔ گفت دل۔ دل نے جواب دیا کہ ہاں مجھے اس کا علم ہے کہ جان و جسم کا رازق اللہ ہی ہے۔ امتحان۔ مولانا فرماتے ہیں اِس سے بہتر امتحان اور کیا ہوگا اِس سے معلوم ہو گیا کہ صابروں کے پاس رزق خود چل کر آتا ہے۔ تا بدانی۔ یقیناً توکل اختیار کرنا چاہیئے حرص کرنا گدھا پن ہے۔

امتحاں زیں بیشتر خود چوں بود
اس سے زیادہ کیا آزمایش ہوگی؟

رزق سوئے صابراں خوش میرود
صابروں کی جانب رزق اچھی طرح آتا ہے

تا بدانی وز توکل نگذری
تاکہ تو سمجھ لے اور توکل سے درگذر نہ کرے

حرص آوردن چہ باشد از خری
حرص کرنا کیا ہوتا ہے؟ گدھے پن سے ہے

بعد ازاں[2] بکشاد آں مسکیں دہن
اس کے بعد اس مسکین نے منہ کھول دیا

گفت کردم امتحانِ رزق من
کہا میں نے رزق کا امتحان کر لیا

ہر چہ گفتست آں رسولِ پاک جیب
جو کچھ اس پاک دل رسول نے فرمایا

ہست حق و نیست در وے ہیچ ریب
برحق ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے

[2] بعد ازاں۔ جب قافلہ والے جبراً اس زاہد کو کھانا کھلا چکے تو اس زاہد نے منہ کھولا اور کہا میں نے رزق کے معاملہ میں آنحضورؐ کے فرمان کو آزمایا وہ بالکل سچ ہے۔ تحریض۔ برانگیخت کرنا۔ جہد المقل۔ نادار کی کوشش۔ دست۔ خدا نے تجھے ہاتھ اسی لئے دیئے ہیں کہ انھوں سے کام کر اپنا بھی بھلا کر اور کما کر دوسروں کی بھی مدد کر۔

شرح گدھے نے کہا کہ دیکھ! تو الٹی گفت گو کر رہی ہے۔ کہ قناعت کو موجب وقوع در فتنہ و فساد کہہ رہی ہے کیونکہ فتنہ و فساد طمع سے آدمی کو لاحق ... ہوتے ہیں نہ کہ قناعت سے اور تو جو مجھے ترک قناعت و اختیار حرص کے ترغیب دیتے ہیں اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ قناعت سے کوئی شخص مرتا نہیں اور محض حرص کے بدوں اعانتِ تقدیر الٰہی کوئی شخص بادشاہ نہیں ہوا۔ ایسی حالت میں قناعت کو کیوں چھوڑا جائے اور حرص کو کیوں اختیار کیا جائے۔ روٹی تو سوروں اور کتوں کو بھی ملتی ہے پھر اس کے لیے دوڑ دھوپ کیوں کی جائے۔ اور بالفرض طلب رزق کے لیے کوشش بھی کی جائے تو اس میں بھی آخر میں توکل کی ضرورت ہے کیونکہ مبادی رزق غیر اختیاری ہیں مثلاً بارش اور ابر میں بندوں کے کسب کو کچھ دخل نہیں تو جبکہ کسب کا مآل بھی توکل ہی ہے۔ تو کسب کیوں گوارا کی جائے ابتداء ہی سے توکل کیوں نہ کر لیا جائے۔ جو ہمارے لئے رزق کا سامان کرتا ہے وہ پہنچا بھی دیگا

یاد رکھو! جس طرح تم رزق پر عاشق ہو یونہی رزق ہی تم پر عاشق ہے۔ پس اگر تم اسکی طرف نہ دوڑو گے۔ تو وہ تمہاری طرف خود دوڑے گا اگر تم اسکی طرف دوڑو گے تو وہ تمہیں پریشان کریگا کیونکہ اس حالت میں وہ مطلوب ہے۔

عشق رزق کے ثبوت کے لیے ہم ایک واقعہ تم سے بیان کرتے ہیں سُنو! کسی زاہد نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ حق سبحانہٗ کی جانب سے رزق جاندار کو یقیناً پہنچتا ہے۔ پس خواہ تم چاہو یا نہ چاہو۔ تمہارا رزق تمہارے عشق سے ضرور تمہارے پاس آئے گا۔ یہ سُنکر وہ شخص آزمائش کے لیے چلدیا اور جنگل میں ایک پہاڑ کے پاس جاکر لیٹ رہا۔ بدیں خیال کہ دیکھوں میرا رزق میرے پاس بھی آتا ہے تاکہ اگر وہ مجھے مل جائے تو میرا عقیدہ اور پختہ ہو جائے۔ اتفاق سے ایک قافلہ راستہ بھول گیا اور پہاڑ پر پہنچ گیا اور وہاں پہنچکر آزمائش کرنیوالے کو سوتا پایا اُس وقت اُنھوں نے کہا کہ یہ آدمی یہاں جنگل میں؟ رستہ اور شہر سے دور بے سروسامان کیوں پڑا ہے نہیں معلوم کہ یہ مردہ ہے یا زندہ۔ اگر زندہ ہے تو تعجب ہے کہ وہ بھیڑیے اور دشمن سے بھی نہیں ڈرتا۔ یہ خیال کر کے وہ لوگ آئے اور اُسے ٹٹولنا شروع کیا اُس نے قصداً کچھ نہ کہا۔ اور خاموش رہا نہ اُس نے حرکت کی اور نہ سر ہلایا اور آزمائش کے سبب اس نے آنکھ بھی نہ کھولی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ زندہ تو ہے مگر حرکت نہیں کرتا تو انہوں نے کہا کہ یہ بے مراد ناتواں بھوک کے سبب بے حس و حرکت ہو گیا ہے۔ یہ خیال کر کے وہ ایک دیگچی میں کھانا لائے تاکہ اس کے حلق میں ٹپکا دیں۔

یہ حالت دیکھ کر اُس نے قصداً دانت بھینچ لئے تاکہ اُس وعدہ کی سچائی اُس پر پورے طور پر روشن ہو جائے اُس سے انکو اور بھی رحم آیا اور انہوں نے خیال کیا کہ بیچارہ بہت ہی ناتواں ہے اور بھوک کے سبب لبِ دم ہے پس وہ لوگ دوڑ کر چھری لائے اور اُس کے بند دانتوں کو کھولا۔ اور اُس کے منہ میں شوربا ٹپکا دیا اور روٹی کے ٹکڑے اس میں ٹھونس دیئے یہ حالت دیکھ کر اُس نے اپنے دل سے کہا۔ کہ اے دل! اب کیوں خاموش ہے تو راز جانتا ہے اور ناز کرتا ہے تجھے ایسا نہ چاہیئے دل نے کہا کہ جی ہاں! میں جانتا ہوں مگر قصداً ایسا کرتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ خدا مجھے روزی پہنچا رہا ہے۔
اب تم سمجھو کہ اس سے زیادہ امتحان کیا ہو سکتا ہے۔ پس ثابت ہُوا کہ صابروں

کے پاس رزق خود آتا ہے - یہ قصہ ہم نے اسلیئے بیان کیا ہے کہ تم سمجھو! اور توکل کو نہ چھوڑو - کیونکہ ایسے واقعات کے ہوتے ہوئے روٹی کے لیے حرص کرنا محض بے معنی ہے - خیں اسکے بعد اسنے منہ کھولا اور کہا کہ میں نہ بھوکا ہوں نہ کمزور! میں نے اپنے رزق کا امتحان کیا تھا - پس ثابت ہوا کہ جو کچھ اس پاک دامن رسول نے کہا تھا بالکل سچ ہے اور اس میں کچھ شک نہیں ہے۔

باز جواب گفتن روباہ خر را و تحریض کردن اُو خر را بکسب

لومڑی کا پھر گدھے کو جواب دینا اور اس کو کمائی کی رغبت دلانا

گفت روبہ ایں حکایت را بہل — دستہا در کسب زن جُہدِ المقل

لومڑی نے کہا اس قصہ کو چھوڑ — غریبانہ کوشش سے کمائی کے لئے ہاتھ چلا

دست داد ستت خدا کارے بکن — مکسبے کُن یاریِ یارے بکن

خدا نے ہاتھ دیئے ہیں، کچھ کام کر — کما، کسی دوست کی مدد کر

ہر کسے در مکسبے پا می نہد[2] — یاریِ یارانِ دیگر میکند

جو شخص کمائی میں قدم دھرتا ہے — دوسرے دوستوں کی مدد کرتا ہے

زانکہ جملہ کسب نایداز یکے — ہم درودگر ہم سقا ہم حایکے

اسلئے کہ سارے پیشے ایک شخص سے نہیں ہوتے ہیں — یعنی بھی ہو، سقا بھی، بُننے والا بھی

چون[1] بانباز یست عالم برقرار — ہر کسے کارے گزیند ز افتقار

دنیا شرکت سے قائم ہے — ضرورت کی وجہ سے ہر شخص ایک پیشہ کرتا ہے

طبلخواری درمیانہ شرط نیست — راہِ سنّت کار و مکسب کردنیست

لوگوں میں پیٹو پن مناسب نہیں ہے — سنّت کا راستہ کام اور کمائی کرنا ہے

جواب گفتن خر روباہ را کہ توکل بہترین کسبہا کہ ہر کسے محتاج ست

گدھے کا لومڑی کو جواب دینا کہ توکل بہترین کمائی ہے کیونکہ ہر شخص توکل کا محتاج ہے

بتوکل کہ اے خدا ایں کار مرا راست دار و دُعا متضمن توکل ست و

کہ اے خدا میرے اس کام کو سیدھا کر اور دعا توکل پر مشتمل ہے اور

توکل کسبے ست کہ ہیچ کسبے دیگر محتاج نیست

توکل وہ کمائی ہے جو کسی دوسری کمائی کی محتاج نہیں ہے

---

[2] ہر کسے - معاشرے میں ہر شخص دوسرے کی کمائی کا محتاج ہے ہر پیشہ ہر شخص نہیں کر سکتا ہر پیشہ ور کام کرکے دوسرے کی مدد کرتا ہے - وہ ہر شخص اپنے پیشے سے اُن لوگوں کی مدد کرتا ہے جن سے یہ کام نہیں آتا

[1] چون - دنیا کا سارا نظام باہمی امداد سے قائم ہے - طبلخواری - پیٹو پن، شکم پروری - راہ - سنت طریقہ بھی ہے کہ انسانوں کو کسب کرنا چاہیئے - جواب گفتن - گدھے نے کہا توکل بھی ایک پیشہ ہے اور ایسا پیشہ ہے کہ دوسرے پیشے اس کے محتاج ہیں اس لئے کہ ہر پیشہ ور اپنے اسباب جمع کرکے دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے اور یہ دعا توکل پر مبنی ہے اور توکل خود ایسی چیز ہے کہ اس میں کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

گفت من بہ از توکّل بر ربے
اُس نے کہا میں خدا پر توکل سے بہتر

می ندانم در دو عالم مکسبے[۱]
دونوں جہان میں کوئی کمائی بہتر نہیں جانتا ہوں

کسبِ شکرش را نمی دانم ندید
اُسکا شکریہ ادا کرنے کی کمائی کی میں کوئی نظیر نہیں جانتا ہوں

تا کشد شکرِ خدا رزقِ مزید
حتیٰ کہ اللہ کا شکر مزید رزق کو کھینچ لاتا ہے

خود توکّل بہترین کسبہاست
خود توکل بہترین کمائیوں میں سے ہے

زانکہ در ہر کسب دستت بر خداست
کیونکہ ہر کمائی میں تو خدا کی جانب ہاتھ اٹھائے ہوئے ہے

کاے خدا کارِ مرا تو راست آر
کہ اے خدا! تو میرے کام کو درست کر دے

وین دُعا ہست از توکّل در سرار
دراصل یہ دعا توکل ہی ہے، ہمیشہ سے

در توکّل ہیچ نبود احتیاج
توکل میں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی ہے

فارغی از نقصِ ریع[۲] و از خراج
تو پیداوار اور آمدنی کے گھاٹے سے فارغ ہے

بحثِ شان بسیار شد اندر خطاب
بات چیت میں ان کی بہت بحث ہوئی

ماندہ گشتند از سوال و از جواب
وہ سوال اور جواب سے تھک گئے

جواب گفتنِ روباہ خر را
لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

بعد ازاں گفتش کہ اندر تہلکہ
اسکے بعد اُس نے اُس سے کہا کہ ہلاکت میں ڈالنے کے بارے میں

نہی لا تُلقُوا بِاَیدِی تہلکہ
"اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو" کی نہی وارد ہوئی ہے

صبر در صحرائے خشک و سنگلاخ
خشک اور پتھریلے جنگل میں صبر کرنا

احمقی باشد جہانِ حق فراخ
حماقت ہے، اللہ کی دنیا وسیع ہے

نقل کن زیں جا بسوئے مرغزار
اس جگہ سے سبزہ زار میں منتقل ہو جا

می چرا آنجا بسبزہ گِردِ جوبار[۳]
وہاں چشمے کے کنارے پر سبزہ چر

مرغزارِ سبز مانندِ جناں
جنتیوں کی طرح کا سبزہ زار

سبزہ رستہ اندر آنجا تا میاں
وہاں کمر تک سبزہ اگا ہوا ہے

خرّم آں حیواں کہ او آنجا رود
وہ جانور خوش نصیب ہے جو وہاں چلا جائے

اُشتر اندر سبزہ ناپیدا شود
(اُس) سبزہ میں اونٹ چھپ جاتا ہے

ہر طرف در وے یکے چشمہ رواں
اس میں ہر جانب ایک چشمہ جاری ہے

اندرو حیوان مُرفّہ در اماں
وہاں حیوان امن میں خوش عیش ہے

از خری اُو را نمی گفت اے لعیں
گدھے پن سے اسکو نہیں کہتا تھا کہ اے ملعون!

چوں از آنجائی چرا زاری چنیں
جبکہ تو اُس جگہ کی ہے، ایسی کمزور کیوں ہے؟

---

[۱] مکسب۔ پیشہ۔ ندید۔ نظیر، مثال۔ تاکشد۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے۔ "اگر تم شکر کروگے تو ہم اور زیادہ دیں گے"۔ خود توکل۔ توکل بھی کمائی کا ایک طریقہ ہے اور ایسا طریقہ ہے کہ دوسرے طریقوں میں اُس کی ضرورت پڑتی ہے اور اُس میں کسی دوسرے چیز کی ضرورت نہیں انسان جو بھی طریقہ اختیار کرتا ہے اُس میں دعا کرتا ہے اور خدا پر بھروسہ کا اظہار کرتا ہے۔

[۲] ریع۔ پیداوار۔ خراج۔ آمدنی۔ بستاناں۔ لومڑی نے کہا ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی ممانعت ہے۔

[۳] جوئبار۔ چشمہ۔ مرغزار۔ سبزہ زار۔ وہاں ایسا سبزہ زار ہے جیسا جنت میں ہوگا، کمر کمر تک سبزہ اُگا ہوا ہے۔ اشتر۔ اتنا اونچا سبزہ ہے جس میں اونٹ غائب ہو جاتا ہے۔ مرفّہ۔ خوش عیش۔ از خری۔ گدھا بہر حال گدھا تھا مولانا فرماتے ہیں اُس سے یہ نہ ہوا کہ لومڑی سے کہتا کہ اگر تیرا بیان صحیح ہے تو تو کیوں بدحال ہے۔

کو[2] نشاطِ فربہی و فرِّ تو — چیست ایں لاغر تنِ مُضطرِ تو
تیری شان و شوکت اور مُٹاپے کی خوشی کہاں ہے؟ — تیرا پریشان اور کمزور جسم کیوں ہے ؟

شرح روضہ گر دروغ و زور نیست — پس چرا چشمت ازاں مخمور نیست
اگر باغیچہ کی تفصیل جھوٹ اور فریب نہیں ہے — تو تیری آنکھیں اُس سے مست کیوں نہیں ہیں؟

ایں گدا چشمی و ایں نادیدگی — از گدائی تست نز بگلر بگی
یہ بھکاری پن اور ندیدہ پن — بھکاری ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ سرداری سے

چوں ز چشمہ آمدی چونی تو خشک — گر تو نافِ آہوئی کو بوئے مُشک
جبکہ تو چشمہ پر سے آئی ہے تو خشک کیوں ہو؟ — اگر تو ہرن کا نافہ ہے تو مشک کی خوشبو کہاں ہے؟

گر[3] تو می آئی ز گلزارِ جناں — دستۂ گل کو برائے ارمغاں
اگر تو جنتوں کے باغیچے سے آ رہی ہے — تحفہ کے لئے گلدستہ کہاں ہے ؟

زانچہ میگوئی و شرحش میکنی — چوں نشانے در تو نامد اے سنی
تو جو کچھ کہہ رہی ہے اور اسکی تفصیل کر رہی ہو — اے بھلی! تجھ میں اُس کی کوئی نشانی کیوں نہیں ہو؟

[2] کو۔ گدھا لومڑی سے کہتا کہ اگر وہ جنگل ایسا خوشنما ہے جو تو بیان کر رہی ہو تو اس جنگل کے اچھے آثار تجھ پر کیوں نہیں ہیں اور تو کیوں لاغر اور کمزور ہے۔ پس چرا۔ اُس جنگل کی اچھائیوں سے تیری نگاہیں مست ہونی چاہئیں۔ ایں۔ تیرا ندیدہ پن تو گداگری کی وجہ سے ہے سرداری کی وجہ سے نہیں ہے۔ بگلر بگی۔ امیر الامرائی۔

[3] گر تو۔ گدھا لومڑی سے کہتا کہ اگر تو جنت کے باغیچہ سے آرہی ہے تو تیرے ساتھ میں تحفہ کے لئے گلدستہ ہونا چاہئے تھا۔ زانچہ۔ تو نے جو باتیں بتائیں اُن سے تیرے اندر نشاط کیوں نہیں ہے

شرح

لومڑی نے گدھے کی گفتگو سُن کر جواب دیا کہ اس حکایت کو چھوڑنا چاہیئے ---------- اور گو تھوڑا ہی سہی مگر جس قدر بھی قدرت ہے کسب کرنا چاہیئے۔ خدا نے ہاتھ دیئے ہیں سو اسی لئے کہ کام کرو۔ اور کسب کر کے اپنے ابنائے جنس کی مدد کرو۔ دیکھو! ہر کوئی ایک جداگانہ کام کرتا ہے اور اپنے دوسرے ابنائے جنس کی مدد کرتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک کو دوسرے کی ضرورت ہے کیونکہ تمام کام ایک شخص نہیں کر سکتا اور یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بڑھئی ہی ہو جائے اور سقا بھی اور جولاہا بھی وغیرہ وغیرہ اور چونکہ عالم مشارکت فی الکسب اور ایک دوسرے کی اعانت سے قائم ہے لہٰذا ہر کوئی ایک جداگانہ کام اور پیشہ اختیار کرتا ہے مثلاً کوئی بڑھئی کا پیشہ کرتا ہے کوئی لوہار کا وغیرہ وغیرہ۔ ایسی حالت میں تم کو بیٹھے بٹھائے کھانا مناسب نہیں ہے پس تم کو کوئی نہ کوئی کام ضرور کرنا چاہیئے کیونکہ طریق سنت کام کرنا اور کمانا ہے۔

شرح لومڑی کے جواب میں گدھے نے کہا کہ توکّل خود ایک کسب ہے اور میں اس سے بہتر دنیا میں کوئی کسب نہیں دیکھتا کیونکہ کسب کا حاصل

اختیار طریق رزق ہے۔ اور توکل خود بھی حصولِ روزی ــــــــ کا ایک ذریعہ ہے۔ اسلئے یہ بھی ایک کسب ہے اور چونکہ اس میں براہِ راست استعانت من اللہ ہے اور دیگر مکاسب میں بواسطہ اس لیے یہ اُن سے ... بڑھ کر ہی ہے دوسری بات یہ ہے کہ میں تمام جھگڑوں سے فارغ ہوکر طاعت حق میں مصروف ہوں جو کہ اس کا شکر ہے۔ پس سے میں بحالت توکّل کسب شکر میں مصروف ہوں اور اس کے برابر کوئی کسب نہیں سمجھتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بحکمِ لَئِن شکرتم لازیدنکم میرا شکر خدا بہت سا رزق میرے پاس لائے گا۔ اچھا اسکو بھی جانے دیجئے۔ اب میں کہتا ہوں کہ تمام مکاسب میں سب سے بڑھ کر اور سب سے بہتر توکل ہے کیونکہ ہر کسب میں تم خدا کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہو اور کہتے ہو کہ اے اللہ! تو میرے کام کو درست کر دے۔ اور دعا حقیقت میں توکل ہے پس سے ہر کام کا مدار توکل پر ہوا۔ پس جبکہ ہر کام کا مدار توکل ہی پر ہے تو میں کام کر کے توکل کیوں کروں اور اسلیے ہاتھ سے ناک کیوں نہ کروں بلکہ براہِ راست ہی توکل کیوں نہ کروں بالخصوص کہ توکل میں کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں ہے اور نہ اس میں کمی پیداوار کی فکر ہے اور نہ ادائیگی خراج کی۔ الغرض ان کی بہت کچھ بحث ہوئی حتّٰی کہ سوال و جواب سے تھک گئے

شرح جبکہ بہت کچھ بحث ہو چکی اور ہر دو فریق تھک گئے تو اس کے بعد لومڑی نے آخری تقریر کی اور کہا کہ ہلاکت کے باب میں تم حق سبحانہٗ کی ممانعت اور ارشاد لا تُلقوا بایدیکم الی التھلکۃ پر غور کرو۔ اور سمجھو کہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا حرام ہے پس سے اس خشک جنگل اور پتھریلی زمین میں صبر کرنا جو کہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے سخت حماقت ہوگا۔ خدا کی زمین وسیع ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ اس قدر وسعت کے ہوتے ہوئے اس مقام پر اپنے کو محبوس

کر دیا جائے۔ تم کو یہاں سے فلاں سبزہ زار میں چلنا چاہیئے اور وہاں ندی کے کنارے سبزہ چرنا چاہیئے وہ سر سبز سبزہ زار ہے جو کہ جنت کے مشابہ ہے اور وہاں کمر کمر تک سبزہ اگا ہوا ہے بڑی خوشی ہے اس جانور کے لیے جو وہاں جائے کیونکہ وہاں سبزہ میں اونٹ گم ہو جاتا ہے۔ اس قدر کثرت ہے اور ہر طرف چشمے جاری ہیں غرضکہ وہاں جانور خوشحال اور تکالیف سے بالکل مامون ہوتا ہے یہاں تک لومڑی کی گفتگو ختم ہوئی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ گدھے نے اپنے گدھے پن سے اس سے یہ نہ کہا کہ مردود جب تو ایسے سبزہ زار میں رہتی ہے تو پھر تو اس قدر تباہ حال کیوں ہے تیری فربہی کی نشاط اور تیری شان و شوکت کہاں ہے اور یہ ڈگمگاتا ہوا جسم لاغر کیوں ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ تو اس چمنستان کے حالات بیان کرتی ہے سب جھوٹ اور فریب ہیں کیونکہ اگر باغ کی یہ تفصیل واقعی ہے اور جھوٹ اور فریب نہیں ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ تیری آنکھوں میں اس کا نشہ کیوں نہیں ہے یہ گداچشمی اور ندیدہ پن۔ تو مفلسی ہی سے ہو سکتا ہے نہ کہ ریاست و امارت سے پس میں پوچھتا ہوں کہ جب تو چشمہ میں سے آئی ہے تو سوکھی کیوں ہے اور اگر تو نافہ ہے تو بتا بوئے مشک کہاں ہے اور اگر تو باغ جنت سے آئی ہے تو تحفہ کے لیے تیرے پاس گلدستہ کہاں ہے۔ غرضکہ جس سبزہ زار کی تو حالت بیان کرتی اور جس کی تو شرح کرتی ہے اسکے آثار تیرے اندر کیوں نہیں ہیں۔ کسی نے اونٹ سے کہا تھا کہ اے مبارک قدم تو کہاں سے آ رہا ہے اسنے جواب دیا کہ تمہاری گلی کے گرم حمام سے۔ اس نے سنکر کہا کہ بجا ارشاد ہے خود آپکے گھٹنے ہی کہہ رہے ہیں کہ آپ حمام سے آ رہے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ تو جھوٹا ہے اور تیرا حال تیرے قال کو جھٹلا رہا ہے۔

مثل آوردنِ اشتر در بیانِ آنکہ در مخبر دولتے فر و اثرِ آں چوں

اونٹ کی مثال لانا، اِس بارے میں کہ اقبالمندی کی بات کرنیوالے میں اسکی شان و شوکت

نہ بینی جائے متہم داشتن باشد کہ او مقلدست دراں

اور اثر اگر تو نہ دیکھے تو تہمت لگانے کا موقع ہوگا کہ وہ اِس بارے میں مقلد ہے

آں یکے میگفت اشتر را کہ ہے — از کجا می آئی اے اقبال پے

ایک نے اونٹ سے کہا کہ ہاں — اے مبارک قدم! تو کہاں سے آرہا ہے؟

گفت[1] از حمامِ گرمِ کوئے تو — گفت خود پیداست از زانوئے تو

اُس نے کہا، تیری گلی کے گرم حمام میں سے — اُسنے کہا، کہ تیری ران سے خود ظاہر ہے

مارِ موسیٰؑ دید فرعونِ عنود — مہلتے میخواست نرمی می نمود

سرکش فرعون نے (حضرت) موسیٰؑ کا سانپ دیکھا — مہلت چاہنے لگا اور نرمی برتتا تھا

زیرکاں گفتند بایستے کہ ایں — تند تر گشتی چو ہست او ربِّ دیں

عقلمندوں نے کہا، چاہیئے تھا کہ یہ — زیادہ برہم ہوجاتا اگر مذہب کا خدا ہے

معجزہ گر اژدہا گر مار بُد — نخوت و خشمِ خدائیش چہ شد

معجزہ خواہ اژدھا یا سانپ تھا — اُس کا خدائی غصہ اور تکبر کہاں گیا؟

ربِّ اعلیٰ گر ویست اندر جلوس — بہرِ یک کرمے چہ ست ایں چاپلوس

اگر وہ تخت پر بلند خدا ہے — تو ایک کیڑے کی وجہ سے یہ خوشامد کیسی ہے؟

نفسِ تو تا مستِ نُقل ست و نبید — دانکہ روحت خوشۂ غیبی ندید

تیرا نفس جب تک چبینے اور شراب کا مست ہے — سمجھ لے کہ تیری روح نے غیبی خوشہ نہیں دیکھا ہے

کہ علامات ست زاں دیدارِ نور — التجافی منک عن دارِ الغرور

کیونکہ اُس نور کے دیدار کی علامتیں ہیں — دھوکے کے جہان سے تیرا بچاؤ

مرغ چوں بر آبِ شورے می تند — آبِ شیریں را ندیدست او مدد

پرند جب کھاری پانی کا چکر لگائے — اُس نے میٹھے پانی کی مدد نہیں دیکھی ہے

بلکہ[3] تقلیدست آں ایمانِ او — روئے ایماں را ندیدہ جانِ او

بلکہ اُس کا وہ ایمان نقلی ہے — اُس کی جان نے ایمان کا چہرہ نہیں دیکھا ہے

پس خطر باشد مقلد را عظیم — از رہ و رہزن ز شیطانِ رجیم

لہٰذا مقلد کے لئے بڑا خطرہ ہے — راستہ اور ڈاکو کا ملعون شیطان کی جانب سے

چوں ببیند نورِ حق ایمن شود — ز اضطرابات شک او ساکن شود

جب وہ اللہ (تعالیٰ) کا نور دیکھ لیتا ہے مطمئن ہوجاتا ہے — وہ شک کی پریشانیوں سے سکون پالیتا ہے

مثل۔ اِس مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ بسا اوقات انسان کی حالت اُس کے قول کی تردید کر دیتی ہے۔

[1] گفت۔ ایک شخص نے اونٹ سے دریافت کیا آپ کہاں سے آرہے ہیں اُس نے کہا تیرے محلہ کے حمام میں سے غسل کر کے آرہا ہوں اُس اونٹ کی رانیں سُنی ہوئی تھیں معترض بولا ہاں تمہاری رانیں تمہاری بات کی تصدیق کر رہی ہیں۔ مارِ موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کے اژدھے کو دیکھ کر فرعون کی جو حالت ہوئی اُس نے خود بخود اُسکے خدائی کے دعوے کی تردید کر دی۔ جلوس۔ یعنی تختِ شاہی پر جلوس کے وقت۔

[2] نفسِ تو۔ جب تک انسان دنیاوی لذتوں کی طرف مائل ہے تو اُس نے اُخروی نعمتوں کی لذت نہیں چکھی ہے اب اگر وہ اس حالت میں کمال کا مدعی ہو تو خود اس کا عمل اُس کی تکذیب کر دیگا اور اُس کا دعویٰ فرعونی دعویٰ ہوگا۔ کہ۔ آخرت کے نور کے دیدار کی علامت یہی ہے کہ انسان دنیا سے بیزار ہوجاتا ہے۔ مرغ۔ جو پرند کھاری پانی کا چکر کاٹتا ہے یقیناً اُس نے میٹھا پانی نہیں دیکھا ہے۔

[3] بلکہ۔ دنیا دار کا ایمان محض تقلیدی ہے، مشاہدہ پر مبنی نہیں ہے۔ پس خطر۔ تقلیدی ایمان والا بہت جلد شیطان کے بہکانے میں آجاتا ہے۔ چوں ببیند۔ تحقیقی ایمان کے بعد شکوک و شبہات زائل ہوجاتے ہیں۔

تاکفِ[1] دریا نیاید سُوئے خاک
جب تک دریا کا جھاگ زمین پر نہیں آجاتا
کاصلِ اُو آمد بُوَد در اصطکاک
جو اُس کی اصل ہے، وہ اضطراب میں رہتا ہے

خاکی ست آں کفِ غریب اندر آب
وہ جھاگ خاکی ہے، پانی میں بے وطن ہے
دَر غریبی چارہ نبوَد ز اضطراب
بے وطنی میں اضطراب سے چھٹکارا نہیں ہے

چونکہ چشمش باز شُد آں نقش خواند
جب اُس کی آنکھ کھلی، اُس نے وہ نقش پڑھ لیا
دیو را بَر وے دگر دَستے نماند
شیطان کا پھر اُس پر قابو نہ رہا

گرچہ با روباہ خر اَسرار گفت
اگرچہ گدھے نے لومڑی کو اَسرار سُنائے
سَرسَری گفت و مُقلد وار گفت
سرسری طور پر، کہے اور مقلدانہ کہے

آب[2] را بستود اُو تائق نبُود
اُس نے پانی کی تعریف کی، مشتاق نہ تھا
رُخ درید و جامہ اُو عاشق نبُود
منہ نوچا اور کپڑے پھاڑے، عاشق نہ تھا

از منافق عُذر رد آمد نہ خُوب
منافق کا عذر مردود ہے، بھلا نہیں ہے
زانکہ دَر لَب بُود آں نے دَر قلوب
کیونکہ وہ لبوں پر ہے، دلوں میں نہیں ہے

بُوی سیبش ہَست و جُزوِ سیب نے
اس میں سیب کی خوشبو ہے، اور سیب کا جزو نہیں ہے
بُود دَرو جُز ازپئے آسیب نے
اس میں خوشبو، ستانے کے سوا نہیں ہے

حملۂ زَن[3] در میانِ کارزار
میدانِ جنگ میں عورت کا حملہ
نشکند صَف بلکہ گردد کارزار
صف شکن نہیں ہے، بلکہ کام بگڑ جاتا ہے

گرچہ می بینی چو شیر اندر صَفش
اگر تو اُس کو صف میں شیر کی طرح دیکھے
تیغ بگرفتہ ہمی لرزد کفش
اُس نے تلوار پکڑ لی ہے (لیکن)، اُس کا ہاتھ لرز رہا ہے

وایِ آنکہ عقلِ اُو مادہ بُوَد
اُس پر افسوس ہے جس کی عقل، مادہ ہو
نفسِ زِشتش نرو آمادہ بُوَد
اُس کا بُرا نفس نَر اور آمادہ ہو

لاجرم مغلوب باشد عقلِ اُو
لامحالہ اُس کی عقل مغلوب ہوگی
جُز سُویِ خُسران نباشد نقلِ اُو
ٹوٹے کے سوا اُس کی منتقلی نہ ہوگی

حملۂ مادہ بصُورت ہم جَریست
مادہ کا حملہ دیکھنے میں ہی بہادرانہ ہے
آفتِ اُو ہم چو آں خر از خریست
اُس کی مصیبت بھی اُس گدھے کی طرح گدھے پن کی ہے

وصفِ[4] حیوانی بُوَد بر زَن فزوں
عورت پر حیوانی وصف غالب ہوتا ہے
زانکہ سُویِ رنگ و بُو دارد رُکوں
کیونکہ اس کا میلان رنگ اور بُو کی طرف ہوتا ہے

[1] کفِ دریا۔ دریا کی سطح پر جو خشکی کی چیزیں ہوتی ہیں جب تک وہ دریا میں رہتی ہیں انہیں اِضطراب طاری رہتا ہے جب وہ ساحل سے لگ جاتی ہیں جو اُن کی اصل ہے تو ساکن ہوجاتی ہیں۔ چونکہ۔ جب مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے اور وہ اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے تو پھر اُس پر شیطان قابو نہیں پاتا ہے۔ گرچہ۔ گدھے نے لومڑی سے حقائق پر مبنی تقریریں کیں لیکن اُسکی ساری باتیں تقلیدی تھیں لہٰذا لومڑی کے جھانسے میں آگیا۔

[2] آب۔ گدھے کی باتیں ایسی ہی تھیں جیسے کوئی شخص پانی کی تعریفیں کرے لیکن خود پیاسا نہ ہو، عاشق کا حلیہ بنالے اور حقیقتاً عاشق نہ ہو۔ از منافق۔ منافقین عذر پیش کرتے تھے لیکن وہ عذر حقیقت پر مبنی نہ ہوتے تھے لہٰذا مردود تھے۔ بوئی۔ منافقین مومنین کی خو بُو پیدا کر لیتے تھے لیکن اُن میں ایمان نہ ہوتا تھا اور خو بُو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے اختیار کر لیتے تھے۔

[3] حملۂ زن۔ لومڑی اور گدھے کے معرکہ میں گدھے کے حملے ایسے ہی تھے جس طرح میدانِ جنگ میں عورت کا حملہ۔ تیغ بگرفتہ۔ عورت ہاتھ میں تلوار تو لے لیتی ہے لیکن اُس کا دل لرزتا ہے۔ وائی۔ جس شخص کی عقل مادہ ہو اور نفس نَر ہو اس کی تباہی لازمی ہے۔ لاجرم۔ زنانہ عقل لامحالہ مردانہ نفس سے مغلوب ہوجائے گی۔ حملۂ مادہ۔ عورت کے حملہ کا انجام وہی ہوتا ہے جو گدھے کے حملوں کا تھا کہ آخر میں لومڑی نے اُس کو پھنسا لیا۔

ای خنک آنکس کہ عقلش نر بود
نفسِ زشتش مادہ و مضطر بود

وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جس کی عقل نر ہو
اُس کا بُرا نفس مادہ اور بے چین ہو

عقلِ جزویش نر و غالب بود
نفسِ اُنثیٰ را خرد سالب[1] بُود

اُس کی جزوی عقل نر اور غالب
مادہ نفس کو عقل سلب کرنیوالی ہوتی ہے

رنگ و[2] بوی سبزہ زار آں خر شنید
جملہ حجتہا ز طبعِ او رمید

اُس گدھے نے سبزہ زار کے رنگ و بو کو سونگھا
اُس کی طبیعت میں سے ساری دلیلیں بھاگ گئیں

تشنہ محتاجِ مطر شد و ابر نے
نفس را جوع البقر بُد صبر نے

پیاسا بارش کا محتاج ہو گیا اور ابر نہیں ہے
نفس کو انتہائی بھوک تھی، صبر نہ تھا

اسپرِ آہن بُود صبر اے پدر
حق نوشتہ بر سپر جاء الظفر

اے باوا! صبر لوہے کی ڈھال ہوتی ہے
اللہ تعالیٰ نے ڈھال پر لکھ دیا ہے فتح ہوئی

صد دلیل آرد مقلد در بیاں
از قیاسے گوید آں را نز عیاں

مقلد سو دلیلیں بیان کرتا ہے
وہ قیاس سے بتاتا ہے، نہ کہ مشاہدہ سے

مُشک آلودست اما مُشک نیست
بوی مُشکستش ولے جز پُشک نیست

مُشک آلودہ ہے، لیکن مشک نہیں ہے
اُس میں مُشک کی بُو ہے لیکن مینگنی کے سوا کچھ نہیں ہے

تاکہ[3] پُشکے مُشک گردد اے مُرید
سالہا باید دراں روضہ چرید

اے مُرید! تاکہ مینگنی مُشک بنے
سالوں اس باغیچہ میں چرنا چاہیئے

کہ نباید خورد و جو ہمچو خراں
آہوانہ در ختن چر ارغواں

گدھوں کی طرح جو نہ کھانے چاہئیں
ہرنوں کی طرح ختن میں گلِ ارغواں چر

جز قرنفل یا سمن یا گل مچر
رو بصحرائے ختن با آں نفر

لونگ یا چنبیلی یا گلاب کے سوا نہ چر
اُن لوگوں کے ساتھ ختن کے جنگل میں چلا جا

معدہ را خو کن بداں ریحان و گل
تا بیابی حکمت و قوتِ رُسل

اُس ریحان اور گلاب کا معدہ کو عادی بنالے
تاکہ تو رسولوں کی روزی اور حکمت حاصل کرے

خوی معدہ زیں کہ و جو باز کن
خوردنِ ریحان و گل آغاز کن

اس گھاس اور جو سے معدے کی عادت چھڑا
ریحان اور گلاب، کھانا شروع کرے

معدۂ[4] تن سوی کہداں میکشد
معدۂ دل سوی ریحاں میکشد

جسم کا معدہ، چَرَی کی طرف لے جاتا ہے
دل کا معدہ ریحان کی طرف کھینچتا ہے

ہر کہ کاہ و جو خورد قرباں شود
ہر کہ نورِ حق خورد قرآں شود

جو گھاس اور جو کھاتا ہے قربان ہوجاتا ہے
جو اللہ کا نُور کھاتا ہے، قرآن بن جاتا ہے

[1] وقتِ حیوانی سام بھی رنگ و بو کا تو احساس کرتے ہیں لیکن اُن میں عقل کا مادہ نہیں ہے کہ حقیقت تک پہنچ سکیں صورت ہی ظاہر پر رہ کر جاتی ہے عقل سے کام لیکر حقیقت تک نہیں پہنچتی ہے۔ عقل اگر انسان میں نر عقل ہوتی ہو تو وہ نفس پر غلبہ حاصل کر لیتی ہے۔

[2] رنگ و بو۔ اس گدھے نے رنگ و بو کو دیکھا عقل سے کام نہ لیا۔ تشنہ۔ وہ گدھا [illegible] کا محتاج تھا جس کے اسباب وہاں مہیا نہ تھے یہ ایسا ہی ہوا جیسا کوئی پیاسا بارش کا منتظر ہو جبکہ ابر موجود نہ ہو۔ جوع البقر ایک بیماری ہے جس میں انسان کھاتا رہتا ہے لیکن اُس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اسپر مشہور ہے الصبر مفتاح الفرج۔ صبر کشادگی کی کنجی ہے۔ مقلد۔ مُقلد کے دلائل سب سنائے ہوتے ہیں۔ مُشک۔ مقلد کے دلائل کا یہی حال ہوتا ہے جیسا کہ مینگنی پر مُشک مل دیا جائے۔

[3] تاکہ۔ مشاہدہ کیلئے سالوں مجاہدے کی ضرورت ہے۔۔۔ کہ نباید۔ اُن کے حاصل کرنے کے لئے روحانی خوراک کی ضرورت ہے۔ جز قرنفل۔ جس قسم کی روحانی غذائیں کھانے کے بعد مشاہدہ کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ تا۔ رسولوں کی روزی اور حکمت جب حاصل ہوتی ہے جبکہ انسان مجاہدہ [illegible]

[4] معدہ جسمانی معدہ حیوانی غذاؤں کی طرف رغبت کرتا ہے روحانی معدہ اسرار

نیمِ تو مُشک ست نیمی پُشک ہیں　　ہیں میفزا پُشک اَفزا مُشک چیں
خبردار! تیرا آدھا مُشک (اور) آدھا مینگنی ہے　　خبردار! مینگنی نہ بڑھا چین کا مُشک بڑھا

آں مقلِد صد دلیل و صد بیاں　　در زباں آرد ندارد ہیچ جاں
وہ مقلد سَو دلیلیں اور سَو بیان　　زبان پر لاتا ہے۔ کوئی جان نہیں رکھتا ہے

جانِ اُو خالی ازاں گفتارِ اُو　　کہ اَزَش بے مغز زاں اسرارِ اُو
اُس کی جان اُس کی گفتگو سے خالی ہے　　اُس کے اسرار سے اُس کا دماغ بے مغز ہے

چونکہ گوینده ندارد جان و فر[۲]　　گفت اُو را کے بُود برگ و ثمر
چونکہ کہنے والا جان اور شان و شوکت نہیں رکھتا ہو　　اُس کی گفتگو میں پھل اور پتے کب ہونگے؟

میکند گستاخ مردم را براه　　اُو بجاں لرزاں ترست از برگِ کاہ
وہ انسانوں کو راستہ (چلنے) میں دلیر بناتا ہے　　وہ گھاس کے پتّے سے زیادہ جان سے لرزنے والا ہے

پس حدیثش گرچہ بس بافر بُود　　در حدیثش لرزه ہم مُضمر بُود
اُس کی بات اگرچہ بہت شان و شوکت والی ہو　　لیکن، اُس کی بات میں کپکپاہٹ پوشیدہ ہوگی

فرقِ میانِ دعوتِ شیخِ کاملِ واصل و میانِ سخنِ ناقصانِ فاضل کہ فضلِ تحصیلی برخود بستہ اند

کامل شیخ واصل (بحق) کی دعوت اور اُن ناقصوں کی بات کے درمیان فرق جو فضل کے حریص ہیں اور جنہوں نے دوسروں سے فضل لیکر اپنے آپ سے وابستہ کر لیا ہے

شیخِ نورانی ز رہ آگہ کند　　با سخن ہم نور را ہمرہ کند
نورانی شیخ راہِ (حق) سے آگاہ کرتا ہے　　بات کے ساتھ نور ہمراہ کرتا ہے

جہد کن[۳] تا مست و نورانی شوی　　تا حدیثت را شود نورش روی
تو کوشش کر تاکہ مست اور صاحبِ نور بنجائے　　تاکہ اس کا نور تیری بات کے ساتھ ہو

ہر چہ در دوشاب جوشیده شود　　در عقیده طعمِ دوشابش شود
جو چیز انگور کے شیرے میں جوش دیدی جائے　　عقیده میں اُس کا مزہ، انگور کے شیرے کا ہوجاتا ہے

از جزر و ز سیب و بِہ وز گرد گاں　　لذتِ دوشاب یابی تو ازاں
گاجر اور سیب اور بِہی یا اخروٹ　　تو اُن میں انگور کے شیرے کا مزہ پائیگا

علم اندر نور[۴] چوں فرغوده شد　　پس ز علمت نور یابد قومِ لُد
علم، جب نور سے گھُل مل گیا　　تو تیرے علم سے سرکش قوم نور حاصل کرتی ہے

ہر چہ گوئی باشد آں ہم نورِ پاک　　کاسماں ہرگز نبارد غیرِ پاک
تو جو کچھ کہے وہ بھی نورانی ہوگا　　کیونکہ آسمان پاک کے علاوہ نہیں برستا ہے

کی غذا چاہتا ہے۔ ترک۔ جو شخص حیوانی غذاؤں کا عادی ہوتا ہے وہ ہلاک ہوجاتا ہے، نورانی غذا سے انسان قرآن کی طرح متبرک بن جاتا ہے۔ نیم تو۔ انسان میں دو قوتیں ہیں حیوانی ہیں اور ملکوتی ہیں۔ آں مقلد۔ وہ شخص جو سُنی سُنائی باتیں بیان کرتا ہے اُس کی صرف زبانی تقریر ہوتی ہے اُس میں کوئی جان نہیں ہوتی ہے نہ اُس کے دماغ میں اُس کے اسرار ہوتے ہیں۔

[۲] چونکہ۔ جب کہنے والے میں کوئی جان نہ ہو تو اُس کی بات بے نتیجہ ہوتی ہے۔ می کند۔ دوسروں کو تو وہ بہادر بناتا ہے لیکن خود لرزتا ہے۔ پس۔ اِس مُقلد کی تقریر اگرچہ پُر شوکت ہوتی ہے، لیکن اُس میں خوف بھی پوشیدہ ہوتا ہے۔ فرق۔ شیخ کامل اور ناقص انسان کی رہنمائی میں بڑا فرق ہے۔ شیخ نورانی صاحبِ نور شیخ صحیح رہنمائی کرتا ہے اور اُس کی بات پُر تاثیر ہوتی ہے۔

[۳] جہد کن۔ انسان کو خود صاحبِ نور بننا چاہیئے تاکہ بات میں تاثیر ہو۔ نور اُس کی بات کے لئے بمنزلہ حرف روی کے ہو جو شعر کے آخر میں لازمی ہے اور اُسی حرف پر قافیہ کا دار ہوتا ہے۔ ہر چہ۔ بات میں نور اسی طرح پیوست ہوجاتا ہے جس طرح

[۴] علم اندر نور۔ جب علم کا نور میں مربّہ بن جاتا ہے تو پھر اُس علم کی تاثیر سرکش قوم پر ہوتی ہے۔ فرغوده۔ آمیختہ و پیچیده۔ ہر چہ۔ اب نورانی شخص جو بات بھی کہیگا اس میں نور اور پاکیزگی ہوگی۔

آسماں شو ابر شو باراں ببار	ناوداں بارش کند نبود بکار
آسمان بن جا، ابر بن جا، بارش برسا	پرنالہ بارش برساتا ہے، وہ کارآمد نہیں
آب اندر ناوداں عاریتے	آب اندر ابر و دریا فطرتے
پرنالہ میں پانی مانگا ہوا ہے	ابر اور دریا میں اصل پانی ہے
فکر و اندیشہ ست مثلِ ناوداں	وحی مکشوف ست ابر و آسماں
فکر اور خیال، پرنالہ جیسا ہے	کھلی ہوئی وحی، ابر اور آسمان ہے
آبِ باراں باغ صد رنگ آورد	ناوداں ہمسایہ در جنگ آورد
بارش کا پانی، باغ کو سو رنگ کا بنا دیتا ہے	پرنالہ، پڑوسی کو جنگ پر آمادہ کر دیتا ہے
باز گردم سوئے آں روباہ و خر	تا چساں از راہ برد آں خر نگر
میں لومڑی اور گدھے کی طرف لوٹتا ہوں	دیکھ اُس گدھے کو کس طرح راستے سے بھٹکا دیا

آسماں۔ آسمان اور ابر کا اپنا ذاتی پانی ہے، پرنالہ کا پانی اپنا نہیں ہے آسمان کا ہے۔ ؏ فکر و اندیشہ۔ فکر اور خیال کی مثال پرنالے کے پانی کی سی ہے اور وحی کی مثال ابر کی سی ہے آبِ باراں۔ بارش کا پانی سینکڑوں فائدے کا سبب ہے، پرنالہ کا پانی عموماً پڑوس سے جھگڑے کا سبب بنتا ہے۔

شرح

بیان بالا سے معلوم ہوا کہ جب حال قال کے مخالف ہوتا ہے تو وہ قال کے جھوٹ ہونے کو ظاہر کرتا ہے اس کے لیے ہم ایک اور نظیر تم کو سناتے ہیں سنو! جبکہ فرعون نے جو کہ مدعی الوہیت اور قائل **انا ربکم الاعلیٰ** تھا موسیٰ علیہ السلام کے اژدہے کو دیکھا تو وہ ڈر گیا اور جنگ کے لیے مہلت مانگی اور نرمی کرنے لگا۔ اس وقت کے عقلاء نے یہ حالت دیکھ کر کہا کہ اگر یہ خدا ہوتا تو اسکو تو درشت ہونا چاہیئے تھا۔ معجزۂ موسیٰ خواہ اژدہا تھا یا سانپ اس کا تو مملوک اور مخلوق تھا۔ پھر اس کی خدائی نخوت و قہر کو کیا ہوا کہ وہ یہ گستاخی اور مقابلہ دیکھ کر جنبش میں نہیں آتا۔ پس معلوم ہوا کہ اس کا دعویٰ بالکل جھوٹا ہے۔ کیونکہ اگر بالفرض رب اعلیٰ یہ ہی ہے جیسا کہ اس کا دعوےٰ ہے تو ایک کیڑے کے سبب یہ خوشامد کیوں ہے۔ انہیں واقعات سے تم یہی سمجھ لو کہ جب تک تمہارا نفس مثل و نیند ... وغیرہ ماکولات و مشروبات میں مست اور ان میں منہمک ہے اس وقت تک خواہ وہ کتنا ہی دعوے ولایت کرے بالکل غلط ہے۔ اور اس نے خوشۂ غیبی (غذائے روحانی) کا مشاہدہ نہیں کیا ہے۔ کیونکہ نورِ حق (جو کہ غذائے روح) ہے اسکے دیکھنے کی یہ علامت ہے۔ کہ تم کو دنیا سے بعد اور نفرت

ہو۔ اور یہ بات تم میں پائی نہیں جاتی ۔ پس دعوئے ولایت سراسر غلط ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی جانور آب شور پر گرے تو سمجھا جاتا ہے کہ آب شیریں کی روانی نہیں دیکھی۔ علیٰ ہذا جبکہ اسکو غذائے جسمانی کی طرف رغبت ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے غذائے روحانی نہیں دیکھی ۔ بلکہ ہنوز اس کا ایمان تقلیدی ہے اور اسکی روح نے حقیقی ایمان کی صورت نہیں دیکھی ایسی حالت میں اسکے لیے سخت خطرہ ہے کیونکہ مقلد کو راہ اور راہزن یعنی شیطان رجیم کا سخت خطرہ ہوتا ہے ۔ لیکن جبکہ وہ نورحق سبحانہ دیکھ لے گا اسوقت بے کھٹکے ہوجائے گا اور شکوک کے باعث جو اسے اضطرابات لاحق ہوتے ہیں وہ جاتے رہیں گے اور اسے بالکل سکون ہو جائے گا ۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب تک خس و خاشاک دریا زمین پر نہیں آتے جوکہ ان کی اصل ہے اس وقت تک وہ پانی کے ٹکڑوں میں مضطرب رہتے ہیں کیونکہ وہ خاکی ہیں اور پانی میں مسافرت کی حالت میں نہیں اور مسافرت میں اضطراب اور خلق لازمی ہے لیکن جبکہ وہ خشکی میں پہنچ جاتے ہیں جوکہ ان کا وطن اصلی ہے ۔ تو انہیں سکون ہو جاتا ہے ۔ علیٰ ہذا جبکہ اس کو عالم غیب سے تمکن ہو رہا ہے اس وقت اسکے تمام اضطرابات فنا ہوجاتے ہیں اور جبکہ اس کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور اس تحریر غیبی کو پڑھ لیتا ہے جوکہ اس کی روح پر لکھی جاتی ہے تو اب شیطان کو اس پر تسلط نہیں رہتا اور وہ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ کا مصداق ہو جاتا ہے خیر تو گدھے نے لومڑی سے اسرار بیان کئے تھے ۔ مگر چونکہ وہ مقلد بنا ۔ اور یہ امور اسکو ذوقاً معلوم نہ تھے بلکہ سُنی سُنائی کہتا تھا ۔ اسلئے اس نے جو کچھ کہا وہ اوپرے دل سے اور مقلدانہ کہا اور اسنے گویائی کی تعریف کی ۔ مگر اسکے دل میں اسکی وقعت نہ تھی اور وہ اس کا مشتاق نہ تھا ۔ اور گو اسنے منہ نوچا اور گریبان پھاڑا مگر وہ عاشق نہ تھا ۔ خلاصہ یہ کہ یہ فعل اس کا محض بناوٹ سے ناشی تھا اور دل سے نہ تھا ۔ پس چونکہ اس کے الفاظ باوجود پر مغز ہونے کے محض زبان سے تھے نہ کہ دل سے ۔ اسلئے وہ محض بے حقیقت تھے ۔

یہی وجہ ہے کہ منافقین کا عُذر نشھد انک لرسول اللہ مردود قرار پایا اور پسندیدہ نہ ہُوا۔ چنانچہ اسکے جواب میں فرمایا گیا واللہ یشھد ان المنٰفقین لکٰذبون ہ کیونکہ وہ منہ ہی منہ میں تھا۔ دلوں میں نہ تھا اور اسکی پاس بوئے سیب تو تھی مگر سیب نہ تھا اور محض بوئے سیب بجز موجب مضرت ہونے کے اور کیا ہو سکتی ہے کیونکہ جس چیز میں بوئے سیب ہو۔ اور کوئی اسکو سیب سمجھ کر کھائے تو وہ خواہ مخواہ اسے نقصان کریں گے۔ کیونکہ اس میں سیب کے خواص و فوائد نہ ہوں گے۔ جس کی اُسے ضرورت نہ تھی۔ بلکہ اور خواص ہوں گے جن کی اسے ضرورت نہ تھی فیئ اس کا یہ جملہ محض فرقانہ تھا۔ اور جنگ میں عورت کا حملہ دشمن کی صف کو تو درہم برہم نہیں کرتا۔ بلکہ اس سے خود اپنی فوج کی حالت تباہ ہو جاتی ہے کیونکہ اگرچہ تم اسکو صف میں شیرانہ تلوار لئے ہوئے دیکھ رہے ہو۔ مگر بزدلی سے اس کا ہاتھ کانپ رہا ہے پس وہ دشمن کے حملہ کی تاب نہ لائیں گے اور بھاگے گی اور دوسری فوج پر اس کا بُرا اثر پڑے گا۔ جبکہ تم کو جنگ میں عورت کی حالت معلوم ہوگی۔ تو اب ہم کہتے ہیں کہ افسوس ہے! اس شخص کی حالت پر جس کی عقل مادہ ہو اور اس کا نفس زشت نر اور اسکے مغلوب کرنے پر مستعد ہو۔ کیونکہ اس حالت میں عقل لامحالہ مغلوب ہوں گے اور اس طرح... خسارہ کی طرف جائے گی۔ کیونکہ وہ مادہ ہے اور مادہ کا حملہ بھی اگرچہ بظاہر بہادرانہ ہو

مگر تاہم بیکار ہے کیونکہ اس گدھے کی طرح یہ بھی احمق ہے اور جس طرح گدھے کی حماقت نے اسکے حملہ کو بے کار کر دیا تھا اور اس طرح اسے نقصان پہنچایا تھا۔ یوں ہی حماقتِ عقل عقل کو بھی نقصان پہنچاتا ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ وہ عورت ہے اور عورت پر وصف حیوانی غالب ہوتا ہے کیونکہ وہ رنگ و بُو اور تلذذ و تنعم کیطرف مائل ہوتی ہے اور تلذذ و تنعم میں انہماک صفت حیوانات ہے لہٰذا عورت پر غلبہ حیوانیت لازم ہے اور غلبہ حیوانیت کیلئے حماقت لازم ہے پس عقل مغلوب نفس ضرور احمق ہوگی اور اسکی حماقت اسے یونہی نقصان پہنچائیگی جیسے گدھے کی حماقت نے گدھے کو نقصان پہنچایا تھا جبکہ عقل کے مادہ ہونیکی برائی معلوم ہوگئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ بڑے مزہ میں ہے وہ شخص جسکی عقل نر ہو اور اس کا نفس مادہ اور مجبور اور اسکی عقل

جری نر اور غالب ہو۔ دراصل نفس مادہ کی عقل کو چھین لیا اور اس پر قبضہ کر لیا ہو اسلئے نفس اس کا تابع ہو۔
خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سمجھو! کہ گدھے نے جبکہ سبزہ زار کی رنگ اور بو کا حال سنا تو تمام دلائل اسکی طبیعت ---- سے کافور ہو گئے اور وہ پیاسا اور ابر کا محتاج ہوا مگر وہاں ابر نہ تھا۔ یعنی وہ سبزہ زار کا طالب ہوا۔ حالانکہ وہاں سبزہ زار نہ تھا۔ اور نفس کو سخت بھوک لاحق ہوئی اور وہ بے صبر ہو گیا اور وہ جبکہ بے صبر ہو گیا تو سارا کام بگڑ گیا۔ کیونکہ صبر ایک لوہے کی ڈھال ہے جو سختت سے سخت کو برداشت کرا دیتی ہے اسلئے کہ حق سبحانہ نے صبر پر فتح لکھ دی ہے پس صبر کی سپر سے مصائب پر فتح حاصل ہوتی ہے۔
الغرض گدھا لغزش کھا گیا اور منشا لغزش تقلید تھا۔ کیونکہ مقلد گو سینکڑوں دلائل بیان کرے مگر وہ صرف عقلی گدے لگاتا ہے اور معائنہ و مشاہدہ یعنی ذوق اور حال سے نہیں کہتا۔ اسلئے اس کا بیان مشک آلود ہو جاتا ہے۔ مگر مشک نہیں ہوتا اور بوئے مشک رکھتا ہے۔ مگر واقعی میں مینگنی کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتا۔ یعنی مقلد کی گفتگو کا ظاہر اچھا ہوتا ہے مگر باطن خراب! پس اگر تم اپنی مینگنی کو مشک بنانا چاہتے ہو یعنی اپنے بظاہر اچھی اور بباطن بری گفتگو کو ظاہر و باطن دونوں حالتوں میں اچھی کرنا چاہتے ہو۔ تو تم کو گلزار معرفت میں برسوں تک چرنا اور اس سے مستفید ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس مینگنی کے مشک بننے کے لئے ضرورت ہے کہ برسوں اس باغ میں چرا جائے لہٰذا تم گدھوں کی طرح کاہ و جو یعنی غذائے جسمانی ... نہ کھاؤ۔ بلکہ ختن یعنی عالم غیب میں جاکر ارغوان ...... یا قرنفل یا سمین یا گل چرو اور اہل اللہ کے ساتھ صحرائے ختن یعنی عالم غیب میں جاؤ اور اپنے معدہ روحانی کو ریحان و گل کا عادی بناؤ۔ تاکہ تم کو ادراک حقائق علی ما ہی علیہ خاص ہو جو کہ پیغمبروں کی غذا ہے اور تم اپنے معدہ کو کاہ ... و جو یعنی غذائے جسمانی سے الگ کرو اور ریحان و گل یعنی غذائے روحانی کھانا شروع کرو۔ کیونکہ معدہ جسمانی پاخانہ میں لے جاتا ہے اور معدہ

روحانی غذائے روحانی کی طرف سے جاتا ہے جو کہ ریحان ہے فیز جو کاہ وجو کھاتا ہے
وہ فنا ہوتا ہے اور جو کہ نور حق کھاتا ہے قرآن کی طرح باقی اور معدن اسرار الہیہ اور معظم و
مکرم ہوتا ہے ۔ ہاں تم کاہ وجو نہ کھاؤ اور نور حق کھاؤ۔
دیکھو! تم آدھی مشک ہو اور آدھی مینگنی یعنی ایک جز تمہارا روح ہے جو کہ عمدہ
ہے اور ایک جز جسم! جو کہ برا ہے ۔ سو تم مشک کو ترقی دو اور مینگنی کو نہ بڑھاؤ یعنی
روحانیت کو بڑھاؤ اور جسمانیت کو ترقی نہ دو ۔ خیر حاصل یہ ہے کہ مقلد سو دلیلیں
بیان کرتا اور سو تقریریں کرتا ہے ۔ مگر اس میں روحانیت بالکل نہیں ہوتی اور اس
کے روح میں ان کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا اور اس کی کھوپڑی ان کے اسرار سے بالکل
خالی ہوتی ہے اسی لیے ان دلیلوں اور تقریروں کا اثر بھی نہیں ہوتا کیونکہ جب کہنے
والے میں روحانیت اور باطنی شان و شوکت نہ ہو ۔ تو اس کی گفتگو بھی بے نتیجہ
ہوا کرتی ہے وہ آدمیوں کو راہ چلنے پر دلیر کرتا ہے مگر بوجہ عدم یقین کے ....
خود اس کی جان پتے سے زیادہ کانپتی ہے اور اس کی گفتگو نہایت ہی پر شوکت
ہو ۔ مگر روح کے اثر سے اس میں بھی لرزہ اور تھراہٹ مستتر ہوتی ہے ۔
پس یہ لرزہ مخفیہ قبول سے مانع ہوتا ہے ۔ برخلاف عارف کامل کے کہ وہ ہدایت
اور راہنمائی کرتا ہے تو اس کے ساتھ نور بھی بجتا ہے ——— جس سے سامعین کے
دل میں سکون اور طمانیت پیدا ہوتی ہے اور اسلئے وہ اسے قبول کرتے ہیں پس تم
اس کی کوشش کرو کہ شراب معرفت سے مست اور نور معرفت سے منور ہو جاؤ ۔ تاکہ

تاکہ نور تمہاری گفتگو کے تابع ہو ۔ دیکھو قاعدہ ہے کہ جو چیز شیرۂ انگور میں عقیدہ
(ایک قسم کا کھانا ہے) کے اندر پکائے جاتے ہیں اس میں شیرہ کا مزہ آجاتا ہے اور خواہ
وہ گاجر ہو یا سیب یا بہی اخروٹ اس سے تم کو شیرہ انگور کا مزہ آتا ہے یوں ہی
جب علم نور میں لتھڑ جاتا ہے تو اس کی ذہنیت تمہارے علم سے معاندین تک کو نور حاصل ہوتا
ہے خواہ وہ اپنے عناد سے اس کو رد کر دیں ۔ یہ دوسری بات ہے اور جو کچھ تم کہتے ہو

وہ ایک نور اپنے اندر رکھتا ہے کیونکہ اُس وقت تمہاری حالت آسمان کی سی ہوتی ہے اور آسمان سے جو کچھ برستا ہے وہ میل کچیل اور نجاستوں سے پاک ہوتا ہے یوں ہی جو کچھ تم کہتے ہو وہ بھی ظلمت شکوک سے پاک صاف ہوتا ہے ۔ پس تم آسمان اور اَبر بن جاؤ اور مینہ برساؤ اور پرنالہ نہ بنو ۔ کیونکہ پرنالہ کی بارش کسی کام کی نہیں اسلئے کہ اس میں مُنوّں کدورتیں اور نجاستیں شامل ہوتی ہیں ۔ نیز پرنالہ کا پانی عاریتی ہوتا ہے اور اَبر و دریا کا پانی فطری جو خود اسی سے پیدا ہوتا ہے ۔

مطلب ہمارا یہ ہے کہ عقل و قیاس کو چھوڑ دو اور کشف و الہام حاصل کرو ۔ کیونکہ عقل و فکر کی مثال پرنالہ کی سی ہے ۔ جس کے مدرکات میں کدورات و شکوک و اوہام شامل ہوتے ہیں ۔ اور وحی کشفی اَبر و آسمان کے مشابہ ہے چونکہ صافی عن الغبار ہوتی ہے ۔ نیز بارش کا قاعدہ ہے کہ وہ باغ صد رنگ تیار کرتی ہے اور پرنالہ .. پڑوسی کو لڑائی پر آمادہ کرتا ہے ۔ پس وحی کشفی روح میں سینکڑوں معرفت کے پھول کھلائیگی اور گفتگوئے قیاسی جنگ و جدل پیدا کریگی ۔ خیر اب ہم لومڑی اور گدھے کیطرف لوٹتے ہیں دیکھیں اُسنے اسے کیونکر گمراہ کیا ہے ۔

زبوں شُدنِ خر در دست روباہ از حرصِ علف

گھاس کی حرص کی وجہ سے گدھے کا لومڑی کے ہاتھوں مغلوب ہو جانا

خر دو سہ حملہ برد بہ سخت کرد
گدھے نے لومڑی پر دو تین سخت حملے کیئے

چوں مقلّد بُد فریبِ اُو بخورد
چونکہ مقلّد تھا اُس کا فریب کھا گیا

طنطنہ ادراک و بینائی نداشت
وہ علم اور بصیرت کا کروفر نہ رکھتا تھا

دمدمہ روبہ برو سکتہ گماشت
لومڑی کے مکر نے اُس پر سکتہ طاری کر دیا

حرصِ خوردن آنچناں کردش ذلیل
کھانے کی حرص نے اُس کو ایسا ذلیل کیا

کہ زبونش کرد با پانصد دلیل
کہ پانچ سو دلیلیں ہوتے ہوئے اُسکو مغلوب کر دیا

۵۵ باز گردم ۔ اب گدھے کا قصہ سُن لومڑی نے اُسکو کس طرح گمراہ کر دیا ۔ خر ۔ گدھے نے لومڑی پر جوابی حملے کئے لیکن چونکہ مقلّد تھا آخر میں خود پسپا ہو گیا ۔ طنطنہ ۔ چونکہ گدھے کو نور باطنی حاصل نہ تھا لومڑی کا مکر اُس پر غالب آ گیا اور گدھے کی حرص نے دلیلوں کے ہوتے ہوئے اُس کو ذلیل کر دیا ۔ حکایت ۔ اِس حکایت سے یہ بتایا ہے کہ مقلّد کی دلیل ایسی ہی ہے جیسے ہیجڑے کی تلوار ۔

حکایت آں مخنث و پرسیدنِ لوطی ازو در حالتِ لواطت

ہیجڑے کا قصہ اور لوطی کا لواطت کی حالت میں اُس سے دریافت کرنا

کایں خنجر از بہرِ چیست گفت از بہرِ آنکہ ہر کہ با من بد اندیشد

یہ خنجر کس کام کے لئے ہے اُس نے کہا اس لئے کہ جو میرے ساتھ بُری بات

اشکمش بشگافم لوطی بر سرِ اُو آمد و شد میکرد و میگفت

سوچے گا میں اُس کا پیٹ پھاڑ دوں گا لوطی اُس پر چڑھتا اور اُترتا تھا

اَلحمدُ لِلّٰہ کہ من با تو بد نمی اندیشیم ۵۱

اور کہہ رہا تھا خدا کا شکر ہے کہ میں تجھ سے بُرے کام کی نیت نہیں رکھتا ہوں

بیتِ من بیت نیست اقلیمست — ہزلِ من ہزل نیست تعلیمست

میرا شعر، کوٹھری نہیں ہے ایک خطہ ہے — میرا مذاق، مذاق نہیں ہے، تعلیم ہے

قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا

اللہ تعالیٰ کا قول ہے بیشک اللہ حیا نہیں کرتا اس بارے میں کہ وہ مچھر کی مثال بیان کرے

اے فَمَا فَوْقَهَا فِیْ تَغْیِیْرِ النُّفُوْسِ بِالْاِنْکَارَاتِ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰہُ

پس اس سے بھی زیادہ (چھوٹی چیز کی) جو انکار کی وجہ سے نفوس میں تغیر پیدا کرنے کیلئے اس کی

بِهٰذَا مَثَلًا وآنکہ جواب میفرماید کہ ایں خواتم یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْرًا

بھی بڑھی ہوئی ہوں (انھوں نے کہا) اس مثال سے اللہ کا کیا ارادہ ہے اور یہ کہ جواب فرماتے ہیں کہ یہ چاہا

وَّیَهْدِیْ بِهٖ کَثِیْرًا کہ ہر فتنہ ہمچو میزانست کہ بسیار ازو سرخ رو

اس سے بہت گمراہ ہوں اور بہت سے ہدایت پائیں کیونکہ ہر آزمائش ایک ترازو ہے کہ بہت اس سے

شوند و بسیاراں بے مُراد شوند وَلَوْ تَاَمَّلْتَ فِیْهِ قَلِیْلًا

سرخرو ہو جاتے ہیں اور بہت سے بے مراد ہو جاتے ہیں اور اگر تو اس میں تھوڑا سا بھی غور

لَوَجَدْتَّ فِیْ نَتَائِجِهِ الشَّرِیْفَةِ کَثِیْرًا

کرے تو اس میں بہت سے عمدہ فوائد پائے گا

کوندے را لوطیے در خانہ بُرد ۵۳ — سرنگوں افگندش و در وے فشرد

ایک غلام کرانیوالے کو ایک غلام کرنیوالا گھر لے گیا — اُس کو اوندھا گرایا اور اس میں گھسیڑ دیا

بر میانش خنجرے دید آں لعیں — پس بگفتش در میانت چیست ایں

اُس ملعون نے اُس کی کمر پر خنجر دیکھا — تو اُس سے کہا تیری کمر میں یہ کیا ہے؟

گفت آنکہ با من ار یک بدمنش — بد بیندیشد بدرم اشکمش

اُس نے کہا یہ کہ اگر کوئی بدطینت میرے ساتھ — بُرے کام کا ارادہ کرے تو میں اُس کا پیٹ پھاڑ دوں

---

۵۱ الحمد للہ۔ اُس لوطی نے طنزاً کہا۔ بیت۔ پہلا بیت شعر کے معنی میں اور دوسرا بیت کوٹھری کے معنی میں ہے یعنی میرے اشعار میں بہت سے معانی ہیں۔ ہزل میں۔ چونکہ مولانا نے یہاں بہت فحش قصہ نقل کیا ہے اس کی توجیہ کرتے ہیں۔

۵۲ اِنَّ اللّٰہ۔ قرآن نے سمجھانے کیلئے جب مچھر اور اُس کے پَر کی مثالیں دیں تو کفار نے اعتراض کیا کہ قرآن میں ایسی چھوٹی چھوٹی مثالیں کیوں دی جاتی ہیں تو قرآن نے اُس کے جواب میں کہا کہ فہمائش کیلئے اس طرح کی مثالیں دینا کوئی بُری بات نہیں ہے اور ایک آزمائش بھی ہے کہ اس قسم کی مثالوں پر کچھ اعتراض کر کے گمراہ ہوں اور کچھ مقصد سمجھ کر ہدایت یاب ہوں۔

۵۳ کوندے۔ اغلام کرانے والا اسی سے کندہ اور گندہ بنا ہے بیان کر۔ بدمنش۔ بدطینت۔

گفت لوطی حمدُ لِلّٰہ را کہ مَن ۔ بَد نیندیشیدہ اَم با تو بفن

انعام کرنے والے نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ میں نے ۔ کسی فریب سے تیرے ساتھ بُرا ارادہ نہیں کیا

چونکہ[1] مَردی نیست خنجر ہا چہ سُود ۔ چوں نباشد دل ندارد سُود خود

جبکہ بہادری نہیں ہے، خنجروں سے کیا فائدہ؟ ۔ جب دل نہ ہو، خود فائدہ نہیں دیتی

از علیؓ میراث داری ذُوالفقار ۔ بازوئے شیرِ خدا ہستت بیار

حضرت علیؓ سے تجھے ذوالفقار میراث میں ملی ۔ تیرے پاس شیرِ خدا کا بازو ہے تو لا

گر فسونے[2] یاد داری از مسیحؑ ۔ کو لب و دندانِ عیسیٰؑ اے وقیح

اگر تو حضرت عیسیٰؑ کی دُعا یاد رکھتا ہے ۔ اے بے شرم! (حضرت) عیسیٰؑ کا ہونٹ اور دانت کہاں؟

کشتی سازی ز توزیع و فتوح ۔ کو یکے ملاحِ کشتی ہمچو نوحؑ

تو چندے اور نذرانوں سے کشتی بناتا ہے ۔ (حضرت) نوحؑ جیسا کوئی ایک ملاح کہاں ہے!

بُت شکستی گیرم ابراہیمؑ وار ۔ کو بُتِ تن را فدا کردن بنار

... تو نے حضرت ابراہیمؑ کی طرح بُت توڑ ڈالا ۔ جسم کے بُت کو آگ میں فنا کرنا کہاں ہے؟

گر دلیلت ہست اندر فعل آر ۔ تیغِ چوبیں را بداں کُن ذوالفقار

اگر کام میں تیرے پاس دلیل ہے ... ۔ اس کے ذریعہ لکڑی کی تلوار کو ذوالفقار بنا لے

آں دلیلے کو ترا مانع شود ۔ از عمل آں نقمتِ صانع شود

وہ دلیل جو تیرے لئے مانع ہے ۔ عمل سے، وہ خدا کا عذاب ہے

خائفان[3] راہ را کردی دلیر ۔ از ہمہ لرزاں تری تو زیر زیر

تو نے راستے میں ڈرنے والوں کو بہادر بنا دیا ۔ چپکے چپکے تو سب سے زیادہ لرزنے والا ہے

بر ہمہ درسِ توکل می کُنی ۔ در ہوا تو پشہ را رگ میزنی

تو سب کو توکل کا درس دیتا ہے ۔ تو ہوا میں مچھر کی رگ پر (نشتر) مارتا ہے

اے مُخنث پیش رفتہ از سپاہ ۔ بر دروغ و ریشِ تو کیرت گواہ

اے ہیجڑے، تو لشکر سے آگے ہوا ۔ تیرے جھوٹ اور داڑھی پر تیرا خایہ گواہ ہے

چوں ز نامردی دل آگندہ بُود ۔ ریش و سُبلت موجبِ خندہ بُود

جب نامردی سے دل پُر ہو ۔ داڑھی اور مونچھیں ہنسی کا سبب ہوتی ہیں

توبہ کُن اشکباراں چوں مطر ۔ ریش و سُبلت را ز خندہ باز خر

توبہ کر، بارش کی طرح آنسو بہا ۔ داڑھی اور مونچھ کو مذاق سے بچا

داروئے مَردی بجو را اندر عمل ۔ تا شوی خورشیدِ گرم اندر حمل[4]

عمل میں مردانگی کی دوا کر ۔ تاکہ تو (برج) حمل میں گرم سورج بن جائے

داروئے مَردی کُن و عنّیں مشوی ۔ تا بروں آیند صد گوں خوبروی

مردانگی کی دوا کر اور نامرد نہ بن ۔ تاکہ سینکڑوں قسم کے خوبصورت پیدا ہوں

[1] چونکہ۔ جب انسان میں بہادری نہ ہو تو اس کے لئے خنجر اور شیر کی دُبے کی جنگی ٹوپی بیکار ہے.... ذوالفقار۔ آنحضورؐ کی مشہور تلوار جو حضرت علیؓ کے پاس تھی۔ شیرِ خدا۔ حضرت علیؓ کا لقب اسد اللہ ہے۔

[2] گر فسونے۔ اگر کوئی حضرت مسیحؑ کی طرح دَم کرنا سیکھ لے جس سے مُردے زندہ ہو جاتے تھے، تو وہ حضرت مسیحؑ کے ہونٹ اور دانت کہاں سے لائے گا۔ توزیع۔ چندہ۔ فتوح۔ نذرانہ۔ تو۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے جسم کو آگ میں ڈال دیا تھا۔ گر دلیل... دلیل دراصل عمل ہے۔ مانع۔ جو دلیل عمل سے مانع بنے وہ عذابِ الٰہی ہے۔

[3] خائفان۔ بے عمل انسان دوسروں کو وعظ کہہ کر بہادر بناتا ہے، خود بزدلی دکھاتا ہے۔ در ہوا۔ ایسا لالچی ہے کہ ہوا میں مچھر کے نشتر مار کر اُس کا خون پینا چاہتا ہے۔ کیر۔ آلۂ تناسل جس سے ہیجڑا محروم ہوتا ہے۔ ریش۔ ہیجڑے کی داڑھی ایک مذاق ہے۔ توبہ کن۔ راہِ سلوک کے ہیجڑے کا یہ علاج ہے کہ وہ اللہ کے دربار میں گریہ و زاری کرے

[4] حمل۔ سورج جب برجِ حمل میں ہوتا ہے اس کی شعاعیں زمین پر بہت تیز گرم پڑتی ہیں۔ عنّین۔ نامرد۔ تا بروں۔ مرد کے حسین اولاد پیدا ہوتی ہے۔

معدہ را بگذار و سوئ دل خرام | تاکہ بے پردہ ز حق آید سلام
معدہ کو چھوڑ اور دل کی جانب چل | تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے بغیر حجاب کے سلام آئے

رستمی گر بایدت خنجر بگیر | ور بخیزی مائلی چادر بگیر
اگر تجھے رستم بن چاہیئے، خنجر پکڑ | اگر تو ہیجڑے پن کی جانب مائل ہے چادر اوڑھ لے

رستمی گر بایدت جوشن بپوش | ور بخیزی مائلی رو کون فروش
اگر تجھے رستم بن چاہیئے، زرہ پہن لے | اگر تو ہیجڑے پن کی جانب مائل ہے جا مقعد بیچ

یکدو گامے رو تکلف ساز خوش | تا ترا عشقش کشد اندر برش
ایک دو قدم چل، خوب تکلف کر | تاکہ تجھے عشق، اپنی آغوش میں کھینچ لے

بر سر میداں چو مرداں پائیدار | تا نگردی مبتلا در پائے دار
میدان میں مردوں کی طرح جم | تاکہ تو سولی کے نیچے مبتلا نہ ہو

تاکے از جامہ زناں ہمچو زناں | در صف مرداں در آ ہمچوں سناں
عورتوں کی طرح زنانہ لباس سے کب تک (تعلق رکھیگا) | نیزے کی طرح مردوں کی صف میں آجا

بقیہ ۔ مجاہدے کرے روزے رکھے تو قرب خداوندی میسر آجائے گا۔
۵۲ رستمی ۔ اگر تو راہ سلوک کا رستم بننا چاہتا ہے تو مجاہدے کے خنجر سے نفس کشی کر ورنہ عورتوں کی طرح چادر اوڑھ کر خانہ نشین بن جا۔ یکدو۔ راہ سلوک میں تکلف سے ہی آگے قدم رکھو پھر خود بخود شروع ہوگا۔ ماد سول ۔ سناں ۔ بھالا

شرح

گدھے نے لومڑی پر دو تین حملہ سخت کئے لیکن چونکہ مقلد تھا۔ اسلئے آخر کار لومڑی کے دھوکے میں آگیا اور چونکہ وہ شوکت ادراک و بصیرت نہ رکھتا تھا اسلئے لومڑی کے فریب نے اسے دم بخود کر دیا اور کھانے کی حرص نے اسے اس قدر ذلیل کیا کہ باوجود پانچ سو دلیلوں کے اُسے مغلوب کر دیا اس مقام پر ہمیں ایک حکایت یاد آگئی ۔ گو ہے تو فحش مگر ہمیں اس سے نصیحت مقصود ہے اسلئے ہم اسکے فحش ہونے کی پرواہ نہیں کرتے۔

کیوں کہ حق سبحانہٗ فرماتے ہیں ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃً فما فوقھا ۔ یعنی لوگ جو مچھر کی مثال بیان کرنے پر اعتراض کرتے ہیں سو اُن کو واضح ہو کہ حق سبحانہٗ کسی مثال کے بیان کرنے سے نہیں شرماتے خواہ وہ مچھر ہو ۔ یا معترضین کی نظر میں اس سے بھی بڑھ کر قابل انکار و اعتراض ہو۔ ماذا اراد اللہ بھذا مثلاً ۔ یعنی حق سبحانہٗ کا ایسی مثال سے کیا مقصود ہے اس کا جواب یہ ہے یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا ۔ یعنی اس سے وہ بہت سوں کو گمراہ کرتے ہیں

اور بہت سوں کو ہدایت فرماتے ہیں ــــ گمراہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس کے ظاہر کو دیکھ کر ... اعتراض کرتے ہیں اور ہدایت وہ پاتے ہیں جو اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں اور اس ...... کو قابل اعتراض نہیں جانتے ۔ پس یوں ہی ہم نصیحت کے لئے ایسی مثالیں بیان کرتے ہیں جو کہ بظاہر قابل انکار ہیں اور بباطن پر نصیحت ۔ تاکہ بُروں کی بُرائی اور اچھوں کی اچھائی ظاہر ہو جائے ۔

اچھا اب حکایت سنو ! ایک اغلام کرنے والے کو ایک مغلم اپنے گھر لے گیا اور اسکو اوندھا لٹا کر اس سے بدفعلی کرنے لگا ۔ اسی اثناء میں اسنے اس کی کمر میں خنجر لگا دیکھا اس پر اس نے کہا کہ تیری کمر میں یہ کیا ہے اس نے جواب دیا کہ یہ وہ ہے کہ اگر کوئی بدطینت میری نسبت شرارت کا خیال کرے تو میں اس سے اس کا پیٹ چاک کر دوں ۔ یہ سنکر اغلام باز نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں نے تیری نسبت برائی کا خیال نہیں کیا ۔ اس سے تم یہ نتیجہ نکالو کہ جب مردانگی بھی نہ ہو تو خنجر بے کار ہیں ۔

اور جب دل ہی نہ ہو تو خود سے کیا فائدہ ۔ علیٰ ہٰذا جب عمل ہی نہ ہو تو محض دلائل کیا کام دے سکتے ہیں ۔ ہم نے مانا کہ تمہارے پاس علیؓ کی ذوالفقار ہے مگر بازوئے شیرِ خدا بھی ہے یا نہیں ۔ اگر ہے تو وہ لاؤ ۔ اور ہم نے مانا کہ تم کو مسیح علیہ السّلام کا افسوں یاد ہے مگر لب و دندان عیسیٰ کہاں ! ضرورت تو اسکی ہے ۔

علیٰ ہٰذا ! ہم نے مانا کہ تم چندے اور دیگر آمدنی سے نوح علیہ السّلام کی سی کشتی بنا سکتے ہو ، مگر نوح کا سا ملاح کہاں ہے ۔ نیز ہم نے فرض کیا کہ تم نے ابراہیم علیہ السّلام کی طرح بُت توڑ دیئے مگر اُن کی طرح بُت جسم کو آگ میں جھونکنا ۔ یہ بات تم میں کہاں ہے پس جس طرح تم ذوالفقار سے علی ۔ اور افسونِ مسیح اور کشتی سے نوح اور بُت شکنی سے ابراہیم نہیں ہو سکتے ۔ یوں ہی محض دلائل سے ولی اور صاحبِ کمال نہیں ہو سکتے ۔ اگر تمہارے پاس دلائل ہیں تو اُنکو عمل میں لاؤ اور اس طرح اپنے ...... غیر مؤثر دلائل کو ذوالفقار اور مؤثر بناؤ ۔ ورنہ محض دلائل کس کام کے ۔ بلکہ وہ تو بجائے مفید ہونے کے اُلٹا مضر ہیں کیونکہ جو دلیل عمل سے مانع ہو یعنی جس دلیل پر عمل نہ ہو وہ تو عذابِ الٰہی کا ذریعہ ہے

کیونکہ یہ دلیل خدا کی حجت ہے بندہ پر۔ جس کی بنا پر وہ اسکو سزا دیگا۔ اور کہے گا کہ جب تو جانتا تھا تو تُو نے عمل کیوں نہیں کیا۔ تم راہِ خدا سے ڈرنے والوں کو تو جرأت دلاتے ہو لیکن درپردہ تم سب سے زیادہ ڈرتے ہو۔ اور تم سب کے سامنے توکل کا وعظ کہتے ہو۔

مگر تمہارے حرص کی یہ حالت ہے کہ ہَوا میں مچھر کے فصد کھولتے ہو۔ بدیں خیال کہ شاید اس میں سے خون مل جائے۔ یعنی جہاں کہیں تم کو نفع کا دھوکا بھی ہوتا ہے تم وہیں سے نفع حاصل کرنا چاہتے ہو۔ ارے ہیجڑے جو کہ فوج کے آگے آگے ہے تیری دھوکا دینے والی داڑھی کے دھوکا پر تیرا ذکر شاہد ہے۔ ہم نے مانا کہ تیری داڑھی مونچھ ہے اور تیری صورت مردانہ ہے لیکن یہ امر تیرے لئے کوئی فخر کی بات نہیں کیونکہ تو بزدل ہے اور قاعدہ ہے کہ جب دل بزدلی سے پُر ہو تو داڑھی اور مونچھ موجبِ تمسخر ہوتے ہیں کہ موجبِ فخر یعنی اے بنے ہوئے شیخ اور مدعی کمال جو کہ مُریدوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ تیری حالت خود تیرے فریب کو ظاہر کرتی ہے۔ اور یہ وضع صوفیانہ تیرے لیے کچھ مفید نہیں کیونکہ اگر ظاہری حالت مشائخ کی سی ہو۔ اور باطن پلید تو یہ وضع اہلِ فہم کے نزدیک موجب تمسخر ہے نہ کہ قابلِ وقعت۔ پس تُو اس حرکت سے توبہ کر اور مینہ کی طرح آنسو برسا۔ تاکہ تو آفتاب حمل کی طرح دوسروں کی روحانی سرسبزی و شادابی کا باعث اور خود شاداب اور بابرکت ہو جائے۔

دیکھ تو نامردمت بن۔ بلکہ رجولیت کا علاج کر تاکہ ہر طرف سے سینکڑوں قسم کے حسین تیرے لیے نکل آئیں۔ یعنی تو اپنی اصلاح کر تاکہ تو فیوض ربانیہ کا مرجع بن جائے اور تو بُری معدہ کے فکر چھوڑ کر بُری دل کی فکر کر! تاکہ حق سبحانہٗ کی طرف سے بےحجابانہ تجھ پر سلام ہو۔

[فائدہ: بےحجابانہ سے رفع حجاب خاص مراد ہے جو کہ عوام اور حق سبحانہٗ کے درمیان ہے۔ ورنہ مطلق حجاب مرتفع نہیں ہو سکتا]

ہم تم کو نصیحت کر چکے اب تم کو اختیار ہے اگر تم کو رستمی درکار ہے تو خنجر لو

اور اگر ہیجڑے پن کی طرف رغبت ہے تو اوڑھنا اوڑھو۔ اور اگر تمہیں رستمی درکار ہے تو جوشن پہنو۔ اور اگر ہیجڑے پن کی خواہش ہے تو جاؤ اغلام کراتے پھرو۔
خلاصہ یہ کہ ہم تم کو شیخیت اور رندی کا طریق بتا چکے اب تمہیں اختیار ہے خواہ شیخ بنو اور اس کا طریق اختیار کرو اور خواہ دنیا دار بنو اور اُن کی وضع اختیار کرو ــــ آگے پھر جوشِ شفقت ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ تم طول راہ اور اس کی صعوبتوں سے خوف زدہ نہ ہو جاؤ اور ہمت نہ ہارنا۔ اسلئے کہ اس راہ کو طے کرنا کچھ مشکل نہیں تم دو ایک قدم بہ تکلف چلو تاکہ آئندہ تمہارے لیے سہولت ہو جائے اور عشق تم کو اپنے آغوش میں لیکر مطلوب تک پہنچا دے اور تم کو کچھ بھی زحمت نہ ہو۔ اور تم مردوں کی طرح معرکۂ نفس و شیطان میں قدم جماؤ۔ تاکہ تم سولی کے پاؤں میں نہ الجھ جاؤ اور ہلاکتِ ابدی میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ تم عورتوں کی طرح زنانہ لباس میں کب تک رہو گے اسے چھوڑ دو اور سناں کی طرح مردوں کی صف میں آکر شامل ہو اور مردوں کی طرح جدوجہد کرو۔ اور عورتوں کی طرح ہمت نہ ہارو۔

غالب شدن حیلۂ روباہ بر استعصام و تعفّفِ خر و کشیدنِ
گدھے نے بچاؤ اور حفاظت پر لومڑی کے حیلہ کا غالب آجانا اور لومڑی کا

روباہ خر را بسوئے بیشۂ شیر
گدھے کو شیر کی کچھار کی جانب کھینچ لے جانا

روبہ اندر حیلہ پائے خود فشرد ... ریشِ خر بگرفت و آں خر را بہ بُرد
لومڑی نے مکاری میں قدم رکھا ... گدھے کی داڑھی پکڑی اور اُس گدھے کو لے گئی

مطربِ آں خانقہ کو تا کہ تفت ... دف زند کہ خر برفت و خر برفت
اُس خانقاہ کا قوال کہاں ہے؟ کہ جلد ... دف بجائے، کہ گدھا گیا، گدھا گیا

چونکہ خرگوشے برد شیرے بچاہ ... چوں نیارد روبہے خر تا گیاہ
جب خرگوش شیر کو کنویں میں پہنچا دے ... تو لومڑی گدھے کو گھاس کے پاس کیوں نہ لے آئیگی!

گوش را بربند و افسونہا مخر ... جز فسونِ آں ولیِ داد گر
کان بند کرلے اور منتر نہ سُن ... اُس فریاد رس ولی کے منتر کے سوا

استعصام۔ حفاظت چاہنا۔ تعفف۔ پاکدامنی بیشہ۔ جھاڑی۔

۵۳ پائے خود فشرد یعنی کھڑی ہوگئی۔ ریش خر گرفت۔ یعنی غالب آگئی۔ مطرب پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ "خر برفت" کی دُھن میں دوسرے صوفیوں نے ایک صوفی کا گدھا بیچ کھایا تھا۔ چونکہ پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ خرگوش نے دھوکے سے شیر کو کنویں میں گرادیا تھا

۵۸ گوش۔ مولانا سالک کو نصیحت کرتے ہیں کہ صرف شیخ کے قول پر عمل کر

آں فسونہا خوشتر از حلوائے او ۔۔۔ آنکہ صد حلواست خاکِ پائے او

اُس (فیردی) کے حلوے سے یہ منتر بہتر ہیں ۔۔۔ کیونکہ سینکڑوں حلوے اُس کے پاؤں کی خاک ہیں

خُمہائے خسروانی پُر زمے ۔۔۔ مایہ بُردہ از مےِ لبہائے وے

شراب سے پُر شاہی مٹکوں نے ۔۔۔ اُس کے ہونٹوں سے سرمایہ حاصل کیا ہے

عاشقِ مے باشد آں جانِ بعید ۔۔۔ کو مےِ لبہائے لعلش را ندید

وہ (اُس سے) دور جان شراب کی عاشق ہو گئی ۔۔۔ جس نے اُس کے لعل جیسے ہونٹوں کی شراب دیکھی

آبِ شیریں چوں نہ بیند مُرغ کور ۔۔۔ چوں نگردد گِردِ چشمہ آبِ شور

اندھا پرند جب میٹھا پانی نہیں دیکھے گا ۔۔۔ وہ کھاری پانی کا چکر کیوں نہ کاٹے گا؟

موسیِ جاں سینہ را سینا کُند ۔۔۔ طوطیانِ کُور را بینا کُند

روحانی موسیٰؑ، سینہ کو سینا بنا دیتا ہے ۔۔۔ اندھی طوطیوں کو بینا بنا دیتا ہے

خسروِ شیرینِ جاں نوبت زدست ۔۔۔ لاجرم در شہر قند ارزاں شدست

روح کے شیریں شاہ نے ڈنکا پیٹ دیا ہے ۔۔۔ لامحالہ شہر میں شکر سستی ہو گئی ہے

یُوسفانِ غیب لشکر میکشند ۔۔۔ تنگہائے قند مصری میرسند

غیبی یوسف لشکر کشی کر رہے ہیں ۔۔۔ مصری شکر کے بورے پہنچ رہے ہیں

اُشترانِ مصر را رُو سُوئے ما ۔۔۔ بشنوید اے طوطیاں بانگِ درا

مصری اونٹوں کا رُخ ہماری جانب ہے ۔۔۔ اے طوطیو! گھنٹے کی آواز سنو

شہرِ ما فردا پُراز شکر شود ۔۔۔ شکر ارزان ست ارزاں تر شود

کل کو ہمارا شہر شکر سے بھر جائے گا ۔۔۔ شکر سستی ہے (اور) زیادہ سستی ہو جائیگی

در شکر غلطید اے حلوائیاں ۔۔۔ ہمچو طوطی کوریِ صفرائیاں

اے حلوائیو! شکر میں لوٹو ۔۔۔ طوطی کی طرح، صفرائی لوگوں کے اندھے پن کے باوجود

نیشکر کوبید کار اینست و بس ۔۔۔ جاں بر افشانید یار اینست و بس

گنا کھوندو، بس کام یہی ہے ۔۔۔ جان چھڑک دو، بس دوست یہی ہے

یک تُرش در شہرِ ما اکنوں نماند ۔۔۔ چونکہ شیریں خسرواں را برنشاند

ہمارے شہر میں اب کوئی کھٹا نہیں رہا ۔۔۔ چونکہ شیریں نے بہت سے خسرو بٹھا دیے ہیں

نُقل بر نُقل ست و مے بر مے ہلا ۔۔۔ بر منارہ رَو بزن بانگِ صلا

آگاہ! نقل پر نقل، شراب پر شراب ہے ۔۔۔ منارہ پر چڑھ جا، بلاوے کا اعلان کر دے

سرکۂ نہ سالہ شیریں میشود ۔۔۔ سنگِ مرمر لعل و زریں میشود

نو سال کا سرکہ میٹھا ہو جائے گا ۔۔۔ سنگِ مرمر لعل اور سنہرا ہو جائے گا

۵۱ منارہ۔ بلند جگہ پر چڑھ کر اعلان کیا جاتا ہے۔ ترکی یعنی پیٹنے بجانے۔ آفتاب یعنی شیخ کامل۔ ذرہہا۔ یعنی معتقدین۔ چشمہا۔ اب سالکوں کی نگاہیں منور ہیں۔ منصور۔ حلاجؒ نے فنا کے بعد بقا باللہ حاصل کر کے اَنا الحق کا نعرہ لگا دیا تھا۔

۵۲ نوجوان۔ مشہور ہے کہ زلیخا حضرت یوسفؑ کی دعا سے نوجوان بن گئی تھی۔ مراد یہ ہے کہ روح کی کمزوری کے بعد اس کو نوجوانی حاصل ہو گئی۔ ہتیپند۔ مشہور ہے کہ کالا دانہ کی دھونی سے نظر بد زائل ہو جاتی ہے۔ تو تجال۔ یہ احوال جو ذکر کیے گئے ہیں خود تیرے ہیں تو ان سے خوش رہ تاکہ دنیا اصل مراد حاصل کرلے۔ گرخرے۔ اگر لومڑی گدھے کو ہلاک کر رہی ہے کرنے دے تو گدھا نہ بن اور پھر بے فکر زندہ رہ۔

۵۳ حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتاتا ہے کہ اگر انسان انسان بن جائے تو پھر گدھا پکڑنے والے سے اُسے کوئی خطرہ نہیں جب تک انسان گدھا ہے وہ فریب کھاتا ہے۔

آفتاب اندر فلک دستک زناں
سورج آسمان میں دستک دے رہا ہے
ذرّہا چوں عاشقاں بازی کناں
ذرّے عاشقوں کی طرح رقص کر رہے ہیں

چشمہا مخمور شُد از سبزہ زار
سبزہ زار سے آنکھیں نشیلی ہو گئی ہیں
گُل شگوفہ میکُند بر شاخسار
شاخوں پر پھول کھل رہے ہیں

چشمِ دولت سحرِ مُطلق میکُند
دولت کی آنکھ، پورا جادو کر رہی ہے
رُوح شد منصور اَنَا الحق میزند
روح منصور بن گئی ہے اَنَا الحق کا نعرہ لگا رہی ہے

شُد ز یوسف آں زلیخا نوجواں[1]
یوسفؑ کی وجہ سے زلیخا جوان ہو گئی
عشرت از سر گیر خوش خوش دماں
خوشی خوشی مسرت سے از سرِ نو عیش منا

آتشے اندر دلِ خود بر فروز
اپنے دل میں آگ روشن کرلے
دفعِ چشمِ بد سپندانے بسوز
نظرِ بد کے دفع کرنے کے لئے کالا دانہ جلا

تو بحالِ خویشتن میباش شاد
تو اپنے حال پر خوش رہ
تا بیابی در جہانِ جاں مُراد
تاکہ تو جان کے جہان میں مراد حاصل کرلے

گر خرے رامی بُرد رُوبہ ز سَر
اگر لومڑی گدھے کا سر کاٹ دیتی ہے
گو بُبر تو خر مباش و غم مخور
کہہ دے کاٹ دے، تو گدھا بن اور غم نہ کھا

حکایتِ آں شخص کہ از ترس خویشتن را در خانہ انداخت
اُس شخص کی حکایت جس نے خوف سے اپنے آپ کو گھر میں جا ڈالا، رخساروں

رُخہا زرد کردہ چوں زعفران و لبہا کبُود چوں نیل و دست
کو زعفران کی طرح زرد کئے ہوئے، اور ہونٹوں کو نیل کی طرح نیلا کئے ہوئے، ہاتھ درخت

لرزاں چوں برگِ درخت، خداوندِ خانہ پُرسید کہ خیر ست
کے پتوں کی طرح کپکپاتے ہوئے، گھر کے مالک نے دریافت کیا خیر ہے

وچہ واقعہ است گفت از بیروں خر می گیرند بسُخرہ گفت
اور کیا واقعہ ہے؟ اُس نے کہا، باہر بیگار میں گدھے پکڑ رہے ہیں اُس نے کہا

تو خر نیستی چہ میترسی گفت بجِدّ می گیرند و تمیز برخاستہ است
تو تو گدھا نہیں ہے کیوں ڈرتا ہے؟ اُس نے کہا کوشش کرکے پکڑ رہے ہیں اور تمیز اُٹھ گئی ہے

امروز ترسم کہ مَرا خر گیرند
اب میں ڈرتا ہوں کہ مجھے گدھا سمجھ لیں

آں یکے از ترس در خانہ گریخت
ایک شخص خوف سے گھر میں بھاگ آیا
زرد رُو و لب کبُود و رنگ ریخت
چہرہ زرد، ہونٹ نیلے، رنگ فق

آں نوجواں:

دوسرے لوگوں کی چکنی چپڑی باتوں سے شیخ کی بات بدرجہا بہتر ہے۔ عباسی شاہی شراب میں مستی شیخ کی باتوں کی مستی سے آتی ہے۔ عاشق جو شخص شیخ سے دور ہوگا اور اُس نے شیخ کی باتوں کی مستی نہ حاصل کی ہوگی وہ شراب کی مستی سے محبت کرسکیگا۔

[2] آبِ شیریں۔ چونکہ یہ شیخ کی باتوں کی مستی سے محروم ہے اس لئے دوسروں کی باتوں پر دھیان دیتا ہے۔ مُرتسیِ جاں۔ شیخ کا فیض سینہ کو کوہِ طور بنا دیتا ہے۔ جستجو۔ شیخ نے صلاءِ عام دے دی ہے اسی لئے اس وقت شہر میں قند ارزاں ہے۔ یوسفانِ غیب۔ اس سے مراد روحانی مشیوخ ہیں۔ حضرت یوسفؑ کی مناسبت سے قندِ مصری کا ذکر کیا ہے جس سے روحانی اسرار مراد ہیں۔

[3] اشتراں مصر یعنی روحانی شیوخ۔ ژرد جرس گمشدہ طوطیاں۔ وہ سالک جو اسرار کے طالب ہیں۔ صفرائیاں۔ جس شخص میں خلطِ صفراء کا غلبہ ہوتا ہے اُس کو شکر اچھی نہیں لگتی اس سے مراد منکرین ہیں نیشکر۔ اس سے مراد روحانی اسرار ہیں۔ ترش یعنی شیخ کامل۔ یک ترش۔ اس سے مراد منکر بے شرع۔

صاحبِ خانہ بگفتش خیر ہست ۔ کہ ہمی لرزد ترا چوں بید دست

گھر کے مالک نے اُس سے کہا خیر ہے! کہ تیرا ہاتھ بید کی طرح لرز رہا ہے

واقعہ چو نست چوں بگریختی ۔ رنگِ رُخسارہ چنیں بہ چوں ریختی

کیا واقعہ ہے، تو کیوں بھاگا؟ رُخسار کا رنگ کیوں فق ہو گیا!

گفت بہرِ سُخرۂ شاہِ حروں ۔ خر ہمی گیرند امروز از بروں

اُس نے کہا ظالم بادشاہ کی بیگار کے لئے آج باہر سے گدھے پکڑ رہے ہیں

گفت[۲] میگیرند خر اے جانِ عم ۔ چوں نہ خر زو نزازیں چیست غم

اُس نے کہا اے چچا کی جان! وہ گدھے پکڑ رہے ہیں جبکہ تو گدھا نہیں ہے جا تجھے اس سے کیا غم ہے!

گفت بس جِدّند و گرم اندر گرفت ۔ گر خرم گیرند ہم نبود شگفت

اُس نے کہا وہ پکڑنے میں سخت اور سرگرم ہیں اگر مجھے بھی گدھا سمجھ لیں تو تعجب نہیں ہے

بہرِ خرگیری بر آورند دست ۔ جدِّ جد تمییز ہم برخاستہ است

گدھے پکڑنے میں انھوں نے ہاتھ نکالے ہیں بہت کوشش میں تمیز بھی اُٹھ گئی ہے

چونکہ بے تمییزیاں ماں سرورند ۔ صاحبِ خر را بجائے خر برند

چونکہ بے تمیز لوگ [illegible] ہیں گدھے کی بجائے گدھے والے کو پکڑ لے جائیں گے

نیست[۳] شاہِ شہرِ ما بیہودہ گیر ۔ ہست تمییزش سمیع ست و بصیر

ہمارے شہر کا بادشاہ خواہ مخواہ پکڑ لینے والا نہیں ہے اُسکو تمیز ہے، [illegible] سننے والا [illegible] دیکھنے والا ہے

آدمی باش و ز خرگیراں مترس ۔ خر نہٖ اے عیسیٰ دوراں مترس

تو آدمی بن جا اور گدھا پکڑنے والوں سے نہ ڈر تو گدھا نہیں ہے اے زمانے کے عیسیٰ تو نہ ڈر

چرخِ چارم ہم ز نورِ تو پُرست ۔ حاش للہ کہ مقامت آخُرست

چوتھا آسمان بھی تیرے نور سے پر ہے۔ خدا بچائے کہ تیرا مقام اصطبل ہو

تو ز چرخ و اختراں ہم برتری ۔ گرچہ[۱۱] بہرِ مصلحت در آخُری

تو آسمان اور ستاروں سے بھی بالاتر ہے اگرچہ مصلحت تو اصطبل میں ہے

میرِ آخُر گرچہ در آخُر بود ۔ ہر کہ اُورا خر بگوید خر بود

اصطبل کا داروغہ اگرچہ اصطبل میں ہوتا ہے جو اُس کو گدھا کہے، وہ گدھا ہے

میرِ آخُر دیگر و خر دیگرست ۔ نے ہر آنکو اندر آخُر شد خرست

داروغہ اصطبل دوسری چیز ہے اور گدھا دوسری چیز ہے یہ نہیں ہے کہ جو اصطبل میں ہے وہ گدھا ہے

چہ در افتادیم در دُنبالِ خر ۔ از[۱۲] گلستاں گوئے و ز گلہائے تر

ہم گدھے کے پیچھے کیا پڑ گئے چمن اور تر پھولوں کی بات کر

از انار و از تُرنج و شاخِ سیب ۔ و ز شراب و شاہدانِ بے حسیب

انار کی اور لیموں کی اور سیب کی ٹہنی کی اور شراب کی اور بے حساب معشوقوں کی

سلہ آن یکے شہر میں گدھے [illegible] پکڑے جا رہے تھے [illegible] ایک گھر میں گھس گیا۔ بید۔ بید کے درخت [illegible] جس کی لچک مشہور ہے۔ سُخرہ۔ بیگار۔ حروں۔ [illegible]

سلہ گفت۔ صاحب خانہ نے کہا گدھا نہیں ہے [illegible] جدّجد کوشش [illegible] کے لئے [illegible] گدھے کی تمیز [illegible] چونکہ جب بے تمیز [illegible] تو گدھے کی بجائے یہ لوگ گدھے والے کو بھی پکڑ سکتے ہیں۔

سلہ نیست۔ اِس شعر کا تعلق اِس حکایت کی شرح کے پہلے شعر یعنی چوں نہ خرزہ سے ہے۔ آدمی۔ انسان بن جا۔ عیسیٰ۔ انسان کو عیسیٰ صفت ہونا چاہیئے خرِ عیسیٰ نہ ہونا چاہیئے۔ چرخِ چارم جبکہ انسان کو عیسیٰ صفت ہونا چاہیئے۔ تو جیسا کہ حضرت عیسیٰ چوتھے آسمان پر ہیں اسی طرح انسان کامل کا مقام بھی چوتھا آسمان ہے۔

سلہ گرچہ۔ ہدایت دینے اور پانے کے لئے انسان کو دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ میر آخر۔ اصطبل میں ہونے سے گدھا ہونا ضروری نہیں ہے داروغہ اصطبل، اصطبل میں ہے لیکن گدھا نہیں ہے..... اسی طرح اہل اللہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا دار نہیں ہیں۔ چہ۔ مولانا کا اپنے آپ کو خطاب ہے کہ گدھے کے قصّہ کو چھوڑ کر عالمِ آخرت

یا ازاں دریا کہ موجش گوہرست ‏ ‏ گوہرش گویندہ و بینا درست

یا اُس دریا کی، جس کی موج موتی ہے ‏ ‏ اُس کا موتی گویا اور بینا ہے

یا ازاں مُرغاں کہ گلچیں میکنند ‏ ‏ بَیضہا زریں و سیمیں می کُنند

یا اُن پرندوں کی، جو پھول چُنتے ہیں ‏ ‏ سونے اور چاندی کے انڈے دیتے ہیں

یا ازاں بازاں کہ کبکاں پرورند ‏ ‏ ہم نگوں اِشکم ہم اِستاں میپرند

یا اُن بازوں کی، جو چکوریں پالتے ہیں ‏ ‏ پیٹ کے بل بھی اور چِت بھی اُڑتے ہیں

نَردبانہائیست پنہاں در جہاں ‏ ‏ پایہ پایہ تا عنانِ آسماں

دنیا میں مخفی سیڑھیاں ہیں ‏ ‏ درجہ بدرجہ، آسمان کی بلندی تک

ہر گرُوہ را نَردبانے دیگرست ‏ ‏ ہر رَوِش را آسمانے دیگرست

ہر گروہ کی ایک دوسری سیڑھی ہے ‏ ‏ ہر رفتار کے لئے ایک دوسرا آسمان ہے

ہر یکے[53] از حالِ دیگر بے خبر ‏ ‏ مُلک با پہنا و بے پایان و سَر

ہر ایک دوسرے کی حالت سے بے خبر ہے ‏ ‏ مُلک وسیع ہے اور بے ابتدا اور بے انتہا ہے

ایں دراں حیراں کہ اُو از چیست خوش ‏ ‏ واں دریں خیرہ کہ حیرت چیستش

یہ اُسکے بارے میں حیران کہ وہ کس چیز سے خوش ہے ‏ ‏ وہ اِسکے بارے میں حیران ہے کہ اُسکی حیرت کس وجہ سے ہے

صحنِ ارضُ اللہ واسع آمدہ ‏ ‏ ہر درختے از زمینے سر زدہ

اللہ کی زمین کا صحن وسیع ہے ‏ ‏ ہر درخت ایک زمین سے اُگا ہے

بر درختاں[54] شکر گویاں برگ و شاخ ‏ ‏ کہ زہے مُلک و زہے عرصہ فراخ

درختوں پر پتے اور شاخیں شکر ادا کرتی ہیں ‏ ‏ کہ عجب مُلک ہے اور عجب وسیع میدان ہے

بُلبلاں گردِ شگوفہ پُر گرہ ‏ ‏ کازاں چہ میخوری مارا بدہ

بلبلیں تہ بہ تہ شگوفے کے چاروں طرف (کہتی ہیں) ‏ ‏ کہ اُس میں سے کیا کھا رہا ہے! ہمیں دے

ایں سخن پایاں ندارد کُن رجوع ‏ ‏ سُوئے آں رُوباہ و شیر و سقم و جوع

یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے، واپسی کر ‏ ‏ اُس لومڑی اور شیر اور بیماری اور بھوک کی جانب

[52] ازاں کُبتاں - یہ سب جنت کی چیزیں ہیں - دریا - اِس سے مراد ذاتِ حق ہے - مُرغاں - یعنی اولیاء اللہ ... بازاں - یعنی ملائکہ - کبکاں - یعنی نفوسِ قدسیہ - نردبانہا - یعنی عروج کے مختلف راستے ہیں مشہور ہے کہ اللہ تعالےٰ کی جانب جانیوالے راستے انسانوں کے سانسوں کی تعداد کی بقدر ہیں - عنان - فضا جو نظر آتی ہے - رَوِش یعنی سلوک -

[53] ہر یکے - ہر سالک پر جو تجلی ہے دوسرا اُس سے بےخبر ہے حتیٰ کہ بسا اوقات مرید پر جو تجلی ہوتی ہے شیخ اُس سے بےخبر ہوتا ہے - ایں - ہر سالک چونکہ دوسرے سالک کی تجلی سے بےخبر ہے اِسلئے وہ دوسرے پر حیران ہوتا ہے - صحن - قربِ الٰہی اسقدر وسیع ہے کہ اُسمیں طرح طرح کے معارف گم ہوگئے ہیں -

[54] بر درختاں - ہر درخت کی شاخ و برگ خدا کی تسبیح میں مصروف ہے - بُلبلاں - یعنی سچے عاشق - ایں سخن - یہ عالمِ غیب کا بیان نہ ختم ہونے والا ہے -

شرح

لومڑی دھوکا دینے پر جم گئی اور بالآخر اسکی دھوکا دے لیا اور گدھے کی ڈاڑھی پکڑ کرلے گئی - کہاں ہے اس خانقاہ کا قوال جس کا قصہ دفتر دوم میں مذکور ہوا - تاکہ وہ تیزی کے ساتھ گائے ، گدھا چل دیا - گدھا چل دیا - کیونکہ یہ بہت اچھا ہو

سچ ہے کہ فریب بُری بلا ہے اُسکے ذریعہ سے ایک خرگوش شیر کو کنوئیں پر لے جاکر ہلاک کردیتا ہے جیسا کہ تم کو دفتر اوّل میں معلوم ہُوا اور جبکہ خرگوش شیر کو کنوئیں میں ڈال کر ہلاک کر سکتا ہے تو ایک بوڑھے گدھے کو سبزہ تک کیوں نہ لے جاسکے گی خود لے جاسکے گی۔ اور لے گئی۔ بس تم اپنے کان بند کرو۔ اور بجز افسونِ ولی حق کے کسی کا افسوں نہ سُنو ا ولی حق کا کون سا افسون! اُس کا وہ افسون جو کہ شیرینی اور مفید ہونے میں حلوے سے بڑھ کر ہے اور اُس کا وہ افسوں کہ سینکڑوں حلوے اُسکے پاؤں کی خاک ہیں۔ اُس ولی حق کی یہ شان ہے کہ شراب سے بھرے ہوئے شاہی مٹکے اس کے برتنوں کے شراب سے کب انکار کرتے ہیں اور ایسی حالت میں اس شراب معرفت کا وہی عاشق ہوسکتا ہے جس نے اُس کے لب لعل کی شراب نہیں دیکھی اور ایسے کو اس پر عاشق ہونا بھی چاہیئے۔ کیونکہ جب کوئی اندھا جانور آبِ شیریں کو نہ دیکھے گا تو وہ چشمہ آبِ شور کا طواف کیوں نہ کریگا ضرور کرے گا پس جو اسکی شراب لب لعل نہ دیکھے گا وہ ضرور اسی شراب پر عاشق ہوگا۔

صاحبو! وہ موسی روح سینہ کو طور سینا کی طرح مہبط انوارالٰہیہ بنا دیتا ہے اور اندھی طوطیوں یعنی محجوبین کو بینا اور صاحبِ بصیرت کردیتا ہے اس روح کے شیریں خسرو نے جو نقارہ بجایا ہے تو ہمارے شہر میں شکر سستی ہوگئی ہے کیونکہ شاہدانِ غیبی کثرت سے آرہے ہیں اور قند مصری کی گونوں پر گونیں چلی آرہی ہیں۔ ایسی حالت میں شکر کو کون پوچھتا ہے۔ ارے طوطیو! مصر کی قند سے لدے ہوئے اونٹ ہماری طرف آرہے ہیں۔ دیکھو! وہ گھنٹی کی آواز آرہی ہے۔ پھر کل کو ہمارا شہر شکر سے بھر جائے گا اور کچھ تو شکر سستی ہے کل اور بھی سستی ہوجائیگی اور اے شیریں کے شائقو! تم طوطی کی طرح لوٹو۔ گو مبتلائے صفرا ... لوگوں کو اسسے ناگواری لاحق ہو اور اب تم گنے چوسو۔ کیونکہ اب اسکے سوا کچھ کام نہیں ہے۔ اور بس معشوق پر جان فدا کرو۔ کیونکہ صرف یہ ہی ایک شخص ہے جو معشوقی کے قابل ہے۔ جبسے اس شیریں خسرو نے شکر افشانی شروع کی ہے اس وقت

سے ہمارے شہر میں ایک چیز کھٹی نہیں رہی۔ سب میٹھی ہو گئیں۔
نقل پر نقل اور شراب پر شراب ہے۔ دیکھو! تم منارہ پر کھڑے ہو کر اعلان کر دو!
کہ آؤ جیسی شراب پیتے ہو نبیذ اب تو سال کا پرانا سرکہ شیریں ہو رہا ہے اور سنگ
مرمر، لعل اور زرّیں ہو رہا ہے۔ آفتاب فلک پر تالیاں بجا رہا ہے اور ذرے شوق
میں اُچھل کود کر رہے ہیں۔ سبزہ کی یہ حالت ہے کہ سبزہ زار کے دیکھنے سے آنکھوں میں
نشہ آتا ہے اور شاخوں پر پھول کھل رہے ہیں اور چشم دولت کا غضب کا جادو
کر رہی ہے کسی کو پانی میں نہیں چھوڑا۔ سب پر اپنا تسلط جما لیا اور ان کو مدہوش
کر دیا۔ اور روح منصور بن کر..... اَنا الحق کہہ رہے ہیں اور اس یوسف نے زلیخا
کو نوجوان کر دیا ہے پس تم اب نئے سرے خوش خوش عیش و عشرت میں مصروف اور اپنے سینہ
میں عشق کی آگ جلاؤ اور رفع چشم بد کے لیے یہ سپندان روشن کرو اور اپنی حالت
میں خوش رہو۔ تاکہ عالمِ روح میں تمہارا مقصد حاصل ہو۔ اگر گدھے کو لومڑی سر
پکڑ کر لے جاتی ہے تو لے جانے دو۔ تم گدھے نہ بنو اور پرواہ نہ کرو (خلاصہ یہ کہ عارف
کامل ہی مطلوب ہے لوگوں کو اسی کا طالب ہونا چاہیئے اسکے وقت میں فیض ربانیہ
کی کثرت ہوتی ہے۔ اور اہل معنی کے لیے وہ نہایت عیش کا زمانہ ہوتا ہے اور اس وقت
بہت دلوں کی بگڑی ہوئی سنور جاتی ہے اور جو لوگ ان کی صحبت سے آدمی ہو جاتے
ہیں ان کو شیطان اور نفس کا خطرہ نہیں رہتا) ایک شخص خوف سے ایک گھر میں بھاگا۔
خوف کے مارے چہرے کا رنگ زرد تھا۔ ہونٹ نیلے تھے اور منہ پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں
اسکی یہ حالت دیکھ کر صاحب خانہ نے پوچھا کہ میاں خیر تو ہے۔ تمہارا جسم بید کی طرح کانپ
رہا ہے۔ بات کیا ہے اور تم کیوں بھاگتے ہو اور تمہارے چہرہ کا رنگ کیوں اُڑ گیا ہے
اسنے جواب دیا کہ بادشاہ کے بیگار کے لیے لوگ باہر گدھے پکڑ رہے ہیں یہ سُنکر اُس
نے جواب دیا کہ میاں گدھے ہی تو پکڑ رہے ہیں جبکہ تم گدھے نہیں ہو۔ تو تمہیں کیا فکر ہے
تم جاؤ اپنا کام کرو اسنے کہا کہ جناب! وہ اس کام میں نہایت سرگرم ہیں۔ ایسی حالت
میں اگر وہ مجھے بھی گدھا ہی سمجھ لیں تو کچھ تعجب نہیں کیونکہ انہوں نے گدھوں کے پکڑنے پر سخت دست

درازی کی ہے اور تمیز اُٹھ گئی ہے اور چونکہ ہمارے سردار بے تمیز ہیں اسلئے وہ گدھے والے کو بھی بجائے گدھے کے لیجاتے ہیں۔ سو صاحبو! ----------
ہمارے ملک کا بادشاہ اس بیہودگی سے نہیں پکڑتا۔ اُس کو آدمیوں اور گدھوں میں امتیاز ہے وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے بس تم آدمی ہوجاؤ اور گدھا پکڑنے والوں.. (نفس و شیطان) سے نہ ڈرو کیونکہ اگر انہوں نے تم پہ دست درازی کی ہے تو وہ بادشاہ انکو روک دیگا۔ تم گدھے نہیں ہو بلکہ عیسٰی دوراں ہو پھر کیوں ڈرتے ہو بالکل خوف نہ کرو تمہارے نور سے تو چرخ چہارم پر ہے کیونکہ تمہاری خلقت ہی اسکی خلقت اور اسکے نور کا سبب ہے پھر اصطبل تمہاری جگہ کیوں ہونے لگا تھا۔ حاشا للہ ایسا نہو ..... کہ تم مصلحۃً اصطبل (دُنیا) میں رکھے گئے ہو مگر تم تو آسمانوں اور ستاروں سے بھی رفیع القدر ہو اور ہرگز گدھے نہیں ہو اور نہ تمہارے اصطبل دنیا میں ہونے کے لیے تمہارا گدھا ہونا لازم ہے کیونکہ.. ...... داروغہ اصطبل ہی اصطبل میں ہوتا ہے مگر گدھا نہیں ہوتا جو اسے گدھا کہے وہ خود گدھا ہے داروغہ اصطبل اور چیز ہے گدھا اور چیز۔ اُسکے اصطبل میں ہونے سے اس کا گدھا ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ کچھ ضرور نہیں ہے اگر کوئی اصطبل میں ہو گدھا ہو۔ لاحول ولا قوۃ۔ ہم کیا گدھے کے پیچھے پڑے ہیں۔ ابھی اس کا ذکر چھوڑو۔ اور گلستان۔ گل تر۔ انار، ترنج۔ شاخ سیب شراب، بے شمار معشوقوں کا ذکر کرو۔ اور فیوض عالم غیب کو بیان کرو یا اس دریا کا ذکر کرو جس کی موج موتی ہے اور جس کا موتی .... بولنے والا اور دیکھنے والا ہے یعنی حق سبحانہٗ کا ذکر کرو جس نے انسان کو پیدا کیا جو اپنی گرانی قدر کے سبب بمنزلہ موتی کے ہے یا اُن جانوروں کا ذکر کرو جو گل چینی کرتے اور سونے چاندی کے انڈے دیتے ہیں یعنی اُن مُقدس لوگوں کا ذکر کرو جو خود عالم غیب سے فیض یاب ہوتے اور اعمال صالحہ کرتے ہیں مگر خدمتِ خلق اُن سے متعلق نہیں ہے یا اُن بازوں کا ذکر کرو جو کہ چکوروں کی تربیت کرتے ہیں اور اوندھے بھی اڑتے ہیں اور سیدھے بھی یعنی اُن اہل اللہ کا ذکر کرو جو کہ لوگوں کی تربیت کرتے اور حسب قوت واستعدا بعنوان مختلف ترقی کرتے ہیں۔ بعنوان مختلف

ہم نے اس لیے کہا کہ آسمان تک درجہ بدرجہ مخفی سیڑھیاں لگے ہوئے ہیں اور ہر گروہ کے لیے ایک جُداگانہ سیڑھی ہے اور ہر رفتار کے لئے ایک دوسرا آسمان مرتبت ہے اور ان لوگوں میں اس قدر تفاوت ہے کہ ایک کے حال کی دوسرے کو خبر نہیں کیونکہ ملک معنی نہایت وسیع اور بے حد و نہایت ہے اور ان کے احوال میں اس قدر تفاوت ہے کہ ایک دوسرے کو جوش دیکھ کر حیران ہے کہ یہ جوش کیوں ہے دوسرا اسکی حیرت سے متحیر ہے کہ یہ حیران کیوں ہے اس میں تحیّر کی بات کیا ہے نیز صحن ارض اللہ اور سر زمین قلب نہایت وسیع ہے اور ہر درخت معرفت ایک جداگانہ زمین سے پیدا ہوا ہے اور ان درختوں کی شاخیں اور پتے (آثار و نتائج) بونے والے کا شکر کر رہے ہیں کہ عجیب فراخ زمین ہے اور... بُلبُلیں (طالبین) شگوفوں کے گرد مجتمع ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ جو غذا تم نے کھائی ہے جس سے تم کو یہ حسن و لطافت حاصل ہوئے ہیں اس سے تم ہم کو بھی دو۔ خیر یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی اس سے لومڑی اور شیر اور اسکی بیماری اور بھوک کی طرف لوٹنا چاہیے اور ان کا بیان کرنا چاہیئے۔

بُردنِ روباہ آں خر را پیشِ شیر و جَستنِ خر از شیر و عتاب کردنِ روباہ با شیر کہ ہنوز خر دور بُود کہ تعجیل کردی و عُذر گفتنِ شیر و لابہ کردنِ شیر روباہ را کہ برو بارِ دیگرش بفریب

لومڑی کا اُس گدھے کو شیر کے سامنے لے جانا اور گدھے کا شیر سے کود بھاگنا اور لومڑی کا شیر پر غصہ کرنا کہ گدھا ابھی دور تھا، کہ تو نے جلدی کردی اور شیر کا معذرت کرنا اور شیر کا لومڑی کی خوشامد کرنا کہ جا دوبارہ اُس کو فریب دے

چونکہ روباہش بسُوئے مرج بُرد
لومڑی جب اُس کو چراگاہ کی جانب لے گئی

تا کُنَد شیرش بحملہ خُرد مُرد
تاکہ شیر حملے سے اُس کو خورد بُرد کردے

دور بُود از شیر و آں شیر از نبرد
وہ شیر سے دُور تھا اور شیر نے جنگ کی وجہ سے

تا بہ نزدیک آمدن صبرے نکرد
اُس کے نزدیک آجانے تک صبر نہ کیا

گنبدی[۳۴] کرد از بُلندی شیر ہول
ہولناک شیر نے اونچائی سے چھلانگ لگائی

خود نبُودش قُوّت و اِمکانِ حُول
اُس میں خود قُوّت اور طاقت کا اِمکان نہ تھا

۳۴ بُردن- لومڑی گدھے کو بہکا کر شیر کے پاس لے گئی، گدھا قریب نہ پہنچا تھا کہ شیر نے ناکام حملہ کر دیا اور گدھا بھاگ گیا، شیر نے لومڑی کی خوشامد کی کہ دوبارہ گدھے کو لا۔ مرج- چراگاہ- دور- گدھا ابھی شیر سے دور تھا شیر نے حملہ کر دیا۔

خر ز دورش دید و برگشت و گریخت
گدھے نے اُس کو دور سے دیکھا اور پلٹ گیا اور بھاگ گیا
تا به زیرِ کوه تازاں نعل ریخت
پہاڑ کے نیچے تک بھاگا چلا گیا

گفت روبه شیر را اے شاهِ ما
لومڑی نے شیر سے کہا' اے ہمارے بادشاہ!
چوں نکردی صبر در وقتِ وغا
تو نے معرکے کے وقت صبر کیوں نہ کیا؟

تا به نزدیکِ تو آید آں غوی
تاکہ وہ گمراہ تیرے قریب آجاتا
تا به اندک حملۂ غالب شوی
تاکہ تو تھوڑے سے حملے سے غالب ہو جاتا

مکرِ شیطان ست تعجیل و شتاب
عجلت اور جلد بازی شیطان کا مکر ہے
لطفِ رحمان ست صبر و احتساب
صبر اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنا خدا کی مہربانی ہے

دور بود و حمله را دید و گریخت
وہ دور تھا اور حملہ دیکھا اور بھاگ گیا
ضعفِ تو ظاهر شد و آبِ تو ریخت [۵۴]
تیری کمزوری ظاہر ہو گئی اور تیری آبرو ریزی ہو گئی

گفت من پنداشتم بر جاست زور
اُس نے کہا' میں سمجھا طاقت بحال ہے
خود ندیدم زیں ضعفِ خود نادان و کور
اپنی اس کمزوری سے میں خود نادان اور اندھا تھا

لیک گفتم زورِ من بر جا بود
لیکن میں نے کہا' میری طاقت بحال ہو گی
نے که در من ضعفِ دست و پا بود
نہ کہ مجھ میں ہاتھ اور پاؤں کی کمزوری ہو گی

نیز جوع و حاجتم از حد گذشت
لیکن میری بھوک اور ضرورت حد سے گذر گئی
صبر و عقلم از تجوع یاوه گشت
بھوک کی وجہ سے میرا صبر اور عقل بیکار ہو گئی

گر توانی بارِ دیگر از خرد
اگر تو عقلمندی سے دوبارہ
باز آوردن مر او را می سزد
اس کو پھر لا سکے تو مناسب ہے

منتِ بسیار دارم از تو من
مجھ پر تیرا بہت احسان ہے
جهد کن باشد بیاریش بفن
کوشش کر شاید کر سکے تو اُس کو دوبارہ لے آئے

گر [۵۵] خدا روزی کند آں خر مرا
اگر اللہ تعالیٰ اُس گدھے کو میری روزی بنا دیگا
بعد ازاں بس صیدها بخشم ترا
اُس کے بعد تجھے بہت شکار بخشوں گا

گفت آرے گر خدا یاری دهد
اُس نے کہا' ہاں اگر خدا مدد کرے گا
بر دلِ او از عمی مُهرے نهد
اُس کے دل پر اندھے پن کی مُہر لگا دے گا

پس [۵۶] فراموشش شود هولے که دید
تو وہ اُس خوف کو بھول جائیگا جو اُس نے دیکھا
از خریِ او نباشد ایں بعید
اُس کے گدھے پن سے یہ بعید نہیں ہے

لیک چوں آرم من او را بر متاز
لیکن جب میں اُس کو لے آؤں دوڑ نہ پڑنا
تا به بادش ندهی از تعجیل باز
تاکہ تو پھر جلدی کی وجہ سے اُسکو برباد نہ کر دے

---

[۵۳] گنبدی کردن - چوکڑی بھرنا۔ حول - طاقت۔ نعل ریختن - تیز دوڑنا۔ وغا - جنگ۔ لومڑی۔ گمراہ یعنی گدھا۔ مکر شیطان - حدیث شریف ہے جلدبازی شیطانی ہے اور آہستگی خدا کی جانب سے ہے

[۵۴] آب ریختن - بے آبرو ہونا۔ گفت - شیر نے کہا میں سمجھا تھا کہ میری قوت بحال ہے اور میں اپنی کمزوری سے ناواقف تھا۔ لیک - شیر نے کہا میں سمجھا تھا کہ مجھ میں طاقت ہے اور میرے ہاتھ پاؤں کمزور نہیں ہیں۔ نیز - دوسری وجہ جلد حملہ کی یہ بھی ہوئی کہ بھوک بہت لگ رہی تھی اور بھوک میں عقل گم ہو گئی تھی۔ گر توانی - تیری عقلمندی کا تقاضہ ہے کہ تو اُس کو دوبارہ لے آ۔ منت - تیرا مجھ پر بہت احسان ہے مزید کرم ہوگا کہ دوبارہ لے آئے۔

[۵۵] گر خدا - اگر خدا نے مجھے گدھے کی روزی دے دی تو میں کھا کر قوی ہو جاؤں گا پھر بہت شکار کر کے تجھے کھلایا کروں گا۔ گفت - لومڑی نے کہا اگر خدا کی مدد شاملِ حال رہی تو پھر گدھے کے دل پر اندھے پن کی مُہر لگ جائے گی۔

[۵۶] پس - پہلے حملہ کا خوف وہ بھول جائیگا۔ لیک - لیکن اگر اِس بار میں اُس کو لے آؤں، تو جلدی کر کے اُسکو برباد نہ کر دینا۔

گفت آرے تجربہ کردم کہ مَن — سخت رنجورم مخلخل گشتہ تن

اس نے کہا ہاں میں نے تجربہ کر لیا ہے کہ میں — سخت بیمار ہوں، جسم ڈھیلا ہو گیا ہے

تا بہ نزدیکم نیاید خر تمام — مَن نہ جُنبم خفتہ باشم بر قوام

جب تک گدھا بالکل میرے پاس نہ آجائیگا — میں حرکت نہ کرونگا سوتا رہونگا طریقے کے مطابق

رفت رُوبہ گفت اے شہ ہمتے — تا بپوشد عقلِ اُورا غفلتے

لومڑی روانہ ہوئی، بولا اے شاہ! — تاکہ غفلت اُس کی عقل کو چھپا دے

توبہا کردست خر با کردگار — کہ نگردم غرّہ ہر نابکار

گدھے نے خدا سے بہت توبہ کر لی ہوگی — کہیں ہر نالائق کے دھوکے میں نہ آؤں

عقلِ خر بازیچۂ دستانِ ماست — فکرتش کبادۂ طفلانِ ماست

گدھے کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے — اُس کی سمجھ ہمارے بچوں کی نرم کمان ہے

توبہاش را الفن بر ہم زنیم — ما عدوّے عقل و عہدِ روشنیم

ہم مکر سے اُس کی توبہ کو توڑ دیں گے — ہم عقل اور روشن عہد کے دشمن ہیں

گلّۂ خر گوئے فرزندانِ ماست — فکرتش بازیچۂ دستانِ ماست

گدھوں کا گلّہ ہماری اولاد کی گیند ہے — اس کی سمجھ ہمارے مکر کا کھلونا ہے

عقل کاں باشد ز دورانِ زُحل — پیشِ عقلِ کُل ندارد آں محل

وہ عقل جو زحل کی رفتار سے (پیدا) ہو — عقلِ کُل کے سامنے وہ مرتبہ نہیں رکھتی ہے

از عُطارد و از زُحل دانا شد اُو — ما ز دادِ کردگارِ لُطفِ خُو

وہ عُطارد اور زُحل سے عقلمند بنا ہے — ہم مہربان خدا کی عنایت سے

عَلَّمَ الْاِنْسَان خمِ طُغرائے ماست — عِلْمُہٗ عِنْدَ اللہِ مقصدہائے ماست

"عَلَّمَ الْاِنْسَان" ہمارے طغرا کا دائرہ ہے — اللہ کا علم ہمارے مقاصد ہیں

تربیہ آں آفتابِ روشنیم — رَبِّیَ الْاَعْلٰی ازاں رو میزنیم

ہم اُس روشن سورج کی تربیت ہیں — اسی سے ہم رَبِّیَ الْاَعْلٰی کا نعرہ لگاتے ہیں

تجربہ گر دارد اُو با ایں ہمہ — بشکند صد تجربہ زیں دمدمہ

اگر وہ تجربہ رکھتا ہے تو اس سب کے ہوتے ہوئے — سینکڑوں تجربے اس مکر سے ٹوٹ جائیں گے

بُو کہ توبہ بشکند آں سست خُو — در رسد شومیِ اشکستن بدو

ہو سکتا ہے کہ وہ کاہل توبہ توڑ دے — (توبہ) توڑنے کی بدبختی اُس میں اثر کرے

مخلخل۔ ڈھیلا۔ تا بہ نزدیکم۔ شیر نے کہا اس بار جب وہ قریب آجائیگا تو حملہ کرونگا ورنہ قاعدہ کے مطابق سوتا رہوں گا۔ ہمتے۔ باطنی توجہ۔

ــہ نابکار۔ نالائق۔ بازیچہ۔ کھلونا۔ دستاں۔ مکر۔ کبادہ۔ بچوں کے کھیلنے کی نرم کمان۔ توبہاش۔ لومڑی نے کہا ہم اُس کی توبہ کو توڑ دیں گے۔ گلّۂ خر۔ گدھے ہمارے بچوں کا کھلونا ہیں اور اُن کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے یہی حال شیطان اور عوام کا ہے۔ زُحل۔ زُحل ستارے کی تاثیر سے بچہ کی عقل میں ذہانت پیدا ہوتی ہے لیکن زُحل کی عطا کردہ عقل، عقلِ کُل کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ از عُطارد۔ عوام کی عقول عُطارد اور زُحل ستاروں کی تاثیر سے ہیں شیطان کی عقل خداداد ہے۔

ــہ عَلَّمَ الْاِنْسَان۔ ان اشعار میں مولانا نے لومڑی کی زبان سے عقلِ کامل کے صفات بیان فرمائے ہیں قرآن پاک میں ہے عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔ دوسری جگہ قرآن پاک میں مذکور ہے قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللہِ آپ کہہ دیجئے علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ تربیہ۔ عقلِ کامل کو اللہ کی تربیت حاصل ہوتی ہے اس لئے وہ خداوند قدوس کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہے۔ تجربہ۔ لومڑی نے کہا بُو کہ۔ ہو سکتا ہے کہ وہ گدھا اپنی توبہ توڑ ڈالے اور توبہ شکنی کی بدبختی میں مبتلا ہو جائے۔

در بیانِ[50] آنکہ نقضِ عہد و توبہ مُوجبِ بلا بُود بلکہ مُوجبِ مَسخ

اس کا بیان کہ توبہ اور عہد کو توڑنا مصیبت کا سبب ہوتا ہے بلکہ مسخ کا

ست چنانکہ در حقِ اصحابِ سَبت و اصحابِ مائدہ عیسیٰ

سبب ہے، چنانچہ سبت والوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دسترخوان والوں کے

علیہ السلام کہ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ و اندریں

بارے میں ہے اور کردیا اُن میں سے بندر اور سُوّر اور اِس اُمت میں

اُمت مسخِ دل باشد نعوذ باللہ من ذٰلک و روزِ قیامت

دل مسخ ہوگا ہم اِس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور قیامت کے

تن را صورتِ دل دہند

دن بدن کو دل کی صورت دے دینگے

نقضِ[51] میثاق و شکستِ توبہا — مُوجبِ لعنت شود در انتہا

عہد کا توڑنا اور توبہ کا توڑنا — انجامِ کار لعنت کا سبب ہوتا ہے

نقضِ عہد و توبۂ اصحابِ سبت — مُوجبِ مسخ آمد و اہلاک و مقت

سبت والوں کا توبہ اور عہد کو توڑنا — مسخ اور ہلاکت اور عتاب کا سبب بنا

پس خدا آں قوم را بوزینہ کرد — چونکہ عہدِ حق شکستند از نبرد

تو خدا نے اُس قوم کو بندر بنا دیا — چونکہ اُنھوں نے ضد سے اللہ کا عہد توڑا

اندریں[52] اُمت نہ بُد مسخِ بدن — لیک مسخِ دل بُود اے ذُو الفطن

اِس اُمت میں جسمانی مسخ نہ تھا — لیکن اے سمجھدار! دل کا مسخ ہوتا ہے

چوں دلِ بوزینہ گردد آں دلش — از دلِ بوزینہ شد خوار آں گِلش

جب اُس کا دل، بندر کا دل ہو گیا — اُس کی مٹی، بندر کے دل سے زیادہ ذلیل ہو گئی

گر ہُنر بودے دلش را ز اختیار — خوار کے بُودے بصورت آں حمار

اگر اُس کے دل میں کوئی اختیاری ہنر ہوتا — تو صورت کے اعتبار سے وہ گدھا ذلیل کیوں ہوتا؟

آں سگِ اصحاب خوش بُد سیرتش — ہیچ بودش منقصت زاں صورتش

اصحابِ (کہف) کے کتے کی سیرت اچھی تھی — اُس صورت سے اُسکو کوئی نقصان تھا!

مسخِ[53] ظاہر بُود اہلِ سبت را — تا ببیند خلق ظاہر کبت را

سبت والوں کا مسخ ظاہر تھا — تاکہ کھلے ہوئے اوندھے مُنہ ہونے کو مخلوق دیکھ لے

از رہِ سِر صد ہزاران دگر — گشتہ از توبہ شکستن خوک و خر

باطنی طور پر دوسرے لاکھوں — توبہ توڑنے کی وجہ سے سُوّر اور گدھے بنے ہیں

---

۵۰ نقصان۔ اب مرد نا سمجھاتے ہیں کہ اللہ کے عہد اور توبہ کو توڑنے سے بدبختی آتی ہے پہلی قومیں تو عہد شکنی کی وجہ سے سؤر اور بندر بنائی گئیں آنحضورؐ کی اُمت میں یہ صوری مسخ تو نہیں ہے لیکن باطنی مسخ ہوتا ہے یعنی دل سؤر اور بندر بن جاتا ہے اور قیامت میں یہ انسان اُس دل کی صورت اختیار کرے گا۔

۵۱ نقض۔ یہود نے عہد کیا تھا کہ وہ ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار نہ کھیلا کریں گے لیکن انھوں نے اِس عہد کو توڑا اور اس کے نتیجہ میں اُن کو مسخ کر کے بندر اور سؤر بنا دیا گیا۔ سبت۔ ہفتہ کا دن۔ مَقت۔ غصہ، عتاب۔ بوزینہ۔ بندر۔ شکستند۔ عہد کے باوجود ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار کھیلنے لگے۔

۵۲ اندریں۔ اُمتِ محمدیہ میں صوری مسخ نہ ہوگا باطنی مسخ ہوگا۔ چوں دلِ بوزینہ۔ جب انسان کا دل، بندر کا دل بن جائے تو اُس کا جسم بندر کے دل سے بھی بدتر ہے۔ گر ہنر۔ حسن و خوبی میں صورت سے زیادہ دل معتبر ہے۔۔۔ اصحاب۔ اصحابِ کہف کے کتے کا دل بھلا تھا صورت کی بُرائی سے اُس پر کوئی عیب نہ آیا۔

۵۳ مسخِ ظاہر۔ جسمانی مسخ میں یہ حکمت ہے کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ از رہِ سِر۔ باطنی طور پر لاکھوں مسخ شدہ ہیں جو عہد شکنی کی وجہ سے گدھے اور سؤر بنے ہوئے ہیں۔

شرح جبکہ لومڑی گدھے کو چراگاہ کی جانب اسلیئے لے گئی کہ شیر اُسے حملہ کر کے چٹ کر جائے تو اس وقت یہ واقعہ پیش آیا کہ گدھا ہنوز دُور تھا۔ شیر نے اسکے پاس آنے تک صبر نہ کیا اور اس ہولناک شیر نے اونچے سے جست کی۔ مگر اس میں جست کی قوت اور طاقت نہ تھی اسلیئے وہ گدھے تک نہ پہنچ سکا گدھے نے دُور سے یہ واقعہ دیکھا اور وہیں سے لوٹ گیا اور دامن کوہ تک اتنا بھاگا کہ بھاگتے ہوئے نعل بھی ٹوٹ کر گر پڑی۔ یہ حالت دیکھ کر لومڑی نے شیر سے کہا کہ حضور! آپنے معرکہ میں اس قدر صبر کیوں نہ کیا کہ وہ آپکے قریب آجاتا۔ تاکہ معمولی سے حملہ میں آپ اس پر غالب ہو جاتے —— یہ بات نہایت نامناسب تھی۔ آپ کو واضح ہو کہ عجلت شیطانی فریب ہے اور صبر اور عجلت سے پرہیز عنایت حق سبحانہٗ ہے (کما قال صلی اللہ علیہ وسلم العجلۃ من الشیطان والتانی من الرحمٰن) وُہ ہنوز دُور تھا آپنے اس پر حملہ کر دیا اسنے حملہ کو دیکھا اور بھاگ گیا اس سے آپ کی کمزوری ظاہر ہوئی اور آبرو جاتی رہی۔ شیر نے جواب دیا کہ میں سمجھا تھا کہ اس قدر میری قوت قائم ہے اور مجھے اپنے اتنے ضعف کی خبر نہ تھی۔ میں واقع میں نہایت کمزور تھا۔ مگر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس قدر میری قوت ضرور قائم ہو گی اور مجھ میں ہاتھ پاؤں کی اتنی کمزوری نہ ہو گی۔ ایک وجہ تو میرے حملہ کی یہ تھی دوسری وجہ یہ تھی کہ میری بھوک اور احتیاج غذا حد سے بڑھ گئی تھی اور بھوک کے سبب میرا صبر اور میری عقل سب بہا تے رہے تھے اگر تجھ سے اپنے عقل کے زور سے اس کو دوبارہ ... لانا ممکن ہو تو بہت مناسب ہے میں تیرا بہت ممنون ہوں گا پس تو کوشش کر۔ ممکن ہے کہ تو کامیاب ہو اور اسے حیلے لا کی سے لے آ۔ اگر خدا نے مجھے وہ گدھا دیدیا۔ تو میں تجھے سینکڑوں شکار دوں گا اس نے کہا اچھا! میں اُسے لاؤں گی بشرطیکہ خدا میری مدد کرے اور اسکے دل پر اندھے پن کی مُہر کر دے اور جس خوف کو وہ دیکھ چکا ہے اسکو بھول جائے اور یہ امر اُسکے گدھے پن سے کچھ بعید نہیں ہے لہٰذا کامیابی کا ظن غالب ہے لیکن جب میں اُسے لے آؤں تو

دوڑ نہ پڑنا ورنہ عجلت کی بدولت وہ پھر ہاتھ سے جاتا رہے گا اس نے کہا کہ بہت اچھا! اب مجھے تجربہ ہوگیا ہے کہ میں بہت بیمار ہوں اور میرا جسم بہت ڈھیلا ہوگیا ہے جب تک وہ گدھا پورے طور پر میرے قریب نہ آجائے گا۔ میں حرکت نہ کروں گا بلکہ ٹھیک طور پر لیٹا رہوں گا۔ یہ سنکر لومڑی چلدی۔ اور کہا کہ حضور دعا فرمائیں کہ اسکی عقل کو غفلت چھپالے اسنے خدا سے بہت توبہ کی ہے کہ اب میں کسی نالائق کے دھوکا میں نہ آؤں گا۔ لیکن وہ کیا چیز ہے اور اسکی توبہ کیا ہے گدھوں کی عقل تو ہمارے مکر کا کھلونا ہے ان کی فکر ہمارے بچوں کی چکنئ ھیسزم ہے پس ہم اس میں جس طرح چاہیں تصرف کرسکتے ہیں کہ ہم اسکی توبہ کو اپنی چالاکی سے درہم برہم کردیں گے۔ کیونکہ ہم تو عقل اور جان روشن کے دشمن ہیں۔ گدھوں کی کھوپڑی ہمارے بچوں کے گیند ہے اور ان کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے یعنی گدھوں کے دماغ اور اسکی عقل میں تو ہمارے بچے بخوبی تصرف کرسکتے ہیں پھر میں تو بالاولیٰ کرسکتی ہوں۔ عقل خرو عقل روباہ سے مولانا۔ عقل جزوی و عقل کلی۔ یعنی عقل معاش اور عقل معاد کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ عقل جو زحل کی گردش کا نتیجہ ہو۔ عقل کُل کے سامنے کچھ وقعت نہیں رکھتی کیونکہ اس میں تو عطارد اور زحل کے اثر دانائی آئی ہے اور ہم اہل اللہ کو حق سبحانہٗ کی خاص عنایت سے دانائی حاصل ہوئی ہے پس کجا تاثیر زُحل اور کجا تاثیر خالقِ زُحل۔ ہمارے طغرا کا خم علم الانسان ہے یعنی ہم کو تعلیم حق کا شرف حاصل ہے اور علم خداوندی وہبی ہمارا مقصود ہے اور ہم اس آفتاب روشن کی تربیت یافتہ ہیں اسی لیے ہم خاص اُسی پروردگار کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب وہ ہے جو سب سے بالاتر ہے ایسی حالت میں ارباب عقل معاش ہمارے برابر کیونکر ہوسکتی ہیں۔

خیر تو لومڑی نے کہا کہ گو اسکو تجربہ ہوچکا ہے مگر بااین ہمہ ہمارا فریب ایک تجربہ تو کیا اُسکے سو تجربوں کو پاش پاش کردیگا ــــــ الغرض امید ہے کہ اس سُست طبع کی توبہ ٹوٹ جائیگی اور اسکی توبہ توڑنے کی نحوست اسے لاحق ہوگی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ عہدوں کا توڑ دینا اور توبہ کی شکست آخر میں موجب لعنت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اصحابِ سبت عہ کا عہد اور توبہ کو توڑ دینا انکی مسخ اور ہلاکت اور مبغوضیت کا سبب ہو گیا اور جبکہ انہوں نے معاہدہ کو توڑ دیا توحق سبحانہٗ نے اسکو بندر بنا دیا تم یہ نہ سمجھنا کہ یہ امت مسخ سے مامون ہے اسلئے نقضِ عہود کا وبال ہم پر نہ ہوگا کیونکہ اس آیت میں مسخ ابدان ضرور نہیں ہے مگر مسخ قلوب تو ہے پس توبہ شکن کا دل بندر کے دل کی مانند ہو جاتا ہے اور اس بندر کے سے دل کے سبب اس کی مٹی خراب ہو جاتی ہے۔ واضح ہو کہ اصل چیز دل ہے۔ نہ کہ جسم۔ پس اگر اس گدھے کے دل کے لیے اسکی اختیار سے کمال و انائی وغیرہ حاصل ہوتا تو وہ اپنے صورت خرانہ کے سبب ذلیل نہ ہوتا۔ دیکھو سگ اصحاب کہف کی سیرت اچھی تھی تو کیا صورت سگ سے .... اسکے رتبہ میں کچھ کمی آگئی ہرگز نہیں پس معلوم ہوا کہ اصل چیز دل ہے اسکی درستی درستی ہے اور اس کا فساد فساد۔ پس تم عدم مسخ صورت سے مغرور نہ ہونا۔ کیونکہ نہ صلاح ظاہر کوئی وصف ہے نہ مسخ ظاہر کوئی عیب۔

رہی یہ بات کہ جب مسخ ظاہر منقصت نہیں ہے تو مسخ ظاہر سے اہل سبت کو کیوں سزا دیگئی اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مسخ ظاہر اسلئے تھا کہ لوگ اس سے قہر حق کا مشاہدہ کرلیں اور عبرت پکڑیں۔ ورنہ مسخ ظاہر تو فی نفسہٖ کوئی سزا نہیں تھی۔ الحاصل توبہ توڑنے کی بدولت لاکھوں آدمی سور اور گدھے ہو گئے ہیں پس تم کو عہد شکنی سے نہایت احتراز چاہیئے۔

عہ یہ لقب ہے، اُن لوگوں کا جن پر حضرت موسٰی علیہ السلام کے زمانہ میں ہفتہ کی تعظیم فرض ہوئی تھی مگر انہوں نے اسکی بے حرمتی کی تھی۔ ۱۲ منہ۔

دوم بار آمدنِ روباہ بر آں خرِ گریختہ تا باز بفریبدش

بھاگے ہوئے گدھے کے پاس لومڑی کا دوبارہ آنا تاکہ اُس کو پھر فریب دے

پس[1] بیامد زود روبہ سوئے خر
پھر بہت جلد لومڑی گدھے کی جانب آئی

گفت خر از چوں تو یارے الحذر
گدھے نے کہا، تجھ جیسے دوست سے پناہ ہے

ناجواں مردا چہ کردم با تو من
اے بزدل! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟

کہ مرا با شیر کردی پنجہ زن
کہ تُو نے مجھے شیر سے بھڑا دیا

ناجواں مردا چہ کردم من ترا
اے نامرد! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟

کہ بہ پیشِ اژدہا بردی مرا
کہ تو مجھے اژدہے کے سامنے لے گئی

موجبِ[2] کینِ تو با جانم چہ بود
میری جان سے تیرے کینہ کی کیا وجہ تھی؟

غیرِ خبثِ جوہرِ تو اے عنود
اے سرکش سوائے تیری طبیعت کی خباثت کے

ہمچو کژدم کو گزد پائے فتے
بچھو کی طرح جو جوان کے پاؤں میں کاٹتا ہے

نارسیدہ از وے اُورا آفتے
بغیر اس کے کہ کوئی تکلیف اسکو اُس سے پہنچے

یا چو دیوے کو عدوئے جانِ ماست
یا شیطان کی طرح جو ہماری جان کا دشمن ہے

نارسیدہ زحمتش از ما و کاست
ہماری جانب سے اُس کو زحمت اور نقصان پہنچے بغیر

بلکہ طبعاً خصمِ جانِ آدمی ست
بلکہ وہ فطرت سے آدمی کی جان کا دشمن ہے

از ہلاکِ آدمی در خرمی ست
آدمی کی تباہی سے خوشی میں ہے

از پئے ہر آدمی اُو نگسلد
وہ ہر آدمی کا پیچھا کرنے سے باز نہیں آتا ہے

خُو و طبعِ زشتِ خود را کے ہلد
وہ اپنی بُری عادت کب چھوڑتا ہے؟

زانکہ[3] خبثِ ذاتِ اُو بے موجبے
کیونکہ اُس کی ذاتی خباثت بغیر کسی سبب کے

ہست سوئے ظلم و عدواں جاذبے
ظلم اور زیادتی کی جانب کھینچنے والی ہے

ہر زماں خواند ترا تا خرگہے
وہ تجھے ہر وقت خوشی کی جگہ بُلاتا ہے

کہ دراندازد ترا اندر چہے
کہ تجھے کسی کنویں میں ڈال دے

کہ فلاں جا حوضِ آب ست و عیوں
کہ فلاں جگہ پانی کی حوض اور چشمے ہیں

تا دراندازد ترا بحوضت سرنگوں
تاکہ تجھے حوض میں اوندھا گرادے

آدمی را با ہزاراں کرّ و فر
آدمی کو باوجود ہزاروں شان و شوکت کے

اندر افگند آں لعیں در شور و شر
اُس ملعون نے شور و شر میں ڈال رہا ہے

آدمی را با ہمہ وحی و نذیر
باوجود ہر طرح کی وحی اور ڈراوے کے آدمی کو

اندر افگند آں لعیں بردش بہ بیر
وہ ملعون کنویں پرلے گیا (اور) اندر گرادیا

---

[1] پس بیامد۔ جب لومڑی دوبارہ گدھے کے پاس آئی تو اُس نے اُس سے پناہ مانگی۔ ناجواں۔ گدھے نے لومڑی کو کہا اے بزدل میں نے تیرا کیا بگاڑا تھا کہ تو نے مجھے شیر کے بالمقابل جا کھڑا کیا۔ اژدہا۔ یعنی شیر۔

[2] مُوجِب۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو میری جان کی دشمن محض باطنی خباثت کی وجہ سے بنی۔ کژدم۔ بچھو بغیر کسی وجہ کے محض بدطینتی کی وجہ سے ڈنک مارتا ہے۔ یا چو دیوے۔ شیطان بھی انسان کو بغیر کسی وجہ کے ہلاک کرتا ہے۔ بلکہ۔ شیطان کو انسان سے طبعی خصومت ہے اسی لئے وہ ہر آدمی کے درپے ہے۔

[3] زانکہ۔ شیطان کی ذاتی عداوت بغیر کسی وجہ کے اس کو انسان پر ظلم کرنے کو آمادہ کرتی ہے۔ ہر زماں۔ انسان کو خوش کن جگہ کی طرف بُلا کر کنویں میں دھکا دیدیتا ہے۔ کہ فلاں۔ لالچ دلا کر تباہ کردیتا ہے۔ آدمی۔ شاندار آدمی کو بھی شور و شر میں مبتلا کردیتا ہے۔

بیگنا[1] ہے بیگزندِ سابقے
بغیر کسی پہلی خطا اور تکلیف کے

کے رسید اُو را ز آدم ناحقے
کب اُس پر آدم سے ظلم ہوا ہے؟

کے رسید اُو را ز مردم زِشتیے
انسان سے اُس کو بُرائی کب پہنچتی ہے؟

کُو دمادم آرد از غم پُشتیے
کہ وہ ہر وقت غم کے پُشتے لگا رہا ہے

گفت رُوبہ آں طلسمِ سحر بُود
لومڑی نے کہا، وہ جادو کا طلسم تھا

کہ تُرا در چشم چوں شیرے نمُود
جو تجھے شیر جیسا دکھائی دیا

ورنہ[2] من از تو بتن مسکیں ترم
ورنہ میں تو جسم میں تجھ سے زیادہ کمزور ہوں

کہ شب و روز اندر آنجا میچرم
لیکن دن رات اُس جگہ چرتی ہوں

گر نہ زاں گونہ طلسمے ساختے
اگر اُس جگہ ایسا طلسم نہ بناتا

ہر شکم خوارے بدانجا تاختے
ہر پیٹو، وہاں دوڑ جاتا

یک جہانِ بینوا چوں پیل و ارج
ہاتھی اور گینڈے جیسے بھوکوں کا ایک عالم ہے،

بے طلسمے کے بماند سبز مرج
بغیر طلسم کے چراگاہ سبز کہاں رہ سکتی ہے؟

من ترا خود خواستم گفتن بدرس
میں تجھے سکھانے میں خود کہنا چاہتی تھی

کہ چناں ہولے اگر بینی مترس
کہ اگر تو اِس طرح ڈر دیکھے تو نہ ڈرنا

لیک رفت ازیادِ علم آموزیت
لیکن تجھے علم سکھانا بھول گئی

کہ بُدم مُستغرقِ دل سوزیت
کیونکہ میں تیرے فکر میں ڈوبی ہوئی تھی

دیدمت در جوعِ[3] کلب و بینوا
میں نے تجھے جوع الکلب میں اور بے سروسامان دیکھا

می شتابیدم کہ آئی تا دوا
میں دوڑ پڑی کہ تو دوا تک آ جائے

ورنہ با تو گفتمے شرحِ طلسم
ورنہ میں تجھ سے طلسم کی شرح کر دیتی

کاں خیالے می نماید نیست جسم
کہ وہ ایک خیال نظر آتا ہے، جسم نہیں ہے

شد فراموشں آنکہ گویم مر ترا
میں بھول گئی کہ تجھ سے کہوں

حلِ آں مُشکل مہیبِ دلربا
اُس خوفناک، دل کو اُڑانے والی مشکل کا حل

---

[1] بیگنا ہے۔ انسان کی کوئی خطا نہیں نہ انسان نے شیطان کا کچھ بگاڑا ہے۔ گفت۔ لومڑی نے گدھے سے کہا تجھے جو شیر نظر آیا وہ کوئی حقیقتاً شیر نہ تھا بلکہ ایک طلسم تھا طلسم۔ وہ موہوم خیال جو عجیب شکل میں نظر آنے لگے، وہ بھیانک تصویر جو کسی دفینہ وغیرہ پر بنا دی جاتی ہے۔

[2] ورنہ۔ اگر حقیقی شیر ہوتا تو میں جو تجھ سے بھی کمزور جسم کی ہوں وہاں کیسے بچ سکتی تھی۔ گرنہ۔ طلسم بنانے کی وجہ یہ ہے کہ ہر پیٹو وہاں نہ پہنچ سکے۔ یک جہاں۔ بیل اور گینڈے بھوکے پھرتے ہیں اگر طلسم نہ ہوتا تو وہ چراگاہ کو کھا جاتے۔ ارج۔ گینڈا۔ من ترا۔ میں تجھے پہلے ہی اِس طلسم کی حقیقت بتانا چاہتی تھی لیکن میں بھول گئی۔ کہ بُدم۔ چونکہ میں تیرے غم میں تھی اِس لئے طلسم کی حقیقت بتانا بھول گئی۔

[3] جوعِ کلب۔ جوع البقر وہ بیماری جس میں ہر وقت بھوک لگی رہتی ہے۔ دوا یعنی غذا تک آ۔ میں بتا دیتی کہ وہ طلسم خیالی چیز ہے کوئی حقیقی شیر نہیں ہے مشکل۔ یعنی وہی شیر۔ گفت۔ گدھے نے لومڑی سے کہا میں تیری بُری صورت دیکھنا نہیں چاہتا میرے سامنے سے چلی جا تجھے خدا نے بدبخت بنایا ہے اور وہ تیرے چہرے کو بھی بے شرم اور سخت بنایا ہے۔

شرح

شیر کے کہنے سے لومڑی گدھے کے پاس آئی۔ گدھے نے اس کو دیکھتے ہی کہا کہ تجھ جیسے دوست سے بچنا چاہیئے تو ہرگز دوستی کے قابل نہیں ہے۔ ارے ناجوان مرگ۔ میں نے تیرے ساتھ کیا کیا تھا کہ تونے میرا شیر سے مقابلہ کرادیا۔ تجھے جوانی سے پہلے موت آئے تو بول تو سہی میں نے کیا بگاڑا تھا کہ تونے کسی اژدھے کے سامنے لیجا کھڑا کیا۔ آخر تیری اس عداوت اور غصہ کا سبب کیا تھا کچھ بھی نہیں بجز اسکے کہ تو خبیث الطینۃ ہے ـــــ اب مولانا نظائر سے اسکے خبث طینت کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ یونہی خبیث الطینت تھی جیسے بچھو جو کہ آدمی کے پاؤں میں ڈنگ مارتا ہے حالانکہ اس سے اسکو کوئی صدمہ نہیں پہنچا ہوتا۔ یا جیسے شیطان جو کہ ہماری جان کا دشمن ہے حالانکہ مجھ سے اسکو کوئی تکلیف یا نقصان نہیں پہنچا وہ طبعًا آدمی کی جان کا دشمن ہے اور اسکی ہلاکت سے خوش ہے اور کسی شخص کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ چھوڑے تو جب جبکہ اپنی خصلت کو چھوڑے اور اپنی خصلت و طبیعت کو کیسے چھوڑ سکتا ہے پس آدمی کا پیچھا بھی نہیں چھوڑ سکتا چونکہ اس کا خبث ذاتی بدوں کے سبب کے اسکو ظلم و تعدی کی طرف کھینچتا ہے اسلئے وہ ہر وقت تمہیں خیمہ کی طرف بلاتا ہے۔ تاکہ اس ساتھ سے تمہیں کوئیں میں لے جا ڈالے۔ اور کہتا ہے کہ فلاں جگہ پانی کا حوض اور چشمے ہیں وہاں چلو اور مقصد یہ ہے کہ تمہیں حوض میں سر کے بل گرادے۔ چنانچہ اس شیطان مردود نے باوجود آدم علیہ السلام کی شان و شوکت کے انکو فتنہ و فساد میں ڈال دیا اور باوجود وحی الٰہی اور دھمکی کے۔ اس ملعون نے انہیں لے جاکر کنوئیں میں دھکا دیدیا۔ حالانکہ انہوں نے بیشتر اس کا کوئی قصور کیا تھا اور ان سے اسکو کوئی نقصان پہنچا تھا۔ آخر کوئی بتلائے کہ ان کی طرف سے اسکو کوئی ناحق تکلیف کب پہنچی تھی اور انہی کے کیا تخصیص ہے ہم تو کہتے ہیں کہ نوع انسان کی جانب سے کب اسے کوئی برائی پہنچی ہے کہ وہ دمبدم اس کے لیے غم کی ڈھیر لاتا ہے اور لاکر انکو پہناتا ہے یعنی غمگین کرتا ہے کہیں بھی نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مقتضائے طبیعتش اینست وہٰذا ہو المدعیٰ۔ خیر تو لومڑی نے

اس کے جواب میں کیا جو کہ تمہیں شیر دکھائی دیتا تھا - وہ درحقیقت شیر نہ تھا طلسم شیر تھا - ورنہ اگر وہ فی الحقیقت شیر ہوتا تو میں کیسے بچتے - میں تو تم سے زیادہ ضعیف ہوں - حالانکہ میں رات دن وہیں چرتی ہوں -

دیکھو! اگر ایسا طلسم نہ بنایا جاتا تو ہر حریص وہاں دوڑ جاتا کیونکہ ایک عالم محتاج ہے مثلاً ہاتھی گینڈا وغیرہ - ایسی حالت میں وہ سبزہ زار سرسبز کیسے رہ سکتا تھا جانور دو ہی دن میں اسے اُجاڑ دیتے - میں تو اول ہی تم کو یہ سبق پڑھا دینا چاہتا تھا کہ دیکھو! اگر اس قسم کی کوئی ہیبت ناک چیز تمہیں نظر آئے تو ڈرنا مت لیکن یہ تعلیم میری یاد سے جاتی رہی کیونکہ میں تمہاری دل سوزی میں مستغرق تھی - بدیں وجہ کہ میں نے تم کو بھوک میں مبتلا اور بے سر و سامان پایا - اسلئے میں جلدی کرتی تھی - کہ تم جس قدر جلد ممکن ہو - اپنی مرض کی دوا تک پہنچ جاؤ اس وجہ سے مجھے تم سے کہنا یاد نہ رہا - ورنہ میں تجھے اس طلسم کی حالت ضرور بیان کر دیتی - اور کہہ دیتی کہ ایک خیالی صورت دکھلائی دیتی ہے اور جسم نہیں ہے مگر کیا کروں - میں تم سے اس ہیبت ناک اور دل .... اڑا دینے والی شکل کا قصہ بیان کر دینا بالکل بھول گئی -

جواب گفتن خر روباہ را

گدھے کا لومڑی کو جواب دینا

گفت رو رو ہیں ز پیشم اے عدو — تا نہ بینم روئے تو اے زشت رو

اُس نے کہا اے دشمن میرے سامنے سے دور ہو — اے بدصورت! تاکہ میں تیرا منہ نہ دیکھوں

آں خدائے کہ ترا بدبخت کرد — روی زشتت را وقیح و سخت کرد

جس خدا نے تجھے بدبخت بنایا ہے — تیری بھدی صورت کو بے شرم اور سخت بنایا ہے

باکدامیں روی می آئی بمن — ایں چنیں سغری[1] ندارد کرگدن

تو کس منہ سے میرے سامنے آ رہی ہے — ایسی بے حیائی گینڈا (بھی) نہیں رکھتا ہو

رفتۂ در خون و جانم آشکار — کہ ترا من رہبرم تا مرغزار

تو کھلم کھلا میرے خون اور جان کے درپے ہوئی — کہ میں تیری جنگل کے لئے رہبر ہوں

[1] سغری - سخت روئی، بے حیائی - کرگدن - گینڈا - رفتۂ : تو میرے خون اور جان کے درپے تھی -

تا بدیدم روی عزرائیل را ۔۔۔ باز آوردی فن و تسویل را

یہاں تک کہ میں نے ملک الموت کا منہ دیکھ لیا ۔۔۔ تو پھر مکاری اور حیلہ لائی ہے

گرچہ من ننگ خرانم یا خرم ۔۔۔ جانورم جاندارم این را کے خرم

اگرچہ میں گدھوں کے لئے موجب شرم یا گدھا ہوں ۔۔۔ میں جانور ہوں میں جاندار ہوں اسکو میں کیسے پسند کرتا ہوں

آنچہ من دیدم ز ہول بے اماں ۔۔۔ طفل دیدے پیر گشتے در زمان

جو میں نے بے پناہ ڈر دیکھا ہے ۔۔۔ (اگر) بچہ دیکھ لے تو فوراً بوڑھا ہو جائے

بیدل و جان از نہیب آن شکوہ[۵۲] ۔۔۔ سرنگوں خود را در افگندم ز کوہ

اس خوف کے ڈر سے بے دل اور بے جان ہو کر ۔۔۔ میں نے اپنے آپ کو پہاڑ سے اوندھا گرا لیا

بستہ شد پایم در اندم از نہیب ۔۔۔ چون بدیدم آن عذاب بے حجیب

اس وقت ڈر سے میرے پاؤں بندھ گئے ۔۔۔ جب میں نے کھلا کھلا وہ عذاب دیکھا

عہد کردم با خدا کاے ذو المنن ۔۔۔ برگشا زین بستگی تو پای من

میں نے اللہ (تعالیٰ) سے عہد کیا کہ اے احسانوں والے! ۔۔۔ اس قید سے میرے پاؤں کھول دے

تا ننوشم وسوسہ کس بعد ازین ۔۔۔ عہد کردم نذر کردم اے معین

اس کے بعد میں کسی کے بہکانے میں نہ آؤں گا ۔۔۔ اے مددگار! میں نے عہد کر لیا میں نے نذر مان لی

حق[۵۳] کشادہ کرد آندم پای من ۔۔۔ زان دعا و زاری و ایہای من

اللہ (تعالیٰ) نے اس وقت میرے پاؤں کھول دیئے ۔۔۔ میری دعا اور عاجزی اور ہائے ہائے سے

ورنہ اندر من رسیدے شیر نر ۔۔۔ چون بُدے در زیر پنجہ شیر خر

ورنہ وہ نر شیر مجھ پر آپڑا تھا ۔۔۔ گدھے کا شیر کے پنجہ میں کیا حال ہوتا!

باز بفرستادت آن شیر عرین ۔۔۔ سوی من از مکر اے بئس القرین

اس کچھار کے شیر نے پھر تجھے بھیجا ہے ۔۔۔ کرے میری جانب اے برے ساتھی!

تا بدیدم۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو نے ملک الموت کے سامنے لے جا کھڑا کیا۔ تسویل۔ حیلہ سازی۔ کے خرم۔ اگرچہ میں جانور اور گدھا ہوں لیکن ہلاک ہونا کیسے پسند کر سکتا ہوں۔ طفل۔ مصائب سے بچہ بوڑھا بن جاتا ہے۔

۵۲ بیدل۔ اس شیر کے خوف سے میں نے اپنے آپ کو پہاڑ پر سے اوندھا گرا دیا۔ بستہ۔ اس خوف سے میرے پاؤں کام نہ دیتے تھے۔ عہد کردم۔ اس وقت میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر میرے پاؤں کھول دے تو میں پھر کسی کے بہکانے میں نہ آؤں گا۔

۵۳ حق کشادہ۔ اس عہد اور دعا کی برکت سے میرے پاؤں کھل گئے اور میں بھاگا ورنہ شیر دبوچ لیتا اور پھر ظاہر ہے شیر کے پنجہ میں میرا کیا حال ہوتا۔ باز۔ اب مکر کرنے کے لئے شیر نے تجھے دوبارہ بھیجا ہے۔ عرین۔ شیر کی جھاڑی۔ بئس القرین۔ برا ساتھی۔

حق ذات پاک اللہ الصمد ۔۔۔ کہ بود[۵۴] بہ مار بد از یار بد

اللہ پاک بے نیاز کی قسم ۔۔۔ کہ برے ساتھی سے برا سانپ بہتر ہوتا ہے

مار بد جانے ستاند اے سلیم ۔۔۔ یار بد آرد سوی نار جحیم

اے بیوقوف! برا سانپ جان لے لیتا ہے ۔۔۔ برا ساتھی دوزخ کی جانب لاتا ہے

از قرین بیقول و گفت و گوے او ۔۔۔ خو بدزدد دل نہان از خوے او

ساتھی سے اس کی گفتگو اور بات کے بغیر ۔۔۔ دل خفیہ طور پر عادت اس کی عادت سے چرا لیتا ہے

چونکہ او افگند بر تو سایہ را ۔۔۔ دزدد آن بے مایہ از تو مایہ را

جب وہ تجھ پر سایہ ڈالتا ہے ۔۔۔ وہ بے مایہ تیرا سرمایہ چرا لیتا ہے

۵۴ کہ بود۔ شریر ساتھی سے شریر سانپ بھلا۔ سانپ تو محض مار ڈالتا ہے لیکن برا ساتھی تو جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔ از قرین۔ ساتھی کی خو بو انسان میں مخفی طور پر اثر کر جاتی ہے۔ چونکہ او۔ جب برے ساتھی کا سایہ پڑتا ہے تو وہ تیرا سارا سرمایہ چرا لیتا ہے۔

عقلِ تو گر اژدہائے گشت مست
تیری عقل اگر مست اژدھا ہے

یارِ بد اُو را زمرّد داں کہ ہست
بُرے دوست کو اُس کا زمرّد سمجھ

دیدۂ عقلت بدُو بیرون جہد
اُس سے تیری عقل کی آنکھیں باہر نکل پڑینگی

طعنِ اُو اندر کفِ طاعوں نہد
اُس کا نیزہ مارنا تجھے طاعون کے ہاتھ میں دیدیگا

در جہاں نبوَد بتر از یارِ بد
دنیا میں بُرے دوست سے بدتر کوئی نہیں ہے

دیں مرا عینُ الیقیں گشتست خود
یہ تیرے لئے خود آنکھوں دیکھی یقینی بات ہو گئی ہے

عقل۔ خواہ انسان کتنا ہی عقلمند ہو لیکن بُرے دوست کی صحبت اُس کو اندھا کر دیتی ہے۔
۵۲ در جہاں۔ دنیا میں بُرے یار سے بُری کوئی چیز نہیں ہے اب تو تیرے مقابلہ کی وجہ سے اس بارے میں مجھے عینُ الیقین کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے

شرح گدھے نے جواب دیا کہ ارے دشمن! جا میرے سامنے سے چلی جا کہ مجھے تیری صورت نہ دکھائی دے جس خدا نے تجھے بدبخت بنایا ہے اُسی نے تیرے بھونڈے منہ کو بے حیا اور سخت بھی بنایا ہے کہ باوجود اس قدر سخت عداوت کے پھر تو میرے سامنے موجود ہے اور ذرا نہیں جھجکتی، ارے تجھے شرم نہیں آتی تو کیا منہ لے کر میرے سامنے آتی ہے سچ تو یہ ہے کہ بڑی ہی بے حیا ہے ایسی سخت روئی تو گینڈے میں بھی نہیں کیونکہ تو نے یہ کہہ کر کہ میں تجھے سبزہ زار میں لے جاتی ہوں میرے مار ڈالنے کی صریح تدبیر کی تھی حتیٰ کہ میں نے عزرائیل کی صورت بھی دیکھ لی تھی — اس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ تو مجھے صورت نہ دکھاتی مگر اب تو پھر مکر و فریب لے کر آئی ہے۔ سو میں گو ننگ خراں یا خر ہوں لیکن جانور اور جاندار تو ہوں تھوڑا بہت حس و شعور بھی رکھتا ہوں پھر میں اس بات کو کیوں ماننے لگا ہوں۔ اسلئے کہ جو بے اماں خوف میں دیکھ چکا ہوں وہ اس قدر سخت تھا کہ اگر بچہ دیکھتا تو شدّت خوف سے بوڑھا ہو جاتا۔ اور میں نے اس خوف کی عظمت کے سبب بے دل اور بے جاں ہو کر اپنے کو پہاڑ سے سر کے بل گرا دیا تھا۔ اور جبکہ میں نے اس بے حجاب عذاب کو دیکھا تھا تو اس وقت خوف سے میرے پاؤں سُن ہو گئے تھے اور میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اے ذوالمنن تو اس بستگی سے میرے پاؤں

کھول دے تاکہ اب میں کسی کا فریب نہ کھاؤں۔ اب میں تجھ سے اس بات کا عہد اور نذر کرتا ہوں کہ میں اس کی باتوں میں نہ آؤں گا۔ سو اس وقت خدا نے میری اس دعا اور تضرع اور ہائے ہائے کے سبب میرے پاؤں کشادہ کر لئے تھے ورنہ شیر مجھ تک پہنچ جاتا۔ پھر وہ اگر شیر مجھ پر قابو پالیتا تو اس وقت میری کیا حالت ہوتی۔ یہ واقعہ تو گذر گیا تھا۔ اب اس شیر بیشہ نے مکر سے تجھے میری طرف پھر بھیجا ہے سو اب میں اس بات میں نہ آؤں گا کیونکہ تو یار بد ہے اور میں خدائے بے نیاز کی ذات پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یار بد سے خبیث سانپ بہتر ہے۔

اب مولانا اس مقولہ کو موجہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خبیث سانپ تو فقط جان ہی لیتا ہے یار بد تو جہنم میں لے جاتا ہے کیونکہ دل چپکے چپکے قرین بد کی خصلت بد ودں اسکی تعلیم کے بھی اُڑا لیتا ہے پس اگر ساتھ میں تعلیم بھی ہو تب تو بالا ولیٰ اڑلئے گا نیز جبکہ وہ تم پر سایہ ڈالتا ہے تو وہ تمہارے خصائل حمیدہ کو دور کر دیتا ہے اور اس طرح اس میں برائیاں آجاتی ہیں کیونکہ تمہاری عقل اگرا ژدھا سے مست ہو تو تم سمجھو کہ یار بد اسکے لیے زمرد ہے اس سے تمہاری عقل کی آنکھیں نکل پڑتی ہیں اور وہ اندھی ہو جاتی ہے اور نیک و بد میں اسکو تمیز نہیں رہتی اسلئے وہ اچھائیوں کو چھوڑ کر برائیاں اختیار کر لیتے ہیں اور اس طرح اس شیطان کا کوّا تم کو طاعون روحانی کے پنجہ میں پھنسا دیتا ہے اور موت روحانی میں مبتلا کر کے جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔

خیر! یہ مضمون تو استطرادی تھا اب سنو! کہ گدھے نے کہا کہ دنیا میں یار بد سے بدتر اور خطرناک کوئی شے نہیں ہے اور مجھے تو مشاہدہ کی بنا پر اس کا حق الیقین ہو گیا ہے۔ فائدہ: طعن او اندر کف طاعون سند میں ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ طاعون جنات کے کوچے کا اثر ہے۔

جوابِ گفتنِ روباہ خر را

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

گفت روبہ صافِ ما را دُرد نیست ۔۔۔ لیک تخئیلاتِ وہمی خُرد نیست

لومڑی نے کہا ہمارے نیر میں کوئی تلچھٹ نہیں ہے ۔۔۔ لیکن وہمی تخیلات (بھی) چھوٹی چیز نہیں ہیں

ایں ہمہ وہمِ تو است اے سادہ دل ۔۔۔ ورنہ بر تو نے غشی دارم نہ غل

اے بھولے! یہ سب تیرا وہم ہے ۔۔۔ ورنہ میں تجھ سے نہ کھوٹ رکھتی ہوں نہ کینہ

از خیالِ[۴] زشتِ خود منگر بمن ۔۔۔ بر مُحبّاں از چہ داری سُوئے ظن

اپنے برے خیال سے مجھے نہ دیکھ ۔۔۔ دوستوں پر تو کیوں بدظنی کرتا ہے!

ظنِ نیکو بر براخوانِ صفا ۔۔۔ گرچہ آید ظاہر آں زیشاں جفا

مخلصوں پر نیک گمان کر ۔۔۔ اگرچہ بظاہر اُن سے ظلم سرزد ہو

ایں خیال و وہمِ بد چوں شد پدید ۔۔۔ صد ہزاراں یار را از ہم بُرید

جب یہ برے خیال اور وہم ظاہر ہوئے ہیں ۔۔۔ لاکھوں دوستوں کو ایک دوسرے سے کاٹ دیا ہے

مُشفقے[۵] گو کرد جور و امتحاں ۔۔۔ عقل باید کہ نباشد بدگماں

جس مہربان نے زیادتی اور امتحان کیا ہو ۔۔۔ عقل کو چاہیئے کہ بدگمان نہ ہو

خاصہ من بد رگ نبودم زشت قسم ۔۔۔ آنکہ دیدی بد نہ بد بُود آں طلسم

خصوصاً میں بری قسم کی بدفطرت نہیں ہوں ۔۔۔ جو تو نے دیکھا، وہ برا نہ تھا وہ طلسم تھا

ور بُدے بد آں سگالش قدرا ۔۔۔ عفو فرمایند از یاراں خطا

اگر (بالفرض) بالتقدیر وہ خیال برا تھا ۔۔۔ (تو) دوستوں کی غلطی معاف کر دیتے ہیں

عالمِ[۶] وہم و خیال و طمع و بیم ۔۔۔ ہست رہرو را یکے سدِّ عظیم

وہم اور خیال اور حرص اور خوف کی دنیا ۔۔۔ سالک کے لئے ایک بڑی رکاوٹ ہے

نقشہائے ایں خیالِ نقشبند ۔۔۔ چوں خلیلے را کہ کُہ بُد شُد گزند

اس نقش بنانے والے خیال کے نقوش ۔۔۔ حضرت ابراہیم خلیل (اللہ) جیسے کیلئے جو پہاڑ تھے نقصان دہ

گفت ہٰذا ربّی ابراہیمِ راد ۔۔۔ چونکہ اندر عالمِ وہم اُوفتاد

عقلمند (حضرت) ابراہیم نے کہا یہ میرا رب ہے ۔۔۔ چونکہ وہ وہم کے عالم میں مبتلا ہو گئے

ذکرِ کوکب را چنیں تاویل گفت ۔۔۔ آنکسے کو گوہرِ تاویل سُفت

ستارے کے بارے میں ایسی تاویل کی ۔۔۔ اُس ذات نے جس نے تفسیر کے موتی پروئے

عالمِ وہم و خیالِ چشم بند ۔۔۔ آنچناں کُہ را ز جائے خویش کند

وہم کی دنیا اور آنکھوں کو بند کر دینے والے خیال نے ۔۔۔ ایسے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا دیا

گفت ۔ لومڑی نے کہا میری شراب میں کوئی تلچھٹ نہیں یعنی میں صاف اور خطا سے بری ہوں لیکن وہم بھی کوئی معمولی چیز نہیں جو بات کو غلط دکھا دیتا ہے ورنہ مجھ میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔

۴ از خیال ۔ وہم کی بنیاد پر دوستوں سے بدظنی مناسب نہیں ہے مخلصوں کے بارے میں بہتر خیال رکھنا چاہیئے خواہ اُن سے بظاہر کوئی غلطی بھی سرزد ہو جائے ۔ اچھا خیال بدگمانی سے بہتر ہے دوستیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔

۵ مُشفقے ۔ دوست آزمائش کیلئے کچھ زیادتی بھی کرتا ہے تو عقلمندی یہی ہے کہ اُس سے بدگمانی نہ کی جائے ۔ قدرا ہم نے اس کا تعلق پہلے مصرع سے قرار دے کر بالفرض التقدیر کے معنی کئے ہیں بعض نسخوں میں قدرا ہے تو اس کا تعلق دوسرے مصرع سے کیا جائے اور یہ معنی کئے جائیں کہ ہر مقتدر کی اس غلطی کو معاف کر دیا جائے۔

۶ عالم ۔ وہم اور خیال راہرو کے لئے مانع بنتے ہیں ان وہمی خیالات سے حضرت ابراہیم کو بھی تکلیف پہنچی اور انھوں نے وہم کی بنیاد پر ستارے کو کہہ دیا کہ یہ میرا خدا ہے اور پھر اس غلطی کا احساس کرکے اُس سے رجوع کیا ۔ ہٰذا ربی ۔ "یہ میرا خدا ہے" مولانا نے حضرت ابراہیمؑ کے اس قول کی بنیاد اُن کا وہم قرار دیا دوسرے مفسرین کے نزدیک اُن کا یہ قول قوم کو اُن کی غلطی

تا کہ ھٰذا ربّی آمد قالِ اُو — خریط و خر را چہ باشد حالِ اُو

یہاں تک "یہ میرا خدا ہے" اُن کا قول ہوا — احمق اور گدھے کو کیا حال ہوگا؟

غرق گشتہ عقلہائی چون جبال — در بحارِ وہم و گردابِ خیال

پہاڑوں جیسی عقلیں ڈوب گئیں — وہم کے سمندروں اور خیال کے بھنور میں

عقلِ ثابت ترز کہ را وہم بیں — کہ چہ فرمود ست گفتن اے امیں

دیکھ وہم نے بہت جمی ہوئی عقل کو — کیا کہہ دینے کو کہا، اے امین!

کوہہا را ہست زیں طوفاں فضوح — کو امانے جُز کہ در کشتیِ نوح

اس طوفان سے پہاڑوں کی رسوائیاں ہیں — نوح کی کشتی کے سوا امن کہاں ہے؟

زیں خیالِ رہزنِ راہِ یقیں — گشت ہفتاد و دو ملت اہلِ دیں

یقین کے راستہ کو ڈاکو کے اس خیال کی وجہ سے — دیندار بہتّر فرقے بن گئے

مَردِ ایقاں رَست از وہم و خیال — مُوی ابرو را نمی گوید ہلال

صاحب یقین وہم اور خیال سے نجات پا گیا — وہ ابرو کے بال کو چاند نہیں کہتا ہے

واں کہ را نُورِ عمر نبوَد سند — مُوے ابروئے کجے راہش زند

جس کا سہارا عمر کا نور نہ ہو — ابرو کا ٹیڑھا بال اُس کو بھٹکا دیتا ہے

صد ہزاراں کشتیِ با ہول و سہم — تختہ تختہ گشتہ در دریائے وہم

لاکھوں کشتیاں خوف اور ڈر سے — وہم کے دریا میں تختہ تختہ ہو گئی ہیں

کمتریں فرعون چُستِ فیلسوف — ماہِ اُو در برجِ وہمی در خسوف

کم از کم فرعون، چالاک اور فلسفی — اُس کا چاند وہم کے برج میں گرہن میں ہے

کس نداند رُوسپی زن کیست آں — وانکہ داند نیستش بر خود گماں

کوئی نہیں جانتا وہ رنڈی عورت کون ہے! — اور جو جانتا ہے اُس کو اپنے بارے میں گمان نہیں آتا

چوں ترا وہمِ تو دارد خیرہ سر — از چہ گردی گردِ وہمِ آں دگر

جبکہ تیرا وہم تجھے حیران بنا دیتا ہے — تو دوسرے کے وہم کے کیوں چکر کاٹتا ہے؟

عاجزم من از منیِ خویشتن — چہ نشینی پُر منی تو پیشِ من

میں اپنی خودی سے عاجز ہوں — تو خودی سے بھرا ہوا میرے سامنے کیوں بیٹھتا ہے؟

از مَن و ما ہر کہ ایں در میزند — عاشقِ خویش ست بر لامی تند

جو خودی اور انانیت کے ساتھ اس دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہے — وہ اپنا عاشق ہے، فنا کا چکر کاٹتا ہے

بے من و مائی ہمی جویم بجاں — تا شوم من گوئی آں خوش صولجاں

میں دل و جان سے بے خودی اور بے انانیت والے کو ڈھونڈتا ہوں — تاکہ میں اُس اچھے بَلّے کی گیند بن جاؤں

ہر کہ بے من شد ہمہ منہا خود اوست — یارِ جملہ شد چو خود رانیست دوست

جو بے خود ہو گیا، تمام خودیاں وہ خود ہے — وہ سب کا دوست بن گیا جبکہ اپنا دوست نہیں ہے

کا احساس دلانے کے لئے تھا۔ وہم کی بنیاد پر عقیدہ کا اظہار نہ تھا۔ تاویل دوسرے مصرع میں تاروں سے صحیفوں کی تفسیر مُراد ہے۔

۱؎ ہفتاد و دو۔ امت کے بہتّر فرقے اسی وہم کی بنیاد پر بنا لیں گے حدیث شریف ہے کہ میری امت بہتّر (۷۲) فرقوں میں بٹ جائیگی جن میں سے ایک نجات پائیگا اور وہ فرقہ ہوگا جو میری اور اصحاب کی سنت پر عمل کریگا بقیہ اکثر فرقے جہنمی ہونگے مردِ ایقاں۔ پہلے ایک قصہ گزرا ہے جس میں بیان کیا گیا تھا کہ ایک صاحب کی ابرو کا بال مُڑا ہوا تھا اور وہ اُنکی آنکھ کے سامنے آگیا تھا وہ چاند دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے تو انہوں نے اُس ابرو کے بال کو چاند سمجھ لیا اور کہنے لگے کہ چاند نظر آ رہا ہے جس کی تصحیح حضرت عمرؓ نے کی اور جب وہ مُڑا ہوا بال ہٹا دیا گیا تو وہ چاند غائب ہو گیا مختصر دنیا کے اور واقعات سے قطع نظر فرعون ہی کو دیکھو اُسنے وہم کی بنیاد پر کیا دعویٰ کر دیا۔

۲؎ رُوسپی زن۔ یعنی وہ دیوث جسکی بیوی زانیہ ہے وہ بیوی کو زانیہ نہیں سمجھتا ہے اور اگر سمجھتا ہے تو اپنے آپ کو دیوث نہیں سمجھتا یہ بھی سب وہم کی کارفرمائی ہے چونکہ انسان کیلئے اپنے وہم کا علاج بھی مشکل ہے تو دوسرے کے وہم کا کیا علاج کر سکتا ہے۔ عاجزم جبکہ انسان خود خودی میں مبتلا ہو تو دوسرے کی خودی کا علاج نہیں کر سکتا۔

۳؎ از من۔ جو انسان خودی میں مبتلا ہے وہ تو خود اپنا عاشق ہے اُس کو مقام فنا حاصل نہیں

آئینہ بےنقش شُد یابد بہا　　زانکہ شُد حاکیِ جملہ نقشہا

وہ بےنقش کا آئینہ بن گیا، قیمت پائے گا　　کیونکہ وہ تمام نقشوں کا مظہر بن گیا

ہر گہ جو شخص خودی فنا کر دے اب اس میں اپنی خودی نہیں ہے اس میں مخلوقِ خدا کی خودی ہے اور وہ جملہ خلق اللہ کا دوست ہے۔ آئینہ جب انسان کے دل میں خود اپنا نقش نہیں ہے تو اس دل کی قدر و قیمت ہے اس میں دوسروں کی تصویریں نمایاں ہو سکتی ہیں۔

ہو سکتا۔ تبھی تو۔ ایسے شیخ کی تلاش کرنی ضروری ہے جو انانیت اور خودی کو فنا کر چکا ہو پھر اس کی اطاعت ضروری ہو

شرح لومڑی نے کہا کہ ہماری صاف دوستی میں تو فریب کی تلچھٹ کی آمیزش نہیں ہے مگر وہم کی تخیلات ----- معمولی نہیں ہیں انہوں نے تم کو بدظن کر دیا ہے اور جو کہ تم کو میری نسبت خیال ہے یہ سب تمہارا وہم ہے ورنہ میں نہ تم سے دھوکا کرتی ہوں نہ خیانت۔ تم کو اپنے برے خیال سے مجھے نہ دیکھنا چاہیئے۔ دوستوں سے کیوں بدگمانی کرتی ہو ہم کو یہ بات مناسب نہیں ہے بلکہ تم کو چاہیئے کہ اگر دوستوں سے بظاہر کوئی زیادتی بھی ہو جائے تو اس کو اچھے ہی پر محمول کرنا چاہیئے کیونکہ بدگمانی نہایت بُری شے ہے۔

دیکھو! جب یہ خیال اور وہم جلوہ گر ہوا ہے تو سینکڑوں دوستوں کے تعلقات کو اس نے منقطع کر دیا ہے بالخصوص مجھ پر تو بدگمانی ہونی ہی نہ چاہیئے کیونکہ نہ میں بدذات ہوں اور نہ بدجنس۔ میں سچ کہتی ہوں کہ جو کچھ تم نے دیکھا تھا وہ فی الحقیقت کوئی بُری شے نہ تھی بلکہ محض طلسم تھا لیکن اگر مان لیا جائے کہ میں نے تمہاری نسبت برا ہی خیال کیا تھا تو آخر خطا بھی ہو جاتی ہے اور خطا کو معاف بھی کر دیا کرتے ہیں۔ یہاں سے مولانا مذمت وہم و خیال کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عالم وہم و خیال اور عالم نفس و طمع اور عالمِ خوف بےجا سالک کے لیے ایک زبردست رکاوٹ ہے کیونکہ قوت خیالیہ مصورہ کی بنائی ہوئی تصویریں۔ خلیل اللہ جیسے شخص کے لئے جو کہ پہاڑ کی طرح غیر متزلزل تھے مُضر ثابت ہوئیں ہیں چنانچہ جس وقت وہ عالمِ وہم میں پھنسے ہیں اور وہم کا ان پر غلبہ ہوا ہے اور عقل عارضی طور پر مغلوب ہو گئی ہے تو انہوں نے حق سبحانہٗ کو طلب

کرتے ہوئے شمس و قمر اور دیگر ستارہ کی نسبت ھٰذا ربی کہدیا۔
جس کسی نے ھٰذا ربی کی توجیہ کی ہے اسکی اسکی یہ بھی وجہ بیان کی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ـــــ پس تم غور کرو کہ اس نظر بندی کرنے والے عالم وہم وخیال نے اپنے غیر متزلزل پہاڑ کو اپنے مقرِ اصلی سے تھوڑی دیر کے لیے ہٹا دیا۔ حتٰی کہ انہوں نے ایک ستارہ کی نسبت ھٰذا ربی کہہ دیا پھر اس عالم میں احمق اور گدھے کی کیا حالت ہو گی۔
جناب من! وہم کے سمندر اور خیال کے بھنور میں پہاڑوں جیسی عظیم الشان ڈوب گئی ہیں دیکھ: ابراہیم علیہ السلام کی پہاڑ سے زیادہ نہ جنبش کرنے والے عقل کو وہم نے کیا کہنے کو کہا اور اس نے کیا کہہ دیا۔
الغرض! یہ طوفان وہم وخیال پہاڑوں کو ذلیل کر دیتا ہے ایسی حالت میں یقین کے سوا جو کہ بمنزلہ کشتی نوح کے ہے اور کہیں اماں نہیں اور اس سے نجات دلانے والا صرف یقین ہے صاحب یقین شخص وہم وخیال سے نجات پا جاتا ہے اور وہ موئے ابرو کو ہلال نہیں کہتا اور نور عمرؓ جس کا مستند نہیں ہوتا۔ یعنی جو کہ وہ نور بصیرت نہیں رکھتا۔ جو کہ حضرت عمرؓ کو حاصل تھا۔ موئے ابروِ کج اس کا راہ مارتا ہے۔ اور خیال اسکو گمراہ کرتا ہے۔
القصہ وہم نہایت خطرناک چیز ہے۔ عقل کی ہزاروں ہولناک اور عظیم الشان کشتیاں جن کو دیکھنے سے ڈر لگے دریائے وہم میں پاش پاش ہو گئیں ان میں ادنیٰ درجہ کا آدمی فرعون تھا۔ جو کہ نہایت ہوشیار اور فلسفی تھا۔ مگر اس کی عقل کا چاند بھی برج وہمی میں آکر گہن میں آگیا تھا۔
آگے ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں ـــــ اور چونکہ لومڑی گدھے کو یوں نصیحت کر رہی تھی جیسے کوئی ولی کسی دنیادار کو نصیحت کرتا ہے اور باوجودیکہ خود بھی دنیادار ہونے کے سبب مبتلائے وہم تھی۔ مگر گدھے کو وہم سے روک رہی

تھی ـــــ اسلئے مولانا اس کے مناسب مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ لومڑی گدھے کو مبتلائے وہم کہتی تھی حالانکہ خود بھی مبتلائے وہم تھی
اصل بات یہ ہے کہ واقع میں کوئی نہیں جانتا کہ کس کی عورت فاحشہ ہے ہاں
بنا پر وہم اس کا علم ہوتا ہے سو جس کو بنا پر وہم اس کا علم ہوتا ہے اسکو دوسروں
ہی کے سبب وہم ہوتا ہے - اپنی نسبت اسے وہم بھی نہیں ہوتا۔
پس خلاصہ یہ ہے کہ حقیقتاً تو بندوں کی برائی کا خدا ہی کو علم ہے لیکن
لوگوں کو جو ان کا علم ہے وہ بنا بر وہم ہے مگر انکو برائی کا وہم دوسروں کی...
نسبت ہوتا ہے اور اپنی نسبت نہیں ہوتا۔ اسی بنا پر لومڑی نے گدھے کو
مبتلائے وہم کیا اور اپنے کو مبتلائے وہم نہ جانا۔
اب ہم ان لوگوں کو خطاب کرتے ہیں جو دوسروں کی نسبت وہم کا الزام
لگاتے ہیں اور انکو نصیحت کرتے ہیں حالانکہ خود بھی مبتلائے خودی ہیں اور کہتے
ہیں کہ جب تیرا وہم خود تجھ کو پریشان کرتا ہے تو تو اپنے وہم کی فکر کیوں نہیں کرتا
دوسروں کے وہم کے پیچھے کیوں پڑتا ہے وہ تو بے چارہ اپنی مصیبت میں خود گرفتار
ہے تو اسکے پاس ہٹ کر اس کی مصیبت میں اور اضافہ کرتا ہے کیونکہ ہر ہمنشیں
دوسرے ہمنشیں سے کچھ نہ کچھ چراتا ہے پس جبکہ تو بھی مبتلائے وہم ہے تو اگر
اسکے پاس بیٹھے گا۔ گو بغرض نصیحت ہی ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تجھ سے صفت
وہم چرائے گا اور اسکی مصیبت میں اور اضافہ ہوگا پس جبکہ وہ اپنی خودی سے
خود پریشان، اور مجبور ہے تو کیا ضرور ہے کہ تم بھی خودی سے پُر ہو کر اُس کے پاس
بیٹھو۔ اور اسکی مصیبت میں اضافہ کرو۔
یاد رکھو! کہ جو شخص مبتلائے خودی ہو کر طالب حق بنتا اور مسندِ مشیخت و
ارشاد پر جلوہ گر ہوتا ہے وہ در حقیقت خود اپنے اوپر عاشق اور لاشے کا طالب ہے
ہم تو دل سے ترک خودی اور فنا چاہتے ہیں ۔ تاکہ ہم ترک خودی کے سبب اس۔
خوش چوگاں یعنی حق سُبحانہٗ کی گیند میں جائیں اور وہ جس طرف ہم کو لے جائے اس

طرف جائیں کیونکہ فنا عجیب چیز ہے جو شخص فانی ہو جاتا ہے وہ سب سے متحد باتحاد توافق ہو جاتا ہے اور جبکہ وہ اپنا دوست نہیں رہتا اور اسلئے اپنے کو مٹا دیتا ہے تو وہ سب کا دوست ہو جاتا ہے

دیکھو! آئینہ جب حصول صفا کے سبب بے نقش یعنی بے رنگ ہو جاتا ہے تو لوگوں میں اس وقت وقعت اور قدر وقیمت حاصل ہو جاتی ہے اسلئے کہ اس وقت اس میں سب کی صورتیں منقش ہوتی ہیں اور ہر ایک اس کو اپنے موافق جانتا ہے اسلئے اس کا کوئی مخالف نہیں ہوتا۔

(فائدہ ۱: اس پر اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ یہ بیان خلاف واقع ہو کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو لازم تھا کہ انبیاء و اولیاء کا کوئی دشمن نہ ہوتا حالانکہ اُن کے دشمن ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود مولانا نے دفتر دوم بہ ذیل سرخی ملامت کردن مردماں شخصے راکہ یہ تہمت کشت ۔ یہی سوال قائم کر کے اس کا مفصل جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ درحقیقت انبیاء و اولیاء کے دشمن نہیں ہیں بلکہ خود اپنے دشمن ہیں ۔

۲: اگر یوں سوال کیا جائے کہ اس سے لازم ہے کہ انبیاء و اولیاء کسی کے دشمن نہ ہوں حالانکہ وہ بھی لوگوں کے دشمن ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی دشمنی ان کی ذاتی دشمنی نہیں ہوتی ۔ بلکہ ان کی دشمنی خدا کے لیے ہوتی ہے اسلیے کہ وہ خدا کے دشمن ہوتے ہیں ۔

حکایتِ شیخ محمد سَررَزی غزنوی قدس اللہ رُوحہ العزیز

شیخ محمد سر رزی غزنوی کی حکایت خدا اُن کی معزز روح کو پاک کرے

زاہدے در غزنی از دانش مَزی — بُد محمد نام و کنیت سَررَزی

غزنی میں ایک زاہد عقل سے پروردہ — نام محمد اور کنیت سَررَزی تھی

بُود اِفطارش سَر رَز ہر شبے — ہفت سال اُو دائم اندر مطلبے

ہر شام کو اُن کا اِفطار انگور کی کونپل تھی — سات سال وہ ہمیشہ (حصول) مقصد میں تھے

بس عجائب دید از شاہِ وجود — لیک مقصودش جمالِ شاہ بُود

موجوداتِ شاہ کے انھوں نے بہت عجائب دیکھے — لیکن اُن کا مقصد شاہ کا جمال تھا

بر سرِ کُہ رفت آں از خویش سیر — گفت بنما یا فتادم من بزیر

وہ اپنے آپ سے بیزار ہو کر پہاڑ کی چوٹی پر گئے — عرض کیا دکھادے، ورنہ میں نیچے کود دوں گا

گفت نامد نوبتِ آں مکرمت — ور فرو اُفتی نمیری نکشمت

فرمایا اُس اعزاز کا موقع نہیں آیا ہے — اگر تم نیچے گر دگے، نہ مروگے نہ میں تمہیں ماروں گا

اُو فرو افگند خود را از وِداد — درمیانِ عُمقِ آبے اُو فتاد

انھوں نے عشق میں اپنے آپ کو نیچے پھینک دیا — ایک پانی کی گہرائی میں جا پڑے

چوں نمُرد از نکس آنجاں سیر مَرد — از فراقِ مرگ بر خود نوحہ کرد

جب اندھا گرنے سے نہ مرے وہ جان سے بیزار آدمی — اپنی موت کے فراق پر رونے لگے

کایں حیات اُو را چو مرگے مینمُود — کار پیشش باژگونہ گشتہ بُود

کیونکہ یہ زندگی اُن کو موت کی طرح نظر آتی تھی — معاملہ اُن کے لئے اُلٹا ہو گیا تھا

موت را از غیب می کرد اُو گدے — اِنّ فی موتی حیاتی میزدے

موت کی وہ غیب سے بھیک مانگتے تھے — بیشک میری موت میں میری زندگی ہے کا نعرہ لگاتے تھے

موت را چوں زندگی قابل شُدہ — با ہلاکِ جانِ خود یکدل شُدہ

موت کو زندگی کی طرح قبول کرنے والے بن گئے تھے — اپنی جان کی ہلاکت پر مطمئن ہو گئے تھے

سیف و خنجر چوں علی ریحانِ اُو — نرگس و نسریں عدوِّ جانِ اُو

(حضرت) علیؓ کی طرح تلوار اور خنجر اُنکا ریحان تھا — نرگس اور نسرین اُن کے جان کے دشمن تھے

۵۱ حکایت۔ چونکہ پہلے ایسے شیخ کی ضرورت کا اظہار کیا تھا جس میں خودی اور انانیت نہ ہو اس کے مناسب محمد سَررَزی غزنوی رحؒ کا ذکر کیا ہے جو اس صفت کے ساتھ موصوف تھے سَررَزی۔ سَرِ رز انگور کی بیل کی کونپل۔ چونکہ یہ روزہ اُسی سے افطار کرتے تھے اسلئے اُن کا لقب سَررَزی پڑ گیا تھا۔ غزنوی غزنی کا رہنے والا غزنی اور غزنین ہی شہر ہے جس میں سلطان محمود غزنوی پیدا ہوئے تھے۔ مطلبے۔ یعنی وصول الی اللہ شاہِ وجود۔ اللہ تعالےٰ جمال یعنی اُن کا مقصد عجائب دیکھنا نہ تھا بلکہ دیدارِ خداوندی تھا۔

۵۲ خویش سیر۔ یعنی اُن کا بغیر دیدارِ خداوندی کے زندگی سے دل بھر گیا تھا اور زندہ رہنا نہ چاہتے تھے۔ گفت۔ دیدارِ جمال کی درخواست پر اُن کو جواب ملا ابھی تمہیں وہ مقام حاصل نہیں ہے جس میں دیدار ہو سکے ور۔ اگر تم پہاڑ سے گرا کر بھی اپنے آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کروگے تو تمہیں مرنے نہ دیا جائے گا اور گرنے سے تمہارا بدن شکستہ نہ ہوگا درمیان۔ وہ پہاڑ سے کود ے تو پانی میں جا گرے۔ نکس۔ اوندھا۔ از فراق۔ چونکہ اُن کا زندگی سے دل بھر چکا تھا اور اوندھا گرنے سے بھی نہ مرے تو رونے لگے

۵۳ کایں۔ دوسروں کو زندگی محبوب ہے اُن کے لئے اُلٹی بات ہو گئی اُن کو اپنی موت پیاری تھی۔ موت۔ وہ موت کی تمنا کرتے تھے اسلئے کہ اُن کو یقین تھا کہ موت کے بعد دیدارِ جمال ہو جائے گا۔ یکدل شدہ۔ یعنی وہ مطمئن تھے۔ چوں علیؓ۔ پہلے مولانا بیان کر چکے ہیں کہ حضرت علیؓ کے لئے اسبابِ موت دنیا کی لذتوں سے زیادہ پیارے تھے۔

بانگ[1] آمد روز صحرا سوئے شہر
آواز آئی، جنگل سے شہر کی جانب جاؤ

بانگِ طرفہ از ورائے سرّ و جہر
عجیب آواز، آہستہ اور زور کی آواز کے علاوہ

گفت اے دانائے رازم موبمو
عرض کیا، اے میرے تمام رازوں کے جاننے والے!

چہ کنم در شہر از خدمت بگو
شہر میں کیا خدمت کروں، فرمایئے

گفت خدمت آنکہ بہرِ ذُلِ نفس
فرمایا خدمت یہ ہے کہ نفس کو ذلیل کرنے کیلئے

خویشتن سازی تو چوں عباسِ دبس
تو اپنے آپ کو عباس دبس کی طرح بنا لے

مدتے از اغنیا زر می ستاں
ایک مدت تک مالداروں سے روپے لے

پس بدرویشانِ مسکیں می رساں
پھر مسکین درویشوں کو پہنچا

خدمتت اینست تا یکچند گاہ
ایک وقت تک تیری یہی خدمت ہے

گفت[2] سمعاً طاعۃً اے جاں پناہ
عرض کیا، اے جاں پناہ! میں نے سنا، قبول کیا

بس سوال و بس جواب و ماجرا
بہت سے سوال، بہت سے جواب اور گفتگو

بُد میانِ زاہد و ربُّ الوریٰ
زاہد اور مخلوق کے رب کے درمیان ہوا

کہ زمین و آسماں پُر نور شد
کہ زمین اور آسمان نور سے بھر گئے

در مقالات آں ہمہ مذکور شد
مقالات میں وہ سب مذکور ہیں

لیک کوتہ کردم آں گفتار را
لیکن میں نے وہ گفتگو مختصر کردی

تا ننوشد ہر خسے اسرار را
تاکہ ہر کمینہ اسرار کو نہ سنے

[1] بانگ۔ چونکہ خدا تعالیٰ کو اس مرتبہ پر پہنچانا تھا جس میں دیدار جمال ہو تو غیبی آواز نے ان کو ہدایت کی کہ وہ شہر میں جائیں زنبیل گردانی کریں اور بھیک مانگیں۔ گفت۔ ان بزرگ نے سوال کیا کہ شہر میں جاکر کیا کروں تو جواب ملا اپنے آپ کو عباس دبس بنا لو۔۔۔ عباس دبس۔ یہ ایک بھکاری تھا جو طرح طرح کے حیلوں سے گداگری کرتا تھا کبھی مجمع کو رُلا دیتا تھا کبھی ہنسا دیتا تھا اور مختلف طریقوں سے بھیک مانگتا تھا "جامع الحکایات" میں اس کے قصے مذکور ہیں بعض لوگوں نے اس گداگر کا نام عباس دوس لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ دوس قبیلہ کا تھا۔

[2] گفت۔ ان بزرگ نے عرض کیا کہ اس حکم کو بجا لاؤں گا۔ کہ زمین۔ ان بزرگ اور اللہ تعالیٰ کی وہ باتیں ہوئیں جن سے آسمان اور زمین منور ہو گئے۔ مقالات۔ یہ کتاب کا نام ہے جس میں شیخ محمد سرزی کے قصے مذکور ہیں بعض لوگوں نے اس کو مولانا روم کی تصنیف قرار دیا ہے۔

شرح

غزنی میں ایک درویش تھے جو کہ علم یا عقل میں بہت بڑھے ہوئے تھے ان کا نام محمد تھا اور لقب سرازی۔ کیونکہ وہ ہر شام کو سراز یعنی انگور کے پتوں سے روزہ کھولتے تھے وہ سات سال سے حق سبحانہٗ کی طلب میں تھے اور انہوں نے حق سبحانہٗ کی طرف سے بہت کچھ عجائب و غرائب دیکھے تھے لیکن ان کی طرف انہوں التفات نہیں کیا کیونکہ ان کا مقصود جمال حق سبحانہٗ کا مشاہدہ تھا۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ وہ جان سے بیزار درویش پہاڑ پر چڑھے

اور جوش و غلبۂ عشق میں عرض کیا کہ اپنا جمال دکھلا دیجئے ورنہ میں نیچے گر کر اپنی جان دے دوں گا حکم ہوا کہ ابھی اس شرف کا وقت نہیں آیا۔ اگر گرو گے تو مرو گے نہیں اور ہم تمہیں نہ ماریں گے۔ عشق کا غلبہ تھا لہٰذا بیتاب ہو کر پہاڑ کے نیچے گر پڑے مگر وہ زمین پر نہ گرے بلکہ ایک پانی کے اندر جا پڑے اور اس طرح مرنے سے بچ گئے پس جبکہ وہ جان سے آزردہ درویش گر کر بھی نہ مرے تو ان کو موت کی جدائی کا صدمہ ہوا اور اپنی حالت پر خوب روئے کیونکہ ان کو یہ زندگی موت دکھائی دیتی تھی اور ان کے نزدیک معاملہ الٹا ہو گیا تھا۔ اسلئے وہ حق سبحانہٗ سے موت کی درخواست کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مر جانے ہی میں میری زندگی ہے انہوں نے موت کو یوں قبول کیا تھا جیسے اور لوگ زندگی کو قبول کرتے ہیں اور وہ موت پر عاشق ہو گئے تھے۔

حضرت علی کی طرح سیف و خنجر انکو ریحان معلوم ہوتے تھے اور نرگس و نسرین ان کے دشمن جانتے تھے یہ واقعہ بھی ہو چکا اسکے بعد انکو آواز آئی کہ جنگل سے شہر کی طرف جاؤ۔ یہ آواز عجیب تھی کہ نہ آہستہ تھی اور نہ زور سے۔ کیونکہ یہ صفات حروف و صوت کے ہیں، اور آواز حق سبحانہٗ حرف و صوت سے منزہ ہے۔

اس پر انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے تمام اسرار کے جاننے والے خدا! مجھے حکم دیجئے کہ میں شہر میں جا کر کیا کام کروں حکم ہوا کہ ذلت نفس کے لیے تم اپنے کو عباس کی طرح گداگر بنالو۔ تمہارا یہی کام ہے اور کچھ نہیں۔ تم ایک وقت معین تک امراء سے مال لے کر فقراء کو دو۔ کچھ دنوں تک تمہارا یہی کام ہے انہوں نے عرض کیا کہ میں نے سن لیا اور میں تعمیل کروں گا۔ حق سبحانہٗ اور اُن درویش کے درمیان اور بھی بہت سے سوال و جواب اور بہت کچھ گفت و شنید ہوئی۔ جن سے زمین و آسمان نور سے بھر گئے وہ سب کتاب مقالات یا مقامات شیخ سرزنری میں مذکور ہے۔ مگر میں نے اس گفتگو کو مختصر کر دیا تاکہ ہر نا اہل اسرار پر مطلع نہ ہو۔ (فائدہ: یہ گفتگو الہامی تھی)

آمدنِ شیخ بعد از چندیں سال از بیابان بشہرِ غزنین

شیخ کا بہت سے سالوں کے بعد جنگل سے غزنی میں آنا اور غیبی اشارے سے

و زنبیل گردانیدن باشارتِ غیبی و تفرقہ کردن آنچہ

جھولی گھمانا اور جو کچھ جمع ہوتا اُس کو فقرا میں

جمع آمدہ بر فقرا ۵

تقسیم کر دینا

ہر کرا جاں زعزِ لبیک ست | **نامہ بر نامہ پیک بر پیک ست**
جس شخص کی جان لبیک کی عزت سے وابستہ ہے | اُس کیلئے خط پر خط و قاصد پر قاصد ہے

رُدِ۱ شہر آور دآں فرماں پذیر | **شہرِ غزنیں گشت از رُویش مُنیر**
اُس حکم ماننے والے نے شہر کا رُخ کیا | غزنی شہر اُن کے چہرے سے منور ہو گیا

از فرح خلقے باستقبال رفت | **اُو درآمد از رہِ دُزدیدہ تفت**
مخلوق خوشی سے استقبال کیلئے روانہ ہوئی | وہ جلدی چور راستہ سے اندر آ گئے

جملہ اعیان و مہاں برخاستند | **قصرہا از بہرِ اُو آراستند**
سب بڑے اور سردار کھڑے ہو گئے | اُن کی وجہ سے مکانات کو آراستہ کیا

گفت۲ من از خود نمائی نامدم | **جز بخواری و گدائی نامدم**
اُنھوں نے کہا میں خود نمائی کے لئے نہیں آیا ہوں | ذلت اور بھکاری پن کے سوا کے لئے نہیں آیا ہوں

نیستم در عزمِ قال و قیلِ من | **دَربدر گردم بکف زنبیلِ من**
میں بات چیت کے ارادہ میں نہیں ہوں | میں ہاتھ میں جھولی لے کر دربدر گھوموں گا

بندہ فرمانم کہ اَمر ست از خدا | **کہ گدا باشم گدا باشم گدا**
میں حکم کا غلام ہوں، کیونکہ خدا کا حکم ہے | میں بھکاری بنوں، میں بھکاری بنوں، بھکاری

در گدائی لفظ نادر نا ورم | **جز طریقِ خس گدایاں نسپرم**
میں بھکاری پن میں نیا لفظ نہ لاؤں گا | کمینہ فقیروں کے سوا طریقہ نہ اختیار کروں گا

تا شوم غرقِ مذلت من تمام | **تا سقطہا بشنوم از خاص و عام**
تاکہ میں پوری طرح ذلت میں ڈوب جاؤں | تاکہ خاص و عام سے برا بھلا سنوں

اَمرِ۳ حق جانست من آں را تبع | **اُو طمع فرمود ذلِّ من قنع**
خدا کا حکم جان ہے، میں اُس کے تابع ہوں | اُس نے لالچ کا حکم دیا اور جس نے قناعت کی ذلیل ہوا

چوں طمع خواہد زمن سلطانِ دیں | **خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں**
جبکہ دین کا شاہ مجھ سے طمع چاہتا ہے | اس کے بعد قناعت کے سر پر دھول

---

۵ زنبیل گردانیدن۔ مجھے قونیہ میں معلوم ہوا تھا کہ مولوی فرقہ میں یہ ریاضت اب بھی باقی ہے ان کا شیخ کسی کو اپنے حلقہ میں جب داخل کرتا ہے تو مختلف ریاضتیں کرا لیتا ہے اور اُس میں یہ ریاضت بھی داخل ہے کہ اُس مرید کو چالیس روز گداگری کرنی پڑتی ہے

۱ رُد شہر۔ ابن غیبی اشارے کے بعد محو سرزری غزنی میں پہنچے لوگوں نے انکے استقبال کے لئے شہر کو سجایا لیکن وہ بغیر اطلاع خفیہ راستے سے شہر میں داخل ہو گئے اور اپنے لئے اس اعزاز کو پسند نہ کیا۔

۲ گفت۔ خفیہ طور پر غزنی میں پہنچنے کے بعد اُنھوں نے لوگوں سے کہا میں غزنی میں خود نمائی کے لئے نہیں آیا ہوں میں تو اپنے آپ کو ذلیل کرنے اور بھیک مانگنے کے لئے آیا ہوں۔ زنبیل۔ کاسۂ گدائی، کشکول۔ دَر گدائی۔ بھیک بھی عام فقیروں کی طرح مانگوں گا تاکہ اچھی طرح ذلیل ہوں اور لوگوں سے برا بھلا سنوں۔

۳ اَمرِ حق۔ خدا جب لالچ اور طمع کا حکم دے تو پھر قناعت ذلت ہے اور ذلت میں عزت ہے۔ تو ذلت جب خدا کسی سے ذلت کا طالب ہو تو طالب خدا عزت کو پسند نہیں کر سکتا ہے۔ بیت۔ یعنی میں خبیس (جس جیسی کمینہ) گنا بھکاری بنوں گا لبتہ فقیروں کی صدا ہوتی ہے اگر توفیق ہے تو کچھ خدا کے لئے دو۔

اُو مذلت خواست کے عزت تنم
اُس نے ذلت چاہی میں کب عزت کے درپے ہونگا!

اُو گدائی خواست کے میری کنم
اُس نے بھکاری پن چاہا، میں کب امیری کروں گا؟

بعد ازیں گدیہ و مذلت جانِ من
اِس کے بعد بھیک اور ذلت میری جان ہے

بیست عباس اندر انبانِ من
میری جھولی میں بیس عباسی ہیں

شیخ برگشت وزنبیلے بدست
شیخ گھومتے تھے اور جھولی ہاتھ میں

شئی للہ خواجہ توفیقیت ہست
اے خواجہ ہاں اگر تجھے کچھ توفیق ہے تو کچھ دے

برتر از کرسی و عرش اسرارِ او
ان کے باطنی احوال کرسی و عرش سے برتر تھے

شیئًا للہ شیئًا للہ کارِ او
کچھ خدا کے لئے، کچھ خدا کیلئے اُن کا کام تھا

انبیا ہر یک ہمیں فن میزنند
ہر ایک نبی اسی طرح نعرہ لگاتا ہے

خلق مفلس گدیہ ایشاں میکنند
مخلوق مفلس ہے، اُن سے بھیک مانگتے ہیں

اَقرِضُوا اللہ اَقرِضُوا اللہ میزنند
اللہ کو قرض دو، اللہ کو قرض دو، کہتے ہیں

باژگوں بر اُنصُرُوا اللہ می تنند
اُلٹا اللہ کی مدد کرو پر عمل کرتے ہیں

در بدر ایں شیخ می آرد نیاز
یہ شیخ در بدر، عاجزی کرتے ہیں

بر فلک صد در برائے شیخ باز
شیخ کیلئے آسمان پر سینکڑوں دروازے کھلے ہوئے ہیں

آں گدائی کہ بجد میکرد او
وہ بھکاری پن جو وہ کوشش سے کر رہے تھے

بہرِ یزداں بود نے بہرِ گلو
خدا کے لئے تھا نہ کہ حلق کے لئے

ور بکردے نیز از بہرِ گلو
اگر وہ حلق کے لئے بھی کرتے

آں گلو از نورِ حق دارد غلو
وہ حلق خدا کے لئے نور سے پُر تھا

در حقِ اُو خوردِ نان و شہد و شیر
اُن کیلئے روٹی اور شہد اور دودھ کی خوراک

بہ ز چلہ و ز سہ روزہ صد فقیر
سینکڑوں فقیروں کے چلہ اور سہ روزہ سے بہتر تھی

نور مینوشد مگو ناں می خورد
نور پی رہے ہیں، مت کہو روٹی کھا رہا ہے

لالہ میکارد بصورت می چرد
لالہ بو رہے ہیں بظاہر چر رہے ہیں

چوں شرارے کو خورد روغن ز شمع
جیسا کہ وہ آگ جو شمع کا روغن کھا رہی ہے

نور افزاید ز خوردش بہرِ جمع
اُس کے کھانے سے لوگوں کیلئے نور بڑھتا ہے

نان خورے را گفت حق لَا تُسْرِفُوا
اللہ (تعالیٰ) نے روٹی کھانیوالے کیلئے فرمایا اسراف نہ کر

نور خوردن را نگفت ست اِکْتَفُوا
نور کھانے کے لئے، بس کرو، نہیں فرمایا

ایں گلوئے ابتلا بُد ویں گلو
یہ حلق آزمائش تھا اور یہ حلق

فارغ از اسراف و ایمن از غلو
اسراف سے بے نیاز ہے اور غلو سے محفوظ ہے

اور جس قدر چاہیں کھائیں۔ ایں گلو۔ عام انسان کا حلق اُس کے لئے ابتلا کا سبب ہے اُس شیخ کا کھانا

ف۱ برتر۔ شیخ کا مقام عرش و کرسی سے بلند تھا لیکن انھوں نے بھکاری پن اختیار کر لیا۔ انبیا۔ انبیا کا بھی طریق کار یہی ہے کہ باوجود ہر قسم کے غنیٰ کے مفلس مخلوق سے بھیک مانگتے ہیں۔ اقرضوا۔ انبیا کہتے ہیں کہ خدا کو قرض دو اور اللہ کی مدد کرو حالانکہ مخلوق خود قرض اور مدد کی محتاج ہے۔ دربدر۔ شیخ در بدر مارے پھرتے تھے حالانکہ آسمان کے سینکڑوں دروازے اُن کے لئے کھلے ہوئے تھے۔

ف۲ آں گدائی۔ شیخ کا یہ بھکاری پن اپنے لئے نہ تھا خدا کے حکم کے مطابق تھا اور اگر وہ اپنے لئے بھی کرتے تو وہ اُس مقام پر پہنچ چکے تھے کہ اُن کا کھانا پینا اُن کے لئے نور بنیا تھا اور اُن کے لئے دنیا کی لذتیں دوسرے سالکوں کے مجاہدوں سے بہتر تھیں۔ سہ روزہ۔ تین دن کا صوم وصال۔ نور۔ ایسے بزرگ کھانا کھاتے ہیں تو وہ نور بن جاتا ہے۔

ف۳ چوں۔ بزرگ کے لئے دنیا کی لذتیں بھی دوسروں کے لئے باعث افادہ بنتی ہیں جس طرح آگ موم بتی کو کھاتی ہے تو دوسروں کو نور حاصل ہوتا ہے۔ نان خورے۔ جن کی غذائیں محض بدنی ہیں ان کے لئے قرآن کا حکم ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو لیکن جن کی غذا نور بنتی ہے اُنکو اِکْتَفُوْا یعنی کفایت کرو کا حکم نہیں ہے وہ جو چاہیں

امر و فرماں بود نے حرص و طمع
حکم اور فرمان تھا نہ کہ لالچ اور طمع
آنچناں جان حرص را نبود تبع
ایسی جان حرص کے تابع نہیں ہوتی ہے

گر بگوید کیمیا مس را بدہ
اگر کیمیا تانبے سے کہے کہ دے
تو یمن خود را کہ مع نبود فرہ
تو اپنے آپ کو مجھے (تو یہ) زیادتی اور لالچ نہ ہوگا

آں گدائی کہ بجد میکرد او
وہ بھکاری پن جو وہ کوشش سے کر رہے تھے
بود از آثار حکمتہائے ہو
وہ اللہ کی حکمتوں کا نتیجہ تھا

گنجہائے خاک تا ہفتم طبق
زمین کے خزانے ساتوں طبقہ تک
عرضہ کردہ بود پیش شیخ حق
اللہ تعالیٰ نے شیخ کے سامنے پیش کر دیئے تھے

شیخ گفتا خالقا من عاشقم
شیخ نے کہا اے خالق! میں تو عاشق ہوں
ور بجویم غیر تو من فاسقم
اگر میں تیرے غیر کی جستجو کروں تو میں فاسق ہوں

ہشت جنت گر در آرم در نظر
اگر میں آٹھوں جنتوں کو نظر میں لاؤں
ور کنم خدمت من از خوف سقر
اگر میں دوزخ کے ڈر سے عبادت کروں

مومنے باشم سلامت جوئے من
میں سلامتی کا طالب ہوں ایک مومن بنوں گا
زانکہ ایں ہر دو بود حظ بدن
کیونکہ یہ دونوں چیزیں بدن کا حصہ ہیں

عاشقے کز عشق یزداں خورد قوت
وہ عاشق جس نے خدا کے عشق کی روزی کھالی
صد بدن پیشش نیرزد ترہ توت
اس کے آگے سینکڑوں بدن شہتوت کے پتے کی قیمت نہیں رکھتے ہیں

ویں بدن کہ دارد آں شیخ فطن
وہ سمجھدار شیخ جو یہ بدن رکھتے ہیں
چیز دیگر گشت کم خوانش بدن
وہ دوسری چیز ہو گیا اس کو بدن نہ کہہ

عاشق عشق خدا وانگاہ مزد
عشق خدا کا عاشق اور پھر مزدوری
جبرئیل مؤتمن آنگاہ دزد
امانتدار جبرئیل اور پھر چور

عاشق آں لیلی کور و کبود
اندھی، نیلی، لیلیٰ کا عاشق
ملک عالم پیش او یک ترہ بود
دنیا کی سلطنت اس کے سامنے ایک پتہ تھی

پیش او یکساں شدہ بد خاک و زر
اس کے لئے مٹی اور سونا یکساں ہو گیا تھا
زر چہ باشد کہ نہ بد جاں را خطر
سونا کیا ہوتا ہے اس کو جان کا خطرہ نہ تھا

شیر و گرگ و دد ازو واقف شدہ
شیر اور بھیڑیا اور درندہ اس سے واقف ہو گیا تھا
ہمچو خویشاں گرد او گرد آمدہ
اپنوں کی طرح اس کے چاروں طرف جمع ہو گئے تھے

کایں شدست از خوئے حیواں پاک پاک
کہ یہ حیوان کی خصلت سے بہت پاک ہو گیا ہے
پر ز عشق و لحم و شحمش زہرناک
عشق اور زہریلے گوشت اور چربی سے پر ہے

ف۱ گر گوید. ... کو کھائے تو اس میں تانبے ہی کا فائدہ ہے۔ آں گدائی. شیخ جو بھیک مانگ رہے تھے اس میں خدائی حکمتیں پنہاں تھیں۔ گنجہائے. خدا نے شیخ کے سامنے زمین کے سارے خزانے پیش کر دیئے تھے، لیکن شیخ نے عرض کر دیا تھا کہ اگر میں زر کا طالب بنوں تو عاشق نہیں بلکہ فاسق ہوں۔ ہشت. اگر کوئی جنت کے شوق یا دوزخ کے ڈر سے عبادت کرتا ہے تو وہ مومن تو ہے عاشق نہیں ہے کیونکہ دوزخ اور جنت کا تعلق بدن سے ہے۔

ف۲ عاشقے. جس عاشق نے خدا کے عشق کی روزی کھالی اس کے لئے بدن ہیچ ہو جاتا ہے اور جنت دوزخ کا تعلق بدن سے ہے لہٰذا وہ جنت کی تمنا کرتا ہے اور اس سے دوزخ کا خوف عبادت کراتا ہے۔ ویں بدن. شیخ کا بدن، بدن تو تھا لیکن اس میں جسمانی صفات نہ تھے۔ عاشق. عشق مزدوری نہیں چاہتا ہے جنت اور دوزخ عبادت کی مزدوری ہے جس طرح جبرئیل امین سے چوری کا تصور نہیں ہو سکتا اسی طرح عاشق سے مزدوری کی خواہش کا تصور غلط ہے۔

ف۳ عاشق. عاشق خدا تو بڑی چیز ہے لیلیٰ کے عاشق کے لئے بھی دنیا کی سلطنت ہیچ تھی مجنوں کے نزدیک سونے اور مٹی میں فرق نہ تھا نہ اس کو جان کا خطرہ تھا۔

زہر دد باشد شکر ریزِ خرد — زانکہ نیکِ نیک باشد ضدِ بد
عقل کا شکر کا بکھاو، درندہ کا زہر ہوتا ہے — کیونکہ اچھا نیک، بد کی ضد ہوتا ہے

لحمِ عاشق را نیارد خورد دد — عشق معروفست پیشِ نیک و بد
درندہ، عاشق کا گوشت نہیں کھا سکتا — ہر نیک و بد کے لئے عشق پہچانی ہوئی چیز ہے

ور خورد فی المثل دام و ددش — لحمِ عاشق زہر گردد بکشدش
بالفرض اگر اس کو جانور اور درندہ کھالے — عاشق کا گوشت زہر بن جائے، اسکو ہلاک کردے

ہرچہ جز عشق ست شد ماکولِ عشق — دو جہاں یکدانہ پیشِ نولِ عشق
جو عشق کے سوا ہے، وہ عشق کی غذا ہے — عشق کی چونچ کے لئے دونوں جہان ایک دانہ ہیں

دانہ مر مرغ را ہرگز خورد — کاہداں مر اسپ را ہرگز چرد
دانہ مرغ کو کبھی کھاتا ہے! — آخور کبھی گھوڑے کو کھاتا ہے!

بندگی کن تا شوی عاشق لعل — بندگی کسب ست آید در عمل
عبادت کر، تا کہ شاید عاشق بن جائے — عبادت کسب ہے، عمل میں آجاتی ہے

بندہ آزادی طمع دارد ز جد — عاشق آزادی نخواہد تا ابد
بندہ قسمت سے آزادی کا لالچ رکھتا ہے — عاشق کبھی آزادی نہیں چاہتا

بندہ دائم خلعت و ادرار جوست — خلعتِ عاشق ہمہ دیدار اوست
بندہ ہمیشہ خلعت اور انعام کا جویاں ہے — عاشق کی سب خلعت اس کا دیدار ہے

در نگنجد عشق در گفت و شنید — عشق دریاییست قعرش ناپدید
عشق کہنے اور سننے میں نہیں سماتا — عشق وہ دریا ہے جس کی گہرائی معلوم نہیں ہے

قطرہ ہائے بحر را نتواں شمرد — ہفت دریا پیشِ آں بحر ست خرد
سمندر کے قطروں کو شمار نہیں کیا جا سکتا — اس سمندر کے سامنے ساتوں دریا چھوٹے ہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے فلاں — باز رو در قصۂ شیخِ زماں
اے فلاں! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — شیخِ زمانہ کے قصہ کی طرف واپس چل

در معنیِ لَولاکَ لَمَا خَلَقتُ الاَفلاک
اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا کے معنی

شد چنیں شیخے گدائے کو بکو — عشق آمد لاابالی اتقوا
ایسے شیخ گلی گلی کے بھکاری بن گئے — عشق، لاپروا ہے

عشق جوشد بحر را مانندِ دیگ — عشق ساید کوہ را مانندِ ریگ
عشق، سمندر کو دیگ کی طرح کھولا دیتا ہے — عشق پہاڑ کو ریت کی طرح پیس دیتا ہے

---

۵۱ کاتی۔ مجنوں میں حیوانی صفات ختم ہو گئی تھیں اور ملکوتیت پیدا ہو گئی تھی اس کا گوشت و پوست عشق سے زہرناک ہو گیا تھا۔ زہر عشق عقل کے لئے شکر کا بکھاو ہے اور درندوں کے لئے زہر۔ شکر ریز۔ وہ شکر جو دلہن پر بکھیر دی جاتی تھی۔ لحم عاشق۔ عاشق کا گوشت عشق سے زہریلا ہو جاتا ہے اگر درندہ اس کو کھالے تو مر جاتا ہے۔ ہرچہ۔ ہر چیز عشق کی خوراک ہے۔ دو جہان اس کے لئے ایک دانہ ہے دانہ پرندہ کو نہیں کھاتا پرندہ دانہ کو کھاتا ہے۔

۵۲ کاہداں۔ گھوڑا آخور کی گھاس کھاتا ہے آخور گھوڑے کو نہیں کھاتا۔ بندگی۔ عبادت کسبی چیز ہے عمل میں آسکتی ہے عشق محض عطاءِ خداوندی ہے۔ بندہ۔ عبادت گزار آزادی چاہتا ہے، عاشق گرفتاری چاہتا ہے، عبادت گزار انعام کا خواہاں ہے عاشق صرف دیدار کا طالب ہے۔

۵۳ در نگنجد۔ عشق کی حقیقت ناقابلِ بیان ہے وہ دریائے ناپیدا کنار ہے۔ قطرہ سمندر کے قطرے شمار کرنا ناممکن ہے دریائے عشق تو وہ دریا ہے کہ اسکے بالمقابل دنیا کے سات سمندر ایک چھوٹا سمندر ہیں۔ تو اس کی باتیں کس طرح بیان ہو سکتی ہیں۔ شیخ زماں۔ شیخ محمد سرزری

عشق بشگافد فلک را صد شگاف[1] | عشق لرزاند زمیں را از گزاف

عشق آسمان میں سو شگاف ڈال دیتا ہے | عشق زمین کو آسانی سے لرزا دیتا ہے

با محمدؐ[2] بُود عشقِ پاک جُفت | بہرِ عشق اُو را خدا لولاک گفت

پاک عشق محمدؐ کا ساتھی تھا | عشق کی وجہ سے خدا نے آپؐ کے بارے میں لولاک فرمایا

منتہی در عشق چوں اُو بُود فرد | پس مر اُو را ز انبیاء تخصیص کرد

عشق میں چونکہ وہ منتہی اور یکتا تھے | تو انبیاء میں سے اُن کو مخصوص کر لیا

گر نبودے بہرِ عشقِ پاک را | کے وجودے دادمے افلاک را

اگر آپ پاک عشق کے لئے نہ ہوتے | تو میں آسمانوں کو وجود کب عطا کرتا!

مَن بداں اَفراشتم چرخِ سَنی | تا عُلوِّ عشق را فہمی کُنی

میں نے اونچے آسمان کو اسی لئے بلند کیا | تاکہ آپ عشق کی بلندیوں کو سمجھ لیں

منفعتہائی دگر آید ز چرخ | آں چو بیضہ تابع آید ایں چو فرخ

آسمان کے دوسرے فوائد (بھی) ہیں | وہ انڈے کی طرح تابع ہیں، یہ مرغی کے بچہ کی طرح ہے

خاک[3] را مَن خار کردم یکسری | تا ز ذُلِّ عاشقاں بوئی بَری

میں نے مٹی کو بالکل مٹی بنا یا | تاکہ آپ عاشقوں کی ذلت کا پتہ لگالیں

خاک را دادیم سبزی و نَوی | تا ز تبدیلِ فقیر آگہ شوی

مٹی کو ہم نے تازگی اور سبزی بخشی | تاکہ آپ فقیر کی تبدیلی سے آگاہ ہو جائیں!

با تو گویند ایں جبالِ راسیات | وصفِ حالِ عاشقاں اندر ثبات

یہ جمے ہوئے پہاڑ آپ کو بتاتے ہیں | عاشقوں کی حالت جماؤ میں

گرچہ آں معنیست و ایں نقش اے پسر | تا بفہمِ تو کُند نزدیک تر

اے بیٹا: اگرچہ وہ معنی ہیں اور یہ صورت ہے | تاکہ (یہ تشبیہ) تیری سمجھ کے زیادہ قریب کر دے

غُصہ[4] را با خار تشبیہے کُنند | آں نباشد لیک تنبیہے کُنند

غصہ کو کانٹے سے تشبیہ دیتے ہیں | وہ وہ نہیں ہوتا لیکن تنبیہ کرتے ہیں

آں دلِ قاسی کہ سنگیں خوانند | نامناسب بُد مثالے راندند

وہ سخت دل جس کو پتھر کا کہتے ہیں | مناسب نہیں ہے، ایک مثال دیتے ہیں

در تصوُّر در نیاید عینِ آں | عیب بر تصویر نہ تفتیش مداں

اگر وہ بعینہٖ تصور میں نہ آئے | اس مثال پر عیب لگا اُس کا انکار نہ کر

---

[1] شگاف۔ اس قدر بزرگ شیخ اور عشق اس سے گداگری کرا رہا ہے عشق لاابالی جو چاہے کراتا ہے اس سے ڈرتے رہو۔ عشق۔ عشق کے کارنامے یہ ہیں کہ وہ سمندر کو دیگ کی طرح اُبال دیتا ہے پہاڑ کو ریت کی طرح پیس دیتا ہے عشق آسمان میں شگاف کر دیتا ہے زمین کو لرزا دیتا ہے۔

[2] با محمدؐ۔ عشق کی عظمت یہ بھی ہے کہ وہ آنحضورؐ کو لگا تو خدا نے اُنکے بارے میں فرمایا کہ اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا۔ تمام انبیاء میں بھی عشق تھا لیکن آنحضورؐ میں درجۂ اتم تھا۔ من بداں۔ آسمان کی بلندی عشق کی بلندی سمجھانے کے لئے ہے۔۔۔ منفعتہای۔ آسمان کی بلندی میں اصل منفعت یہی ہے منفعتوں کی مثال انڈے کی اور اس منفعت کی مثال چوزے کی سی ہے، جو اصل ہے۔

[3] خاک۔ زمین اور مٹی پیدا کرنے کی منفعت یہ ہے کہ عاشقوں کی ذلت کو اس سے سمجھو۔ خاک زمین خشک ہوتی ہے پھر اس میں سبزہ زار اُگ جاتا ہے اس سے عاشقوں کی تبدیلی کو سمجھو۔ با تو۔ پہاڑوں کا جماؤ عاشقوں کا جماؤ سمجھانے کے

شرح

خیر تو جب اُن کو گداگری کا حکم ہوا تو وہ مطیع فرمانِ درویش متوجہ شہر ہوئے اور شہر غزنی ان کے روئے منور سے منور ہوا لوگ تو خوش خوش ان کے استقبال کو گئے مگر وہ خفیہ راستے سے شہر میں آپہنچے اس کے بعد تمام امراء ان کی خدمت پر کمر بستہ ہوئے اور محلات ان کے لیے سجائے مگر انہوں نے کہا کہ میں خود نمائی کی غرض سے نہیں آیا بلکہ میں تو صرف گداگری کے لیے آیا ہوں اور میرا عزم لوگوں کو تعلیم و تلقین کا نہیں ہے بلکہ میں ہاتھ میں جھولے لیے ہوئے در بدر پھروں گا۔ کیونکہ مجھے حق سبحانہٗ کا یہ حکم ہے کہ میں فقیر بنوں میں اس کا مطیع ہوں پس سے میں فقیر ہی بنوں گا اور فقیری مجھے مہذب طریق سے نہ کروں گا اور سوال میں شاندار الفاظ استعمال نہ کروں گا۔ بلکہ معمولی فقیر بنوں گا اور ذلیل فقیروں کی روش کے سوا اور کوئی روش اختیار نہ کروں گا۔ تاکہ میں سر سے پاؤں تک ذلت میں ڈوب جاؤں اور تاکہ میں ہر خاص و عام سے سخت سست سنوں گا خدا کا حکم جان کے برابر ہے اور میں اس کا متبع ہوں پس سے چونکہ اس نے طمع کا حکم دیا ہے لہٰذا میں طامع اور گداگر بنوں گا کیونکہ ایسی حالت میں جو قناعت و ترک گداگری کرے وہ ارتکاب معصیت کے سبب ذلیل ہے جبکہ خدا خود مجھ سے طمع اور گداگری چاہتا ہے تو قناعت کے سر پر خاک جب وہ ذلت چاہتا ہے تو میں کب عزت کے درپے ہوں گا اور جب وہ گداگری چاہتا ہے تو میں کب رئیس بنوں گا۔ میں تو ایسے دھڑلے کی گداگری کروں گا کہ اس گداگری اور ذلت جان کے بعد بیس ۲۰ عباس میرے قبیلے میں ہوں گے۔

الغرض! انہوں نے گداگری اختیار کی اور جھولے ہاتھ میں لئے پھرتے تھے اور کہتے تھے " جناب کچھ توفیق ہے اچھا خدا کے لیے کچھ دیجئے حالت تو انکی یہ تھی کہ ان کے اسرار عرش و کرسی سے بالاتر تھی اور کام ان کا یہ کہ خدا کے لیے کچھ دو۔ خدا واسطے کچھ دو۔ کیوں اسلئے کہ وہ انبیاء کے قدم پر تھے اور انبیاء بھی یہی کام کرتے ہیں اور مخلوق خود مفلس ہے مگر وہ اس سے مانگتے ہیں اور کبھی اقرضوا اللہ اقرضوا اللہ

کے نعرہ لگاتے ہیں اور کبھی انصروا اللہ کہتے ہیں جو کہ اُلٹی ... بات ہے کیونکہ خدا تو خود سب کی مدد کرتا ہے اسکو مدد کی کیا حاجت ہے اور جو خود محتاج مدد ہیں اُس کی کیا مدد کر سکتے ہیں مگر یہ حق سبحانہٗ کی عنایت ہے کہ اُن کی خود اپنی مدد کو حق سبحانہٗ نے اپنی مدد قرار دیا ہے اور خود ان کے اپنے لیے خرچ کرنے کو خدا کا قرض دینا ٹھہرایا ہے۔

خیر یہ درویش در بدر گداگری کرتے ہیں حالانکہ آسمان پر سو دروازہ ان کے لیے کھُلے ہوئے ہیں پھر وہ ایسا کیوں کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انکو خدا کا حکم ہے اور خدا کے لیے وہ گداگری کرتے ہیں نہ کہ خود اپنے کھانے کے لیے۔ لیکن اگر بالفرض وہ اپنے ہی کھانے کے لیے کرتے تب بھی کوئی بری بات نہیں کیونکہ ان کا حلق نورِ حق سے لبریز ہے اسلئے ان کے لئے کھانا برا نہیں ہے بلکہ ان کے حق میں روٹی، شہد، دودھ وغیرہ سینکڑوں فقیروں کے چلّہ اور صیامِ ایامِ بیض سے بڑھ کر ہے کیونکہ وہ روٹی نہیں کھاتے بلکہ نور کھاتے ہیں اور گو بظاہر چرتے ہیں مگر فی الحقیقت لالہ کاری ب. کرتے اور روح میں صفات حمیدہ بڑھاتے ہیں ان کے کھانے کی ایسی مثال ہے جیسے شعلۂ چراغ تیل پیتا ہے مگر اس کھانے سے لوگوں کے لیے نور بڑھتا ہے جب یہ حالت ہے تو ان کے لیے زیادہ کھانے کی ممانعت نہیں ہے اسلئے کہ حق سبحانہٗ نے روٹی کھانے کے لئے لَا تُسْرِفُوْا کہا ہے نور کھانے کو نہیں کہا کہ بس کرو۔ روٹی کھانے والا حلق زیرِ امتحان ہے اسکو ضرورت ہے اسراف سے ممانعت کی۔ اور نور کھانے والا حلق اس مرتبہ کو طے کر گیا ہے اور اسلئے وہ اسراف اور غلو سے بے تعلق ہو گیا ہے۔ اب نہ وہاں اسراف ہے اور نہ حد سے تجاوز۔ لہٰذا اسراف کی ممانعت بھی نہیں ہے (فائدہ: ابن گلوی ابتلا ربد الخ سے کسی کو شبہ نہ ہونا چاہیئے کہ اہل اللہ حدِ تکلیف سے خارج ہو جاتے ہیں اور مکلف نہیں رہتے بلکہ تحقیق اسکی یہ ہے کہ اوامرِ الٰہیہ مقید بقیود۔ اور مبنی بر مصالح خاصہ ہوتے ہیں اسلئے وہ اپنے مواقع کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں نہ کہ عام مثلاً حکم ہے کہ زکوٰۃ دو مگر یہ مقید ہے اس قید کے

ساتھ کہ مال نامی ہو حوائج ضروریہ سے فارغ ہو، حولانِ حول ہوچکا ہو۔ پس جہاں یہ قید پائی جائے گی وہیں یہ حکم بھی ہوگا اور جہاں یہ قید نہ پائی جائے گی وہاں یہ حکم نہ ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس امر لاتسرفوا مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ غذا موجب تقویت نفس ہو۔ پس جہاں غذا موجب تقویت دفع ہوگی وہاں کثرت اکل کی ممانعت نہ ہوگی اسلئے جو لوگ اس حکم کے مخاطب ہوں گے وہ اس حکم کے لحاظ سے زیر امتحان ہوں گے اور جو لوگ مخاطب نہ ہوں گے وہ فارغ از امتحان ہوں گے پس شعر مذکور میں اہل اللہ سے امتحان خاص کی نفی کی گئی ہے نہ کہ امتحان عام کی لیکن یہ امر بھی واضح رہے کہ اہل اللہ کا نفس گو نہایت مضمحل ہوجاتا ہے مگر بالکل مردہ نہیں ہوجاتا ـــــ دلیل اسکی خود مولانا کا ارشاد یک قدم زو آدم اندر ذوق نفس الخ۔ اور حق سبحانہٗ کا ارشاد حکایت عن یوسف علیہ السلام مَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ ہے اسلئے یہ حکم مبنی بر اغلب احوال ہوگا نہ کہ کلی۔ پس ثابت ہوا کہ کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔ بحالت صحت عقل مرفوع القلم اور مطلق العنان نہیں ہوسکتا ـــــ اس مقام پر یہ بھی بتلادینا ضروری ہے کہ گو احکام شرعیہ مقید بقیود و شروط بشرائط خاصہ ہوتے ہیں۔ مگر ہر کسی کو اس کی گنجائش نہیں ہے کہ اپنے عقل سے مقید کرے۔ بلکہ یہ کام یا خود شارع کرسکتا ہے یا وہ لوگ جو رمز شناس مثلاً مجتہدین وغیرہ ہیں۔ واللہ اعلم)

غرضکہ وہ گداگری بحکم و فرمان الٰہی تھی نہ کہ حرص و طمع سے کیونکہ یہ مقدس لوگ تابع حرص نہیں ہوتے۔ نیز یہ گداگری خود ان لوگوں کی منفعت کے لیے تھی اسلئے بھی حرص نہ تھی۔ مثلاً کیمیا تانبے سے کہے کہ تو اپنے کو مجھے دیدے تو یہ حرص نہ ہوگی۔ بلکہ خود کیمیا کا احسان ہوگا۔ پس ان وجوہ سے یہ گداگری ممنوع اور قبیح نہ تھی اور جو گداگری وہ کرتے تھے وہ حکمت الٰہیہ کے آثار نامتناہیہ کا ایک اثر تھی نہ کہ عام گداگری وہ عام گداگری کیسے کرسکتے تھے کہ حق سبحانہٗ نے ساتوں زمینوں کے خزانے ان کے سامنے پیش کئے تھے۔ مگر شیخ نے کہا کہ اے اللہ! میں تو عاشق ہوں میں خزانے کیا کروں گا۔ اگر میں تیرے سوا اور کا طالب ہوں تو عاشق

کا ہے کو ہوں گا۔ میں تو نفس پرست عاشق ہوں گا اور اگر میں طاعت میں آٹھوں
جنتوں کو پیش نظر رکھوں یا خوف دوزخ سے عبادت کروں تو اس وقت میں عامی
مومن اور سلامتی کا طالب ہوں گا۔ کیونکہ ان دونوں کا تعلق جسم سے ہے نہ کہ روح سے
پس اس وقت میں اپنے جسم کو مضرت سے بچانے والا اور اسکو نفع پہنچانے والا
ہوگا جو کہ عامۂ مومنین کے شان ہے نہ کی عاشق کی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ جو عاشق غذائے عشق خداوندی کھاتا ہے اسکے
سامنے ایک جسم کیا، سو جسم توت کے پتے کے برابر بھی نہیں ہوتے پھر وہ بدن کی
کیا فکر کرتا۔ شاید کوئی کہے کہ بزرگ کھاتے تھے پیتے تھے اسکو گرمی سردی سے
بچاتے تھے وغیرہ وغیرہ اور عاشق الٰہی بھی تھے ——— پھر کیسے کہا جاتا
ہے کہ عشاق الٰہی کو بدنوں کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہوتی اسلئے اس کا جواب دیا جاتا ہے

اور کہا جاتا ہے کہ جو بدن شیخ کو حاصل ہے وہ بدن نہیں رہا۔ بلکہ کچھ اور بھی ہوگیا ہے تم
اسے بدن نہ کہو کیونکہ وہ روح ہوگیا ہے (فائدہ: تفصیل اسکی یہ ہے کہ جسم میں ذاتی
دو قسم کی صفات ہیں ذمیمہ وغیر ذمیمہ۔ مثلاً حرص کینہ وغیرہ صفات ذمیمہ ہیں۔ لون تحیز
وتشکل وغیرہ غیر ذمیمہ ہیں۔ علیٰ ہذا روح میں بھی دو قسم کے اوصاف ہیں حمیدہ وغیر حمیدہ
صبر قناعت وغیرہ صفات حمیدہ ہیں۔ جوہریت لطافت، بدنیت وغیرہ غیر حمیدہ
پس ارباب تصوف جب روح اور جسم کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے صفات حمیدہ
وذمیمہ کے لحاظ سے کرتے ہیں۔

مثلاً جب کہتے ہیں کہ روح جسم ہوگئے تو اس سے اسکی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس نے
جسم کی صفات ذمیمہ اختیار کرلیں اور جب کہتے ہیں کہ جسم روح ہوگیا تو اس سے مقصود
یہ ہوتا ہے کہ اس نے اپنی صفات ذمیمہ کو چھوڑ دیا اور صفات حمیدہ سے متصف ہوگیا
پس جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ جب جسم صفات ذمیمہ سے خالی ہوگیا تو اب
اس کی خدمت جسم بمعنی مراد ارباب تصوف جسم کی خدمت نہیں ہے۔ بلکہ اب وہ

روح کی خدمت ہے ۔ فاتفضح المسرام وللہ الحمد) ہاں تو ہم یہ کہہ رہے تھے کہ عاشق خدا حظوظِ جسمانیہ کی پرواہ نہیں کرتے اسلئے وہ جنت و دوزخ کے لئے طاعت نہیں کرتے اب اسکی وجہ سنو۔ وجہ یہ ہے کہ یہ طاعت باجرت ہے اور عاشق خدا ہو اور مزدوری چاہے۔ ناممکن ہے ۔ جبرائیل امین ہو اور چور ہو محال ہے عاشق خدا تو بڑی چیز ہے ۔ ایک ذلیل لیلیٰ کے عاشق کی یہ حالت تھی کہ سلطنت عالم اس کے سامنے ہیچ تھی اور مٹی اور سونا اس کے نزدیک برابر ہو گئے تھے سونا تو کیا چیز ہے ۔ اسکے نزدیک خود جان کی کوئی وقعت نہ رہی تھی اور عشق نے اسکے یوں قلب ماہیت کر دی تھی ۔ کہ شیر اور لومڑے اور دیگر درندے اسکے واقف ہو گئے تھے اور عزیزوں کی طرح اس کے گرد جمع ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اب عام جانداروں کا سا نہیں رہا ۔ بلکہ ان کی خصلت و طبیعت سے پاک صاف ہو گیا ہے اب یہ عشق سے پُر ہے اور اس کا گوشت اور اسکی چربی زہر آلود ہو گئے ہیں ۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ جب عشق زہر ہے تو بری چیز ہے کیونکہ وہ درندوں کے لئے زہر ہے اور جو چیز درندوں کے حق میں زہر ہو وہ عقلاء کے حق میں شکر ریز ہوتی ہے کیونکہ ان دونوں کے طبائع میں تضاد ہے پس جو چیز ایک طبیعت کے لیے مُضر ہو گی ۔ اسکی ضد کے لئے خواہ مخواہ مفید ہو گی مثلاً جو چیز اچھے کے حق میں اچھی ہے وہ بُرے کے حق میں ضرور بُری ہو گی ۔

خیر تو وہ درندوں کے حق میں زہر ہے لہٰذا درندے عاشق کا گوشت نہیں کھا سکتے ۔ کیونکہ عشق کو بری اور بھلی درندے اور عقلاء سب جانتے ہیں اور اپنے اپنے موافق خواص سے واقف ہو ۔ اسلیے درندے بھی جانتے ہیں کہ وہ ہمارے لیے زہر ہے اور اسلئے وہ عاشق کا گوشت نہیں کھاتے اور اگر بالفرض اُسے کھا بھی لیں تو وہ ہضم نہیں ہو سکتا ۔ بلکہ انکے حق میں زہر ہو جائے گا اور انہیں مار ڈالے گا ۔

دوسری وجہ اس کی یہ ہے کہ عشق آکل ہے اور تمام جہان ماکول ۔ اور ہر دو عالم اس کی چونچ کے سامنے ایک دانہ ہیں جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ ماکول آکل کو نہیں کھا سکتا ــــــ بتلاؤ کبھی دانہ بھی جانور کو کھاتا ہے اور سمجھو کہ کبھی گھاس بھی گھوڑے

کو چرتا ہے ہرگز نہیں پس یونہی عشق کو بھی کوئی چیز نہیں کھا سکتی اور جب عشق کو کوئی چیز نہیں کھا سکتی تو اس گوشت کو بھی نہیں کھا سکتے جس میں عشق ساری ہے۔ وھوالمدعی۔ پس اگر تم درندوں (نفس و شیطان) سے بچنا چاہتے ہو اور چاہتے ہو کہ وہ تمہیں نہ کھا جائیں۔ تو تم عاشق حق سبحانہٗ ہو جاؤ۔ تم یہ کہو گے کہ ہم عاشق کیسے ہو جائیں عشق تو اختیاری شے نہیں ہے کہ جو چاہے عاشق ہو جائے۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے مبادی تو اختیاری ہیں۔ تم ان مبادی کو اختیار کرو اور بتکلف طاعت حق سبحانہٗ کرو امید ہے کہ تم کو عشق حاصل ہو جائے گا۔ گو عشق اختیاری اور کسبی نہیں۔ مگر اطاعت تو کسبی ہے اور وہ تو عمل میں آسکتی ہے پس تم طاعت کرو۔ اسی طرح تم کو عشق حاصل ہو جائے گا۔ عشق بڑی چیز ہے اور اس میں اور بندگی میں بہت فرق ہے۔ بندہ اور غلام کی تو دلی خواہش آزادی ہوتی ہے اور عاشق کبھی آزادی نہیں چاہتا۔ نیز بندہ ہمیشہ خلعت اور وظیفہ چاہتا ہے۔

برخلاف عاشق کے کہ اس کی خلعت صرف دیدار یار ہے۔ پس بندہ اور غلام کی طاعت اور عاشق کی طاعت میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور اس کا خلوص اس کے خلوص سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ عشق کی حالت میں کیونکر بیان کروں یہ مضمون گفت و شنید میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ عشق ایک دریا ہے جس کی تہہ ہی معلوم نہیں اور معلوم ہے کہ کوئی دریا قطرے نہیں گن سکتا۔ پھر عشق کا بیان مکمل اور مفصل کوئی کیونکر کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے سامنے تو ساتوں سمندر چھوٹے ہیں۔

خیر یہ گفتگو تو ختم نہیں ہو سکتی۔ اب لوٹنا چاہیئے اور شیخ سرازی کا قصہ بیان کرنا چاہیئے۔ تم غور کرو کہ ایسا عظیم المرتبہ شیخ گلی گلی بھیک مانگتا پھرتا ہے۔ کیوں محض اسلئے کہ وہ عاشق ہے۔ سو عشق بھی عجیب بے نیاز ہے نہ یہ کسی کی عزت کا لحاظ کرتا ہے نہ کسی کی عظمت کا۔ پس اے خواستگاران عزت وجاہ! تم اس سے بچتے رہنا۔ عشق وہ شے ہے کہ دریا کو ہانڈی کی طرح ابالتا ہے اور پہاڑ کو پیس کر ریت بنا دیتا ہے۔ عشق آسمان کے سو ٹکڑے کر دیتا ہے اور عشق زمین کو سخت متزلزل کر دیتا ہے یہ تو اس کی سختی کی حالت تھی اب کی

برکات سنو! عشق منشاء وجود عالم ہے کیونکہ حق سبحانہٗ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق تھا اُس عشق کے سبب اُسنے لولاک لما خلقت الافلاک فرمایا۔ یعنی اگر مجھے تم سے محبت نہ ہوتی اور اسلیئے تمہیں پیدا نہ کرتا تو عالم کو پیدا نہ کرتا۔ پس عالم کو میں نے تمہاری خاطر پیدا کیا ہے۔ اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ حق سبحانہٗ کو اور انبیاء اور صلحاء سے محبت نہیں ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ آپ محبوبیت میں خرد اور کامل ہیں ---- اسلیئے انبیاء وصلحاء میں سے آپ کو مخصوص بالذکر کیا گیا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب مضمون سابق سنو۔ حق سبحانہٗ بھی فرماتے ہیں کہ اگر عشق کی وجہ نہ ہوتی اور مجھے اسکی حالت کا اظہار مقصود نہ ہوتا تو میں عالم کو پیدا نہ کرتا۔ میں نے آسمان کو اسلیئے رفعت دی ہے کہ تم اس سے عشق کی رفعت سمجھو اور خیال کرو کہ جس سبب کا مسبب اتنا رفیع ہے اُس مسبب کی رفعت کس قدر ہوگی۔ گو آسمان سے اور منفعتیں بھی حاصل ہوتی ہیں۔ مگر وہ بیضہ کی طرح غیر مقصود ہیں اور یہ بچہ کی طرح مقصود ہے اور میں نے زمین کو اسلیئے متذلل پیدا کیا ہے کہ تم عاشقوں کے تذلل کو سمجھو۔ اور میں نے اسکو اسلیئے سرسبز کیا ہے تاکہ تم فقراء کے تبدل و تغیر حالت سے واقف ہو جاؤ۔ اور سمجھو کہ جس طرح زمین کو اسکے تذلل کا یہ ثمرہ ملا کہ وہ سرسبز و شاداب ہوگئی۔ یوں ہی فقراء کے تذلل سے اُن کو سرسبزی و شادابی روحانی حاصل ہوتی ہے اور یہ جمے ہوئے اور مضبوط پہاڑ، عشاق کی ثابت قدمی کی حالت بتاتی ہے۔

غرضکہ ہر چیز سے مقصود عشق اور عشاق کے حال پر دلالت ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ گو رفعت آسمان اور تذلل و شادابی زمین اور قرار جبال امور حسیہ ہیں اور رفعت عشق و تذلل و شادابی و ثبات عشاق امر معنوی و عقلی اسلیئے کہ یہ ان کی صحیح نظیر نہیں ہوسکتے مگر مقصود محض تقریب فہم ہے اور محاورات میں ایسا کہا جاتا ہے چنانچہ غصہ کو خار سے تشبیہ دیتے ہیں گو غصہ خار نہیں ہوتا۔ مگر اس سے غصہ کی حالت بتلائی جاتی ہے۔ علیٰ ھٰذا قلب قاسی اور سخت دل کو پتھر کا دل کہتے ہیں گو یہ ٹھیک نہیں ہے لیکن تقریب فہم کے لیئے تشبیہ دیتے ہیں اور وجہ ان تقریبی مثالوں کے اختیار کی یہ ہے کہ بیان میں عین حالت عشق و عشاق کی تصویر نہیں کھینچی جاسکتی اس لئے اگر بیان میں کچھ نقص ہو تو اسکو تصوّر

کا نقصان سمجھو اس سے حقیقت کو منتفی اور معدوم نہ سمجھو۔

رفتنِ شیخ در خانۂ امیرے بہرِ گدیہ روزے چہار بار با زنبیل باشارتِ غیب و عتاب کردنِ امیر او را بداں وقاحت و عذر گفتنِ او امیر را

شیخ کا ایک امیر کے گھر پر غیبی اشارے سے چار مرتبہ مع زنبیل کے بھیک مانگنے جانا اور امیر کا اُن پر اِس بے شرمی کے لئے ناراض ہونا اور اُن کا امیر سے معذرت کرنا

شیخ روزے چار کرت چوں فقیر
شیخ ایک دن میں فقیر کی طرح چار مرتبہ

بہرِ گدیہ رفت در قصرِ امیر
بھیک کے لئے امیر کے محل میں گئے

در کفش زنبیل و شیٔ للہ زناں
انکے ہاتھ میں زنبیل اور کچھ اللہ کیلئے کا نعرہ لگاتے تھے کہ

خالقِ جاں می بجوید تائے ناں
جان کا پیدا کرنے والا، ایک روٹی مانگتا ہے

نعلہائے باژگونہ است اے پسر
اے بیٹا! اُلٹی نعل بندیاں ہیں

عقلِ کُلی را کُند ہم خیرہ سر
جو کُلی عقل کو بھی حیران کر دیتی ہیں

چوں امیرش دید گفتش اے وقیح
جب امیر نے ان کو دیکھا اُنسے کہا، اے بے شرم

گویمت چیزے مَنہ نامم شحیح
میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں میرا نام بخیل نہ رکھ

اے خسِ بے شرم چندیں جُست و جوئے
اے کمینہ بے شرم! اتنی بھاگ دوڑ

تا کے و تا چند بارزقِ دو توئے
کب تک اور کتنی دوگنے رزق کے لئے؟

ایں چہ سغری و چہ رُو یست و چہ کار
یہ کیا ڈھٹائی اور کیا مُنہ اور کیا کام ہے؟

کہ بروزے اندر آئی چار بار
کہ تو ایک دن میں چار بار آتا ہے

کیست اینجا شیخ اندر بندِ تو
بڈھے! یہاں تیری قید میں کون ہے؟

مَن ندیدم نر گدا مانندِ تو
میں نے تجھ جیسا بُرا فقیر نہیں دیکھا

حُرمت و آبِ گدایاں بُردہ
تُونے فقیروں کی عزت اور آبرو برباد کر دی

ایں چہ عباسیِ زشت آوردہ
یہ کیا بُری عباسیت تو نے اختیار کی

غاشیہ بر دوشِ تو عباسِ دبس
عباس دبس تو تیرا غلام ہے

ہیچ ملحد را مبادا ایں نفسِ نحس
یہ منحوس نفس کسی بے دین کا نہ ہو

گفت امیرا بندہ فرمانم خموش
اُنھوں نے کہا اے امیر! میں حکم کا غلام ہوں چُپ رہ

نا آتشم آگہ نہ چندیں مجوش
تو میری آگ سے آگاہ نہیں ہے اِسقدر جوش میں نہ آ

۱؎ نقشہ۔ انسان کا نقشہ ایک معنوی چیز ہے لیکن اُس کو کلنے سے تشبیہ دی جاتی ہے دلِ قاسی بخت دل کو پتھر سے تشبیہ دی جاتی ہے اگر مُشبّہ بہ سے مُشبّہ پورا سمجھ میں نہ آئے تو یہ تشبیہ کا نقصان ہے اس سے مُشبّہ کا انکار نہ کرنا چاہئے

۲؎ رفتن۔ شیخ اشارۂ غیبی سے ایک امیر کے گھر پر ایک دن میں چار مرتبہ بھیک مانگنے گئے جس پر اس امیر نے اُن کو بُرا بھلا کہا۔ کرت۔ مرتبہ۔ قصر۔ محل۔ در کفش۔ اُن کے ہاتھ میں زنبیل تھی اور وہ شیئاً للہ کی صدا لگا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایک عدد روٹی مانگتا ہے۔

۳؎ نعلہای۔ یہ عجب اُلٹے معاملے ہیں خدا خود غنی اور شیخ مستغنی اور مخلوق محتاج لیکن اللہ کا حکم ہوا کہ شیخ ان محتاجوں سے روٹی مانگیں۔ وقیح بے شرم۔ شحیح۔ امیر نے کہا کہ مجھے بخیل نہ کہنا مجبوراً مجھے یہ باتیں کہنی پڑ رہی ہیں۔۔۔۔ اے خس۔ اس امیر نے شیخ کو کہا کمینے روٹی کیلئے بار بار اس قدر تنگ و دو کیوں ہے۔۔۔۔ سغری۔ بخت روئی، بے حیائی بند تو یہاں کوئی تیرا قیدی اور غلام ہے جو بار بار تیری خدمت کرے۔ نر گدا۔ بڑا بھکاری۔

۴؎ عباسی۔ عباس دبس مشہور بھکاری تھے اسلئے عباسی کے معنی بھکاری بن ہو گئے غاشیہ گھوڑے کی زین کا غلاف غاشیہ بر دوش بمعنی خادم ملحد۔ بے دین گفت شیخ نے فرمایا میں یہ

بهرِ ناں در خویش حرصے دیدمے — اشکمِ نانخوارہ را بدریدمے
اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھتا — روٹی کھانے والے پیٹ کو پھاڑ ڈالتا

ہفت سال از سوزِ عشقِ جسم پز — در بیاباں خوردہ ام من برگِ رز
جسم کو پکا دینے والی عشق کی گرمی سے سات سال — بن نے جنگل میں انگور کے پتّے کھائے ہیں

تا[1] ز برگِ خشک و تازہ خوردنم — سبز گشتہ بود ایں رنگِ تنم
یہاں تک کہ خشک اور ترپتے کھانے سے — میرے جسم کا یہ رنگ سبز ہو گیا

تا تو باشی در حجابِ بو البشر — سرسری در عاشقاں کمتر نگر
جب تک تو آدمیت کے پردے میں ہے — عاشقوں کو سرسری نظر سے نہ دیکھ

زیرکاں کہ موی بہا شگافتند — علمِ ہیئت را بجاں دریافتند
ذہین لوگ جنھوں نے موشگافیاں کی ہیں — انھوں نے علمِ ہیئت کو (دل و) جان سے دریافت کر لیا

علمِ نیرنجات[2] و سحر و فلسفہ — گرچہ نشناسند حق المعرفہ
شعبدوں اور جادو اور فلسفہ کا علم — اگرچہ پورے طور پر وہ نہ جان سکے

لیک کوشیدند تا امکانِ خود — بر گذشتند از ہمہ اقرانِ خود
لیکن اپنے مقدور بھر انھوں نے کوشش کی — اپنے تمام ساتھیوں سے آگے بڑھ گئے

عشق غیرت کرد و زایشاں در کشید — ایں چنیں خورشید زایشاں ناپدید
عشق نے غیرت کی اور اُن سے چھپا رہا — ایسا سورج اُن سے پوشیدہ ہو گیا

نورِ چشمے کہ بروز استارہ دید — آفتابے چوں از و رو در کشید
آنکھ کی وہ روشنی جس نے دن میں ستارہ دیکھ لیا — ایسا سورج اُس سے کیوں چھپ گیا!

زیں گذر کن پندِ من بپذیر ہیں — عاشقاں را تو بچشمِ عشق بیں
اس کو چھوڑ، ہاں میری نصیحت مان لے — تو عاشقوں کو عشق کی نظر سے دیکھ

وقت[3] نازک گشتہ و جاں در جہد — با تو نتواں گفت ایں دم عذرِ خود
وقت نازک ہو گیا اور جان اضطرار میں ہے — اس وقت تجھ سے اپنا عذر نہیں بیان کیا جا سکتا

فہم کن موقوف آں گفتن مباش — سینہائے عاشقاں الکم خراش
سمجھ لے، کہنے پر موقوف نہ رہ — عاشقوں کے سینے کو زخمی نہ کر

نے گمانے بردۂ توزیں نشاط — حزم را مگذار و میکن احتیاط
نہیں، تو نے عیش و عشرت میں بدگمانی کی ہے — پختہ کاری کو نہ چھوڑ اور احتیاط کر

واجب[4] ست و جائز ست و مستحیل — ایں وسط را گیر در حزم اے دخیل
فرض ہے اور جائز ہے اور حرام ہے — اے دوست! احتیاط میں تو اس درمیانہ کو اختیار کرلے

بیشک اللہ کے حکم سے مانگتا ہوں میرے دل میں عشق کی آگ لگی ہے۔ بہرِ ناں۔ اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھوں تو اپنا پیٹ پھاڑ دوں حالت میں نے سات سال تک جنگل میں انگور کے پتّوں پر گزارہ کیا ہے

[1] تا ز برگ۔ یعنی سبز پتّے کھانے سے بدن کا رنگ سبز ہو گیا یا بدن میں خوشحالی ہو گئی۔ ابو البشر۔ حضرت آدم یہاں مطلقاً انسان مراد ہے۔ زیرکاں۔ ذہین لوگ جو بال کی کھال نکالتے ہیں اُنھوں نے بہت دنیوی علم حاصل کئے لیکن اُنکو عشق کا علم حاصل نہ ہو سکا۔

[2] نیرنجات۔ شعبدے۔ اقران۔ ساتھی۔ عشق۔ عشق کی غیرت کا تقاضہ ہوا اور اُن کی آنکھوں سے پوشیدہ رہا۔ تعجب حیرت یہ ہے کہ یہ لوگ بڑے باریک بین تھے لیکن اُنکو عشق نظر نہ آیا۔ زیں۔ یعنی بات۔

[3] وقت نازک۔ شیخ نے امیر سے کہا میں اپنے عشق کی پوری کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ فہم کن۔ سمجھ لے یہ بھکاری ہیں مجھ سے عشق کا کلام ہے سے کہلانے۔ تو نے اپنی عیش و عشرت کی زندگی کی وجہ سے مجھ پر بدگمانی کی ہے تجھے اس میں احتیاط برتنی چاہیئے۔

[4] واجب۔ حزم و احتیاط کے مختلف مرتبے ہیں ایک فرض ہے مثلاً اگر کوئی فاسق اور کاذب خبر دے تو احتیاط فرض ہے اگر کوئی نیک آدمی خبر دے تو احتیاط جائز ہے، اگر خدا اور رسول کوئی خبر دے تو اس میں احتیاط برتنا حرام ہے۔ مستحیل۔ ناممکن یعنی حرام دخیل یعنی دوست۔ محرّم قابلِ اعزاز۔ تصرّف۔ عمل کرنا۔

شرح

ایک روز کا واقعہ ہے کہ شیخ مذکور ایک امیر کے مکان پر چار مرتبہ فقیرانہ سوال کرنے گئے ان کے ہاتھ میں جھولے تھے اور وہ کہہ رہے تھے کہ خدا کے لیے کچھ دلوائیے ۔ اب مولانا تعجب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو! کیسی عجیب بات ہے کہ روٹی کا پیدا کرنے والا روٹی مانگ رہا ہے ۔ صاحبو! یہ الٹی باتیں ہیں جو کہ عقل کل کو بھی مخبوط الحواس کر دیتی ہیں (**فائدہ**: یہاں چند امور توضیح طلب ہیں امر اوّل یہ کہ شیخ کے فعل کو حق سبحانہٗ کی طرف کیوں منسوب کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ فانی تھے اسلئے ان کا فعل گویا کہ حق سبحانہٗ کا فعل تھا یعنی چونکہ یہ گدائی بامر حق سبحانہٗ تھی اسلئے گویا کہ خدا ہی مانگ رہا تھا ۔ دوم یہ کہ عقل کل سے اس مقام پر عقل معاش کامل مراد ہے اور مقصود یہ ہے کہ دنیا میں بہت سی ایسی الٹی باتیں ہیں جن کی حقیقت اہل دنیا کو خواہ وہ کتنی ہی بڑی عاقل ہوں نہیں معلوم ہو سکتی)

خیر جبکہ امیر نے اُسے دیکھا تو کہا کہ ارے بے حیا! میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں مگر تو مجھے کنجوس نہ کہنا کیونکہ اس کا منشا کنجوسی نہیں ہے بلکہ تیری خیرخواہی ہے وہ بات یہ ہے کہ ارے ذلیل اور بے شرم تو رزق کی اس قدر تلاش المضاعف فریب کے ساتھ کب تک کرے گا یہ کیا بے حیائی اور کیا منہ اور کیا حرکت ہے کہ دن میں چار مرتبہ آئے ۔ یہاں کون آپ کے فکر میں ہے اور کون روٹی لئے ہوئے بیٹھا ہے کہ جس وقت آپ آئیں کھانا آپکو تیار ملے [**فائدہ**: کیست اینجا شیخ اندر بند تو" کے بعض محشین نے یہ معنی لکھے ہیں کہ یہاں آپ کا کون مرید اور معتقد ہے واللہ اعلم) میں نے اپنی عمر میں تجھ سا بڑا بھکاری نہیں دیکھا تو نے بھکاریوں کی آبرو خاک میں ملادی ۔ ارے تو نے یہ کیا بری گداگری اختیار کی ہے عباس دُبسی جو کہ گداگری میں ضرب المثل تھا تو تو اس سے بھی بڑھ گیا اور وہ بھی تیرا غلام ہو گیا خدا نہ کرے کہ کسی کافر کا بھی ایسا منحوس نفس ہو ۔ یہ ملامت سنکر شیخ نے فرمایا کہ اے امیر! خاموش رہ ۔ میں بحکم خداوندی ایسا کرتا ہوں اور تم میرے آگ سے واقف نہیں ہو ۔ پس اس قدر غصہ نہ کرو اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھتا تو بجائے اسکے بھیک مانگوں ۔ میں اس روٹی کھانے والے پیٹ ہی کو پھاڑ ڈالتا ۔ جناب!

میری تو یہ حالت ہے کہ جسم کو پگھلا دینے والے عشق کے جلن کے سبب میں نے سات برس تک جنگل میں انگور کے پتے کھائے ہیں۔ یہاں تک کہ خشک اور سبز پتوں کے کھانے سے میرے جسم کا رنگ سبز ہوگیا تھا۔ پھر میں کیا روٹی کی حرص کروں گا پس جب تک تو انسانیت کے جامہ میں ہے (تاکہ تو انسانیت کے جامہ میں رہے) عشاق کو سرسری نظر سے نہ دیکھنا۔ کیونکہ ان کی حالت کا معلوم ہونا سخت دشوار ہے چنانچہ وہ عقلاء جنہوں نے موشگافیاں کیں۔ اور علم ہیئت اور علم نیرنجات اور علم سحر اور علم فلسفہ کو دل وجان سے دریافت کیا اور گو وہ ان کو جیسا جاننا چاہیئے ویسا نہ جان سکے مگر انہوں نے اس کے جاننے میں امکانی کوشش کی اور اپنے اقران پر فائق ہو گئے عشق نے غیرت کی ...... اور ان سے کھینچ لیا اور ایسا آفتاب تاباں ان کی نظر سے مخفی ہوگیا۔ نیز بوعلی سینا کی وہ آنکھ جو دن کو ستارہ دیکھتی تھی تو دیکھ لے تو ایک آفتاب نے اس سے کیسے منہ پھیر لیا اور اس کو محسوس نہ ہوا۔ پھر تیری تو کیا حقیقت ہے پس تو اپنی اس روش کو چھوڑ! میرا کہنا مان اور عاشقوں کو عشق کی نظر سے دیکھ! یعنی جس طرح عشق ان کی قدر و منزلت کرتا ہے تو بھی ان کی وقعت کر۔ یا یہ کہ تو بھی عشق حاصل کر اور پھر ان کو دیکھ! عشاق پر وقت نازک ہوتا ہے اس کی جان جلوۂ جاناں کی مترصد و منتظر ہوتی ہے اسلئے وہ اس وقت اپنا عذر نہیں بیان کر سکتے پس تم قرائن و احوال سے اس کو سمجھ لیا کرو اور خود ان کے کہنے پر نہ رہا کرو کہ وہ بھی اپنی حالت بیان کریں اور معذوری ظاہر کریں تو سمجھو ورنہ نہیں۔ ایسا نہ کیا کرو۔ اور عشاق کے سینوں کو طعن ملامت سے زخمی نہ کیا کرو جیسا.. اس وقت تم نے کیا ہے۔ اچھا بتلاؤ کیا تم نے میری گداگری سے طلب عیش و عشرت کا خیال نہیں کیا اور یہ نہیں سمجھا کہ مجھے اس سے تعیش و تلذذ مقصود ہے ضرور کیا ہے۔ اور یہ ایک بدگمانی ہے جو کہ حزم کے خلاف ہے پس تم حزم کو ہاتھ سے نہ دو اور احتیاط رکھو۔ تم کو واضح ہو کہ امور تین قسم کے ہوتے ہیں۔ واجب، ممکن، ممتنع۔ پس باب حزم میں تم ہیچ کا درجہ لے لو........ مثلاً اگر کوئی گدا تمہارے پاس آئے تو اس وقت تین صورتیں ہیں اوّل یہ کہ اس کا کامل ہونا واجب ہو۔ دوئم یہ کہ اس کا کمال

ممکن ہو۔ سوم یہ کہ اس کا کمال محال ہو۔ پس احتیاط یہ ہے کہ تم اوسط درجہ لے لو اور سمجھو کہ ممکن ہے کہ کامل ہو اور ممکن ہے کہ نفس پرست ہو اور اس بنا پر تم اس کے تذلیل اور توہین نہ کرو (ھٰذا ھو المرام والمحشون خبطوا فی ھذا المقام)

گریاں شدنِ امیر از نصیحتِ شیخ و عکسِ صدق اُو و ایثار کردنِ مخزن بعد ازاں جرأت و گستاخی و استعصامِ شیخ و قبول ناکردنِ شیخ و گفتن کہ من بے اشارت نیارم تصرّف کردن کہ بے امرِ غیب نتانم

شیخ کی نصیحت اور اُن کی سچائی کے پرتو سے امیر کا رو پڑنا اور جرأت اور گستاخی کے بعد خزانہ پیش کر دینا اور شیخ کا بچنا اور شیخ کا قبول نہ کرنا اور فرمانا کہ میں بغیر اشارے خرچ نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ میں بغیر غیبی حکم کے نہیں لے سکتا ہوں

ایں[۱۵] بگفت و گریہ در شد ہائے ہائے ۔ اشک غلطاں بر رخِ او جائے جائے
یہ فرمایا اور ہائے ہائے کر کے رونے لگے ۔ جگہ جگہ اُن کے چہرے پر آنسو بہ رہے تھے

صدقِ اُو ہم بر ضمیرِ میر زد ۔ عشق ہر دم طرفہ دیگے میپزد
اُن کی سچائی نے امیر کے دل پر بھی اثر کیا ۔ عشق ہر وقت ایک عجیب رنگ پکاتا ہے

صدقِ عاشق بر جمادے می تند ۔ چہ عجب گر بر دلِ دانا زند
عاشق کی سچائی، پتھر پر اثر کرتی ہے ۔ کیا تعجب ہے اگر عقلمند کے دل پر اثر کرے

صدقِ موسیٰؑ بر عصا و کوہ زد ۔ بلکہ بر دریائے پُر اشکوہ زد
حضرت موسیٰؑ کی سچائی نے لاٹھی اور پہاڑ پر اثر کیا ۔ بلکہ ہیبتناک دریا پر اثر کیا

صدقِ احمدؐ بر جمالِ ماہ زد ۔ بلکہ بر خورشیدِ رخشاں راہ زد
حضرت احمدؐ کی سچائی نے چاند کے حُسن کو متاثر کیا ۔ بلکہ روشن سورج کا راستہ روک دیا

رُو[۱۶] برُو آوردہ ہر دو در نفیر ۔ گشتہ گریاں ہم امیر و ہم فقیر
آمنے سامنے دونوں رونے (اور) فریاد کرنے لگے ۔ امیر اور فقیر بھی رو پڑا

ساعتے بسیار چوں بگریستند ۔ گفت میر اُو را کہ خیز اے ارجمند
جب بہت دیر تک روئے ۔ امیر نے اُن سے کہا، اے اقبالمند! اٹھو

ہر چہ خواہی از خزانہ برگزیں ۔ گرچہ استحقاق داری صد چنیں
جو چاہو خزانے سے لے لو ۔ اگرچہ ایسے سو گنے کے مستحق ہو

[۱۵] ایں بگفت۔ شیخ نے امیر کو نصیحت کی اور پھر زار زار رونے لگے۔ صدقِ او۔ اُن کی سچائی نے امیر پر اثر کیا۔ صدقِ عاشق۔ عاشق کی سچائی غیر جاندار کو بھی متاثر کر دیتی ہے امیر تو پھر جاندار تھا۔ صدقِ موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ کی سچائی نے لاٹھی اور پہاڑ کو متاثر کر دیا لاٹھی اژدہا بنی کوہِ طور میں زلزلہ آگیا۔ بلکہ بحر دریا نیل نے راستہ دے دیا۔ صدقِ احمدؐ۔ حضورؐ کی سچائی سے شق القمر ہوا اور سورج واپس ہو گیا۔

[۱۶] رُو برُو۔ اب شیخ بھی رو رہے تھے اور امیر بھی رو رہا تھا سامنے۔ جب بہت دیر تک دونوں رو چکے تو امیر نے شیخ سے کہا کہ اگرچہ آپ میرے خزانہ سے بھی سو گنے کے مستحق ہیں لیکن بہرحال میرا خزانہ حاضر ہے اس سے جو چاہیں لے لیں۔ خانہ۔ امیر نے کہا میرے گھر کو اپنا گھر سمجھیں جو چاہے لیں آپ کیلئے تو دونوں جہان حقیر ہیں۔ گفت۔ شیخ نے فرمایا مجھے خدا کا یہ حکم نہیں ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے خود لوں۔ ذیلانہ۔ دستانہ۔

خانہ آنِ تست ہرچت میل ہست
آپ کا گھر ہے، جو آپ کی خواہش ہے

بر گزیں خود ہر دو عالم اندکست
خود پسند کر لیجئے، دونوں جہان تھوڑے ہیں

گفت دستوری نداد ندم چنیں
فرمایا، اُنھوں نے ایسی اجازت نہیں دی ہے

کہ بدستِ خویش چیزے بر گزیں
کہ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز لے لینا

من ز خود نتوانم ایں کردن فضول
میں یہ بیہودہ بات اپنی جانب سے نہیں کر سکتا

کہ کنم من ایں دخیلانہ دخول
کریں دوستانہ دخل دوں

ایں[2] بہانہ کرد و مُہرہ در رُبود
یہ بہانہ کیا اور وہ بازی جیت گئے

مانع آں بُد کاں عطا صادق نبود
مانع یہ تھا کہ وہ بخشش پُر خلوص نہ تھی

گرچہ صادق بُود بے غل بُود و خشم
اگرچہ وہ سچا، بے کھوٹ اور بغیر غصہ کے تھا

شیخ را ہر صدق می ناید بچشم
لیکن، ہر سچ شیخ کی نظر میں نہیں آتا

گفت فرمانم چنیں دادست آں
فرمایا، مجھے خدا نے یہی حکم دیا ہے

کہ گدایانہ برو نانے بخواہ
کہ فقیرانہ جا، روٹی مانگ

ماگدایانہ ازاں درخواستیم
ہم نے اسی وجہ سے فقیروں کی طرح درخواست کی

ورنہ از اموال بے پرواستیم
ورنہ ہم مالوں سے بے پروا ہیں

سلہ اینّ بہانہ۔ شیخ نے یہ بہانہ کیا شیخ کو دراصل لینا ہی منظور نہ تھا اسلئے کہ طلب امیر کی عطا اخلاص کے لئے نہ تھی بلکہ شیخ کی عظمت کی وجہ سے شیخ کیلئے تھی۔ مُہرہ در رُبود یعنی وہ شطرنج کی چال چلے جس سے مخالف شہ مات کھا جائے۔ گرچہ۔ امیر اگرچہ اپنے قول میں سچا تھا لیکن شیخ نے اس سچائی کو پسند نہ کیا اسلئے کہ اسمیں غیر اللہ کی بو تھی۔ ماگدایانہ۔ شیخ نے کہا ہم نے خدائی حکم سے صرف بھیک مانگی ہے ورنہ ہم مالوں سے بے نیاز ہیں

شرح

شیخ نے یہ تقریر کی اور امیر نے ہائے ہائے کر کے رونا شروع کیا اور اسکے رخساروں پر جگہ جگہ آنسو ڈھل رہے تھے۔

بات یہ تھی کہ شیخ کے خلوص نے امیر کے دل پر اثر کیا تھا۔ واقعی عشق بھی عجیب چیز ہے کہ یہ ہر دم ایک عجیب ہانڈی پکاتا اور ہر وقت ایک نیا گل کھلاتا ہے۔ دیکھو! امیر دو منٹ پہلے کیا تھا اور اب کیا ہو گیا تم اس سے متعجب نہ ہونا۔ کیونکہ سچائی اور خلوص کا اثر تو جمادات پر ہوتا ہے۔ پھر اگر وہ اس نے ایک ذی شعور کے دل پر اثر کیا تو تعجب کی کیا بات ہے۔ دیکھو! موسےٰ علیہ السلام کے صدق نے لاٹھی اور پہاڑ پر اثر کیا۔ چنانچہ لاٹھی اژدہا بن گئی اور سرکشوں کی سرکوبی کے لئے پہاڑ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ کما قال اللہ تعالیٰ ورفعنا فوقھم الطور۔ بلکہ اس کا اثر پرشکوہ سمندر پر ہوا کہ وہ خشک ہو گیا نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلوص نے چاند کے حسن پر اثر کیا۔ کہ چاند ٹکڑے ہو گیا بلکہ آفتاب رخشاں کا راہ مار دیا کہ اسکو آگے چلنے سے روک کر پیچھے ہٹا دیا۔ (خاشہ لہ

اس میں اشارہ ہے ایک روایت کی طرف جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زانو پر سر رکھے سو رہے تھے کہ آفتاب غروب ہوگیا اور حضرت علیؓ کی نماز عصر کی نماز قضا ہوگئی ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! تو آفتاب کو لوٹا دے اس پر آفتاب لوٹ آیا۔

یہ واقعہ گو فی نفسہٖ ممکن ہے۔ مگر محققین نے اسکے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے گو بعض محققین نے تعدد طرق سے دھوکا کھا کر اسکو صحیح یا حسن بھی کہا ہے مگر میرے نزدیک یہ واقعہ حضرات شیعہ کا تراشا ہوا ہے جو لباس سنن پہن کر ابن سبا کے اختراعی دین کی ترویج من ہمہ تن کوشاں تھے ۔ واللہ اعلم) خیر وہ آپس میں ایک دوسرے کی طرف منہ لئے ہوئے رو رہے تھے اور امیر بھی رو رہا تھا اور شیخ بھی ۔ جب ایک عرصہ تک رو چکے تو امیر نے ان سے کہا گو میرا خزانہ آپکے قابل نہیں ہے اور آپ اسکے مستحق ہیں کہ ایسے سینکڑوں خزانہ آپ کو دیے جائیں مگر آپ تشریف لے چلیں اور جس قدر آپ چاہیں ۔ میرے خزانہ سے لے لیں میرا مکان آپ ہی کا مکان ہے پس آپ تکلف کو کام نہ فرمائیں اور وہاں چلکر آپ جو چاہیں لے لیں گو میرا خزانہ آپکے لائق نہیں ہے کیونکہ آپکے سامنے ہر دو عالم بے حقیقت ہیں انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اسکی اجازت نہیں ہے اور مجھ سے یہ نہیں کہا گیا کہ جو چاہو لے لو ۔ اسلیے میں یہ بیہودگی نہیں کر سکتا ۔ کہ مداخلت بیجا کروں ۔ یہ عذر کیا اور بچ گئے اور اس طرح اس معرکہ میں بازی جیت ۔۔۔ لینے سے مانع یہ تھا کہ وہ عطا صدق کامل ناشی نہ تھی اسلئے کہ وہ غلبہ حال میں تھی پس ممکن تھا کہ بعد کو پچھتانا گو اسوقت وہ عطا صدق دل سے تھے اور اسوقت دل میں کوئی کھوٹ یا ناخوشی نہ تھی مگر ہر صدق شیخ کی نظر میں نہیں آتا ۔ بلکہ وہ صدق کامل دیکھتا ہے بنا بریں انہوں نے عذر کردیا اور کہدیا کہ مجھے تو حق سبحانہٗ کا یہ حکم ہے کہ فقیرانہ جاؤ اور روٹی مانگو اور اسی لیے ہم گدایانہ سوال کرتے ہیں ورنہ ہمیں مال کی ضرورت نہیں ہے ۔

اِشارت آمدن از غیب شیخ کہ ایں دُو سال بفرمان

شیخ کو غیب سے اشارہ ہوا کہ ہمارے حکم کے مطابق اِن دو سال میں تم

مابستدی وبدادی[۵۳] بعد ازیں بدہ ومستاں دست در

نے لیا اور دیا اس کے بعد دو اور لو نہیں بوریئے کے نیچے ہاتھ

زیرِ حصیر میکن کہ آنرا چوں انبانِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

ڈالو کیونکہ ہم نے اس کو تمہارے لئے (حضرت) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے

کردیم درحقِ تو ہر چہ خواہی بیابی تا یقین شود عالمیاں را کہ

تھیلے کی طرح کردیا ہے، تم جو چاہو گے لے لو گے تاکہ دنیا والوں کو یقین آجائے کہ اس

ورائے ایں عالم عالمے[۵۴]ست کہ خاک بکف گیری زر شود و

عالم کے علاوہ کوئی عالم ہے جس میں تم مٹی ہاتھ میں لو تو سونا ہوجائے اور

مُردہ درو آید زندہ شود و نحسِ اکبر درُو آید سعدِ اکبر شود و کفر

مُردہ اُس میں آجائے تو زندہ ہوجائے نحسِ اکبر اُس میں آئے تو سعدِ اکبر بن جائے کفر

درُو آید ایمان شود و زہر درُو آید تریاق شود نہ داخلِ ایں

اُس میں آئے تو ایمان بن جائے زہر اُس میں آئے تو تریاق بن جائے وہ نہ اِس عالم میں

عالم است نہ خارجِ ایں عالم نہ فوق نہ تحت نہ متصل

داخل ہے نہ اِس عالم سے خارج نہ اوپر نہ نیچے نہ ملا ہوا نہ جُدا

نہ منفصل بیچوں وبیچگونہ — ہر دم ازو ہزار اثر و نمونہ

بے مثال اور بے کیف ہے ہر وقت اُس سے ہزاروں اثر اور نمونے

ظاہر میشود چنانکہ صنعتِ دست با صورتِ دست و غمزہ

ظاہر ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ ہاتھ کی دستکاری، ہاتھ کی صورت کے ساتھ اور آنکھ

چشم با صورتِ چشم و فصاحتِ زبان با صورتِ زبان نہ

کی ادا، آنکھ کی صورت کے ساتھ اور زبان کی فصاحت، زبان کی صورت کے ساتھ نہ

داخل ست نہ خارج نہ متصل و نہ منفصل والعاقل تکفیہ الاشارۃ

داخل ہے نہ خارج ہے نہ متصل ہے نہ جدا ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

تا دو سال[۵۵] ایں کار کرد آں مردِ کار — بعد ازاں امر آمدش از کردگار

اُن کارگزار نے دو سال تک یہ کام کیا — اُس کے بعد اُن کو خدا کا حکم پہنچا

بعد ازیں می دہ ولے از کس مخواہ — ما بدادیمت زغیب ایں دستگاہ

اس کے بعد دے، لیکن کسی سے نہ مانگ — ہم نے تجھے غیب سے یہ قدرت دیدی ہے

---

[۵۳] وبدادی۔ دو سال بھیک منگوانے کے بعد شیخ کو حکم ہوا کہ اب تک تو تم نے مانگا اور فقیروں کو دیا اب بغیر مانگے فقیروں کو دو بوریے کے نیچے ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرو اور بانٹ دیا کرو۔ انبان۔ تھیلا۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضورؐ نے حضرت ابوہریرہؓ کو کھجوروں کا ایک تھیلا عنایت فرمایا تھا وہ اس سے بے حساب کھاتے اور خرچ کرتے رہتے تھے وہ تھیلا اُن سے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت ضائع ہوگیا۔

[۵۴] عالمے ست۔ عالم اسباب کے علاوہ ایک دوسرا عالم ہے جہاں اشیاء کا وجود بغیر کسی سبب عادی کے ہوجاتا ہے اور اس کا ظہور اس عالم میں ہوجاتا ہے معجزوں کا تعلق اسی عالم سے ہے اور اس عالم میں بھی اس کا ظہور ہوجاتا ہے۔ نحسِ اکبر زحل ستارہ اس کے اثرات منحوس مانے گئے ہیں۔ سعدِ اکبر مشتری ستارہ اس کے اثرات اچھے مانے گئے ہیں۔

[۵۵] تا دو سال۔ دو سال تک شیخ محمد سرزی کا یہ طریقہ کار رہا کہ وہ بھیک مانگتے تھے اور اس کو غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کردیتے تھے بعد ازاں دو سال بعد اُن کو حکم ہوا کہ اب تم لوگوں سے نہ مانگو ہم تمہیں خود دیں گے تم ضرورتمندوں میں وہ تقسیم کردیا کرو۔

ہرکہ[۵۳] خواہد از تو از یک تا ہزار — دست در زیرِ حصیرے کُن بر آر
جو تجھ سے ایک سے ہزار تک مانگے — بوریئے کے نیچے ہاتھ ڈال، نکال لے

ہیں ز گنجِ رحمتِ بے مر بدہ — در کفِ تو خاک گردد زر بدہ
رحمت کے بے حساب خزانہ سے دے — تیرے ہاتھ میں مٹی سونا بن جائیگی، دے

ہر چہ خواہندت بدہ مندیش ازاں — دادِ یزداں را تو بیش از بیش داں
جو تجھ سے مانگیں دے، اُس کی فکر نہ کر — تو خدا کی عطا کو بیش از بیش سمجھ

در عطائے ما نہ تخسیر[۵۴] و نہ کم — نے پشیمانی نہ حسرت زیں کرم
ہماری عطا میں نہ ٹوٹا ہے اور نہ کمی — اس عطا میں نہ شرمندگی ہے، نہ حسرت

دست زیرِ بوریا کُن اے سند — از برائے روئے پوشِ چشمِ بد
اے معتمد! بوریے کے نیچے ہاتھ کر — بُری نظر سے پردے کے لئے

پس ز زیرِ بوریا پُر کُن تو مشت — دہ بدستِ سائلِ بشکستہ پُشت
پھر تو بوریے کے نیچے سے مٹھی بھر لے — کمر ٹوٹے ہوئے مانگنے والے کے ہاتھ میں دیدے

بعد ازیں از اجرِ ناممنون بدہ — ہر کہ خواہد گوہرِ مکنوں بدہ
اس کے بعد ختم نہ ہونے والا اجر دے — جو چاہے اُس کو اچھوتا موتی دے

رو یَدُ اللهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ تو باش — ہمچو دستِ حق گزافہ رزق پاش
جا تو ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ بن — اللہ کے ہاتھ کی طرح مفت رزق بانٹ

وام[۵۵] داراں را ز عہدہ وارہاں — ہمچو باراں سبز کُن فرشِ جہاں
قرضداروں کو ذمہ داری سے چھڑا — دنیا کی زمین کو بارش کی طرح سبز کر دے

بود یک سالِ دگر کارش ہمیں — کہ بدادے زر ز کیسہ ربِّ دیں
ایک سال اور اُن کا یہی کام رہا — دین کے رب کی تھیلی میں سے سونا بانٹتے

زر شدے خاکِ سیہ اندر کفش — حاتمِ طائی گدائے در صفش
کالی مٹی اُن کے ہاتھ میں سونا بن جاتی — حاتم طائی اُنکے بھیک مانگنے والوں کی صف میں تھا

دانستنِ[۵۶] شیخ ضمیرِ سائل را بے گفتن و دانستن قدرِ وامِ وامداراں
بغیر کہے شیخ کا سائل کے دل کی بات جان لینا اور مانگے بغیر قرض خواہوں اور قرض کی مقدار

بے گفتنِ ایشاں و گفتن کہ نشان ایں باشد کہ اُخْرُجْ
کو جان لینا اور کہنا کہ علامت یہ ہوتی ہے کہ میری مخلوق کی جانب میری

بِصِفَاتِیْ اِلٰی خَلْقِیْ فَمَنْ رَاٰکَ فَقَدْ رَاٰنِیْ
صفات کے ساتھ نکل جس نے تجھے دیکھا اُس نے مجھے دیکھ

[۵۳] ہرکہ۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ سے فرمایا کہ تم اپنے بوریئے کے نیچے سے جو چاہو جس قدر چاہو نکال کر تقسیم کر دیا کرو۔ در کفِ تو۔ تم مٹی ہاتھ میں لوگے تو سونا بن جائیگی۔

[۵۴] تخسیر۔ ٹوٹا۔ دست بوریئے کے نیچے ہاتھ ڈالنے کا حکم محض نظرِ بد سے بچانے کے لئے ہے۔ ناممنون۔ جو منقطع نہ ہو۔ مکنون۔ چھپا ہوا۔ رو۔ اب تیرا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے جو مفت عطا یا کرتا ہے

[۵۵] وام داراں۔ مقروضوں کا قرض ادا کر۔ بود۔ ایک سال تک شیخ کا یہی کام تھا کہ بوریئے کے نیچے سے نکال کر ضرورتمندوں کو دیتے رہتے تھے۔ حاتم۔ حاتم طائی جیسا سخی بھی اُن کے بھکاریوں کی صف میں ہوتا تھا۔

[۵۶] دانستن۔ شیخ فقیر کی ضرورت خود بخود جان جاتے تھے اور حسبِ ضرورت اسکو دیدیتے تھے اور اس کی وجہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو چکے تھے۔ حاجتمند خود سائل اپنی حاجت نہ بیان کرتا وہ اُس کے دل کی بات جان جاتے تھے جس قدر قرض ہوتا وہ ادا کر دیتے جتنی رقم میں کوئی قید ہوتا اسکو دیدیتے۔

حاجتِ خود گر نگفتے آں فقیر — اُو بدادے و بدانستے ضمیر
اگر فقیر اپنی ضرورت نہ بتاتا — وہ دے دیتے اور دل جان جاتا

پیشِ اُو روشن ضمیرِ ہر کسے — از فقیر و وام دار و محتشے[1]
اُن کے لئے ہر شخص کے دل کی بات روشن تھی — فقیر اور قرض خواہ اور قیدی کی

آنچہ در دل داشتے آں پشت خم — قدرِ آں دادے بدونے بیش و کم
وہ کُبڑی کمر والا جو دل میں رکھتا — اُس کی بقدر اُس کو دیتے نہ زیادہ نہ کم

پس بگفتندے چہ دانستی کہ اُو — ایں قدر اندیشہ دارد اے عمو
تو لوگوں نے اُن سے کہا آپ کیسے جان لیتے ہیں — اے چچا! کہ وہ اس قدر سوچتا ہے؟

اُو بگفتے خانۂ دل خلوت ست — خالی از گدیہ مثالِ جنت ست
وہ فرماتے، کہ دل کا گھر خالی ہے — جو سوال سے خالی ہو وہ جنت کی طرح ہے

اندرو جز عشقِ یزداں کار نیست — جز خیالِ وصلِ اُو دیار نیست
اُس میں خدا کے عشق کے سوا کام نہیں ہے — وصل کے خیال کے سوا اُس میں کوئی رہنے والا نہیں ہے

خانہ را من رُفتم از نیک و بد — خانہ ام پُر ست از عشقِ احد
میں نے اچھے بُرے سے گھر کو صاف کر لیا ہے — میرا گھر خدا کے عشق سے پُر ہے

ہرچہ[2] بینم اندرو غیرِ خدا — آنِ من نبود بود عکسِ گدا
میں اس میں خدا کے علاوہ جو کچھ دیکھتا ہوں — وہ میرا نہیں ہوتا، فقیر کا عکس ہوتا ہے۔

گر در آبے نخل یا عرجوں نمود — جز ز عکسِ نخلۂ بیروں نبود
اگر پانی میں کھجور کا درخت یا شاخ نظر آئی — باہر کے کھجور کے درخت کے عکس کے سوا نہ تھا

در تگِ آب ار ببینی صورتے — عکسِ بیروں باشد آں نقش اے فتے
پانی کی تہہ میں اگر تو کوئی صورت دیکھے — اے نوجوان! وہ نقش باہر کا عکس ہوگا

لیک تا آب از قذیٰ خالی شدن — تنقیہ شرط ست در جوئے بدن
لیکن پانی کے کوڑے کرکٹ سے خالی ہونے تک — بدن کی نہر کی صفائی ضروری ہے

تا[3] نماند تیرگی و خس درو — تا امیں گردد نماید عکسِ رُو
تاکہ اس میں کدورت اور گھاس (پھونس) نہ رہے — حتیٰ کہ وہ امین بن جائے اور چہرے کا عکس دکھائے

جز گلابہ در تنت کو اے مُقِل — آب صافی کُن ز گِل اے خصمِ دل
اے مفلس! کیچڑ کے سوا تیرے بدن میں کیا ہے؟ — اے دل کے دشمن! پانی کو مٹی سے صاف کرنے

تو بر آنی ہر دمی کز خواب و خور — خاک ریزی اندریں جو بیشتر
تیرا یہ حال ہے کہ سونے اور کھانے سے — اس نہر میں اور زیادہ مٹی ڈالتا ہے

---

[1] محتش۔ مصدر بمعنی مفعول قرار دے کر ہم نے قیدی کا ترجمہ کیا ہے۔ پشت خم یعنی بوجھ سے دبا ہوا۔ پس بگفتند۔ لوگوں نے ان سے معلوم کیا کہ آپ دل کی بات کیسے جان لیتے ہیں۔ او بگفتے۔ وہ شیخ جواب میں کہتے کہ ہم لوگوں کا دل جنت کی طرح احتیاج سے خالی ہے اس میں سوائے عشقِ خداوندی کے کوئی چیز نہیں ہے ہم نے اپنے دل کو عشقِ خداوندی کے سوا سے بالکل خالی کر لیا ہے۔

[2] ہرچہ۔ اب ہمارے دل میں جو کچھ ہوتا ہے وہ فقیر کا عکس ہوتا ہے اس وجہ سے ہم اس کی سب ضرورت جان لیتے ہیں۔ گر در آب۔ پانی صاف چیز ہے اس میں اگر کھجور کا درخت نظر آئے گا تو وہ باہر کا عکس ہوگا اور پانی میں جو تصویر بھی دیکھو گے وہ باہر کا عکس ہوگی لیکن دل کو صاف کرنے کیلئے مجاہدات کے ذریعہ اس کا تنقیہ ضروری ہے۔

[3] تا نماند۔ جب اس میں خود گدلا پن نہ رہے گا تب اُس میں بیرونی عکس نظر آسکے گا۔ جز گلابہ۔ انسان کا بدن کیچڑ سے بنا ہے اُس کی صفائی کے لئے بہت محنت درکار ہے۔ تو بر آنی۔ تو ہر وقت خواب و خور میں لگا ہوا ہے جس سے اُس کی کدورت میں اور اضافہ ہوتا ہے

سببِ دانستنِ ضمیرہائے خلق
لوگوں کے دل کی بات جاننے کا سبب

چوں دلِ آں آب زینہا خالیست[1] ۔ عکسِ رُوہا از بروں در آب جست
جب اس پانی کا دل ان سے خالی ہے ۔ تو باہر سے چہروں کا عکس پانی میں جا پڑا

پس مُصفا کُن درونِ خویش را ۔ تا بدانی سِرِّ ہر درویش را
تو اپنے باطن کو صاف کرے ۔ تاکہ تو ہر فقیر کے دل کی بات جان لے

پس تُرا باطن مُصفا نا شُدہ ۔ خانہ پُر از دیو و نسناس و دَدہ
تیرا باطن مُصفّیٰ نہیں ہوا ۔ بھوت اور بن مانس اور درندوں سے بھرا گھر ہے

اے خرے[2] زاستیزہ ماندہ در خری ۔ کے ز اَرواحِ مسیحا بُو بَری
او گدھے! تو جھگڑے کی وجہ سے گدھے پن میں رہا ۔ حضرت مسیح کی روحوں سے تو کب واقف ہوگا!

کے شناسی گر خیالے سَر کُند ۔ کز کدامیں مَکمنے سَر بر کُند
اگر کوئی خیال نمودار ہو، تو کب پہچانے گا ۔ کہ کس نہاں خانہ سے وہ ابھرا!

چوں خیالے میشود در زہد تن ۔ تا خیالات از درونہ روفتن
زہد میں جسم خیال کی طرح ہو جاتا ہے ۔ باطن نے خیالات کو صاف کرنے میں

ایں خیالِ کز بروب از اندرُوں ۔ تا نگرداند تُرا زاہلِ بروں
باطن میں سے یہ تیرا خیال نکال دے ۔ تاکہ وہ تجھے باہر والوں میں سے نہ بنا دے

[1] چوں۔ جب آبِ دل میں صفائی پیدا ہو جائیگی ہر خارجی چیز کا عکس اُس میں نظر آنے لگے گا۔ تا بدانی۔ جب تو اُس کوشش کرے گا پھر ہر سائل کا عکس تیرے دل میں نمودار ہو جائے گا۔

[2] اے خرے۔ جب انسان گدھے پن میں مبتلا رہے گا تو وہ خر مسیحی کو پہچان نہ سکے گا۔ مکمن۔ چھپنے کی جگہ۔ چوں۔ جب انسان زہد اختیار کرتا ہے اور خیالات سے دل کو پاک کرتا ہے تو اُس کا جسم خیال کی طرح لطیف ہو جاتا ہے۔ زاہلِ بروں۔ یعنی اہلِ برون۔

شرح شیخ نے دو سال تک یہ خدمت انجام دی اُسکے بعد ان کو حق سبحانہٗ کا حکم ہُوا۔ کہ جب تم لوگوں کو دو اور کسی سے نہ مانگو۔ لو ہم نے تم کو یہ قدرت عطا کر دی کہ جو کوئی بھی ایک سے لے کر ہزار تک تم سے مانگے تم بوریے کے نیچے ہاتھ ڈالو۔

اور نکال لو۔ پس سے تم اس سے بے مشقت

خزانۂ رحمت میں سے لوگوں کو دو اور ضرور دو۔ تمہارے ہاتھ میں مٹی سونا ہو جائے گی۔ ہم لوگ جو کچھ بھی تم سے مانگیں تم بے کھٹکے دو اور کچھ خیال نہ کرو کہ کہاں سے آئے گا۔ بلکہ تم عطاءِ حق سبحانہٗ کو بیش از بیش سمجھو۔ اسکے نزدیک کسی کا مطلوب خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔ کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ پس تم فکر کو اصلاً دل میں راہ نہ دو۔ کیونکہ ہمارے خزانہ میں کمی نہیں۔

اور نہ ہم کو دیکھ کر پچھتاوا یا افسوس ہوتا ہے۔ بلکہ چشم بد کی روپوشی کے لیے بوری کے نیچے ہاتھ لے جاؤ۔ اور وہاں سے مٹھی بھر کر شکستہ سائل کے حوالہ کر دو بس اب تم یہی کرو کہ تمہاری خدمات کا جو نامنقطع اجر ہے اس میں سے تم لوگوں کو دو اور اگر کوئی گوہر مکنون بھی مانگے تو بھی دے دو۔ اچھا اب جاؤ! ہم تمہارے ہاتھ کو اپنا ہاتھ بناتے ہیں بس تم ید اللہ فوق ایدیہم کا مصداق بنو اور حق سبحانہٗ کے ہاتھ کی طرح بے حساب صرف کرو۔ قرض داروں کے قرضہ کے بار سے سبکدوش کرو اور ابر کی طرح جہاں کو سرسبز و شاداب کر دو۔ خیر تو تیسرے سال ان کا یہی کام تھا کہ حق سبحانہٗ کے تھیلے میں سے لوگوں کو روپیہ دیتے تھے اور راکھ ان کے ہاتھ میں سونا ہوتی تھی اور بخشش کی یہ حالت تھی کہ حاتم طائی اس کے گداؤں کی صف میں ایک گدا تھا نیز یہ بات بھی تھی اگر کوئی اپنی حاجت شرم کے مارے نہ کہتا تو وہ اسکے مقصد دلی پر مطلع ہو جاتے اور اسے دیدیتے خواہ کوئی فقیر ہو۔ خواہ قرض دار۔ یا قیدی خواہ اور کچھ۔ وہ ہر کسی کے خیال پر مطلع ہو جاتے اور جس قدر حال اسکے دل میں ہوتا اتنا اسے دیدیتے تھے نہ کم ہوتا تھا نہ زیادہ۔ اس پر لوگ استفسار کرتے کہ آپ کو کیا معلوم کہ اسکو اتنے روپوں کا خیال ہے اسکے جواب میں فرماتے کہ میرا دل تو خالی ہے اور اس میں گداگری کو دخل نہیں ہے۔ بلکہ وہ جنت کی مثل ہے جہاں گداگری کا نام نہیں ہے اور اس میں عشق حق سبحانہٗ کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں اس میں جو کچھ ہے وہ اس صاحب خانہ کے وصل کا خیال ہے میں نے ہر بھلی بُری بات سے اپنے دل کو صاف کر دیا ہے۔ اور میرا خانۂ دل عشق واحد حقیقی سے بھرا ہوا ہے ایسی حالت میں اگر میں اسکے اندر غیر کو دیکھتا ہوں تو اس سے میں دوسروں کے مقصد پر استدلال کرتا ہوں کیونکہ وہ میرا خیال نہیں ہوتا۔ بلکہ فقیر کا عکس ہوتا ہے مثلاً اگر پانی میں کھجور کا درخت یا اسکی شاخ دکھائی دے تو وہ درخت اور شاخ پانی کی نہ ہوگی۔ بلکہ نخلۂ بیرونی کا عکس ہوگا۔ یا پانی میں کوئی صورت دیکھو تو وہ صورت پانی کی نہ ہوگی۔ بلکہ وہ بیرونی شے کی صورت ہوگی بس یہی حالت میرے دل کی ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ قلب مصفا تو ضرور ہو جاتا ہے اور اس میں اشیاء خارجیہ کا عکس بھی ضرور پڑتا ہے۔ مگر اس پانی کی خس و خاشاک سے خالی ہونے کے لئے جو تے بدن کا تنقیہ ضروری ہے۔ تاکہ وہ پانی بالکل صاف ہو جائے اور اس میں کدورت

اور خس و خاشاک نہ رہیں اور تاکہ آب دل معکوس کے قابل ہو جائے اور عکوس اس میں نمایاں ہوں
تم کو یہ بات حاصل نہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ تمہارے جسم میں سوائے گلہ بہ اخلاق رذیلہ و خیالات
لایعنی کے اور کیا ہے کچھ بھی نہیں۔ پھر انعکاس کے لیے ہو ہاں تم اپنے آب قلب کو گل اخلاق
رذیلہ و خیالات لایعنی سے پاک صاف کرو۔ تمہارے اندر انعکاس بھی ہونے لگے گا۔ مگر تم تو
بجائے تصفیہ کے اور اسکو مکدّر کر رہے ہو اور اس نہر میں خواب و خورد و تلذذات
جسمانیہ کی خاک ڈال رہے ہو پھر انعکاس کی کیا صورت ہے۔ چونکہ اس پانی یعنی شیخ کا دل
ان خس و خاشاک خواب و خور سے پاک ہے اسلیئے اس میں مقاصد فقراء کے چہروں کا عکس پڑتا
ہے۔ پس تم بھی اپنے دل کو پاک صاف کرو۔ تاکہ تم کو بھی فقراء کے باطن کا حال
معلوم ہو جائے۔ تمہارا باطن تو ہنوز صاف نہیں اور یہ گھر شیاطین اور بن مانس
اور درندوں یعنی اخلاقِ رذیلہ و خیالات لایعنی سے پُر ہے اور اے گدھو! تم تعنّت
و عناد سے گدھے پن میں پھنسے ہوئے ہو۔ ایسی حالت میں تم کو ارواح مسیحا اور حقیقی
اہل اللہ کا کیا پتہ چل سکتا ہے اور اگر ان کے عکس سے کوئی خیال تمہارے دل میں
آئے بھی جس سے تم اُنکے حسن جمال پر استدلال کرسکو۔ تو تم کو کثرت خیالات لایعنی کے
سبب یہ پتہ کیسے چل سکتا ہے کہ یہ کس کمین گاہ سے آیا ہے اور کس کا عکس ہے پس
تم اپنے دل کو تمام خیالات سے پاک صاف کرو۔ لیکن خیالات کا نکال دینا کوئی
کھیل نہیں ہے۔ ریاضات و مجاہدات سے جسم دُبلا ہو کر مثل ایک خیال کے ہو جاتا ہے
جب یہ بات حاصل ہوتی ہے مگر تم ہمّت نہ ہارو۔ اور جس طرح بھی ہو۔ ان خیالات
فاسدہ کو دل سے نکالو۔ تاکہ تم مردُود درگاہ رب العزّت نہ ہو جاؤ۔

اس مضمون کو ختم کر کے مولانا پھر قصہ شیر و خر کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے
ہیں :

غالب شُدنِ مکرِ روباہ بر استعصامِ خر

لومڑی کے مکر کا گدھے کے بچاؤ پر غالب آجانا

خر بسے کوشید و اُو را دفع گفت — لیک جوعُ الکلب با خر بود جفت

گدھے نے بہت کوشش کی اور اُسکی مخالفت کی — لیکن گدھے میں جوع الکلب تھی

غالب آمد حرص و صبرش شد ضعیف — پس گلوہا کہ بُرد عشقِ رغیف

حرص غالب آگئی اور صبر کمزور ہوگیا — روٹی کے عشق نے بہت سے گلے کاٹے ہیں

زاں سُوئے کش حقائق داد دست — کاد فقر آن یکون کفر آمدست

اُس رسول سے جن کو حقائق حاصل تھے — "فقر قریب ہے کہ کفر بنجائے" منقول ہے

گشتہ بُود آں خر مجاعت را اسیر — گفت اگر مکر ست یکرہ مُردہ گیر

وہ گدھا، بھوک کا قیدی بن گیا تھا — سوچا اگر مکر ہے، ایکدم سے مُردہ سمجھ لے

زیں عذابِ جوع بارے وا رہم — گر حیات این ست من مُردہ بہم

بھوک کے عذاب سے تو نجات پا جاؤں گا — اگر زندگی یہ ہے تو میں مُردہ بہتر ہوں

گر خر اوّل توبہ و سوگند خورد — عاقبت ہم از خری خبطے بکرد

گدھے نے اگرچہ پہلے توبہ کی اور قسم کھائی — انجام کار گدھے پن سے، گڑبڑ بھی کردی

حرص کور و احمق و ناداں کند — مرگ را بر احمقاں آساں کند

لالچ اندھا اور احمق اور بیوقوف بنا دیتا ہے — احمقوں پر موت کو آسان کردیتا ہے

ہست آساں مرگ بر جانِ خراں — کہ ندارند آبِ جانِ جاوداں

گدھوں کی جان پر مرنا آسان ہے — کیونکہ وہ ابدی جان کی رونق نہیں رکھتے ہیں

چوں ندارد جانِ جاوید آں شقیست — جرأتِ اُو بر اجل از احمقی ست

چونکہ وہ اَبدی جان نہیں رکھتا، بدبخت ہے — موت پر اُس کی جرأت حماقت سے ہے

جہد کُن تا جاں مخلّد گرددت — تا بروزِ مرگ برگے باشدت

کوشش کر تاکہ تیری جان اَبدی بن جائے — تاکہ موت کے دن تیرا توشہ ہو

اعتمادش نیز بر رازق نبُود — کہ بر افشاند بر و از غیب جُود

اُس کو رزق دینے والے پر بھروسہ نہ تھا — جو اُس پر غیب سے سخاوت کرتا تھا

تا کنونش فضل بے روزی نداشت — گرچہ گہ گہ بر تنش جُوعے گماشت

اُس کو اللہ کے فضل نے ابتک بے رزق کے نہیں رکھا — اگرچہ کبھی کبھی اُس پر بھوک کو مسلط کردیا

در بیانِ فضیلت جُوع و احتمار

پرہیز اور بھوک کی فضیلت کے بیان میں

گر نباشد جُوع صد رنجِ دگر — از پئے ہیضہ برآرد از تو سر

اگر بھوک نہ ہو، دوسری سینکڑوں بیماریاں — ہیضہ کے بعد تجھ میں پیدا ہوجائیں گی

استعصام۔ بچاؤ۔ جوع الکلب یعنی جوع البقر۔

۵۹ غالب۔ گدھے کی حرص صبر پر غالب آگئی روٹی کے عشق نے بہت سوں کو ہلاک کیا ہے۔ کاد حدیث شریف ہے کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا "فقر قریب ہے کہ کفر ہی جائے" یعنی انسان کا فقر اُس کو کافر بنا سکتا ہے۔ مجاعت۔ بھوک۔ گفت۔ گدھے نے سوچا اگر یہ لومڑی کا مکر ہی ہے اور میرے مارنے کی ترکیب ہے تو بھوک کے ذریعہ بار بار کی موت سے ایک بار موت اچھی ہے۔

۶۰ خبط۔ گڑبڑ۔ حرص۔ لالچ انسان کو اندھا بہرا بنا دیا ہے اور موت کو آسان کر دیتا ہے جس طرح گدھے نے اپنی موت کو پسند کرلیا۔ کہ ندارند۔ احمقوں اور گدھوں کی زندگی اَبدی نہیں ہے اور انسان شقاوت اور حماقت کی وجہ سے مرنا پسند کرتا ہے۔ جہد کن۔ انسان کو ابدی زندگی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

۶۲ اعتمادش۔ اس گدھے کو اللہ کی رزاقی کا یقین نہ تھا۔ تا کنونش۔ جتنے دن زندہ رہا بغیر رزق کے زندہ نہیں رہا لیکن پھر بھی اُس کو خدا کی رزاقی پر بھروسہ نہ تھا۔ جوع۔ بھوک۔ در بیان۔ خدا بھوک میں مبتلا کرتا ہے تو اُس میں بھی بہت سی مصلحتیں ہیں۔

۶۳ گر نباشد۔ بغیر بھوک کے اگر آدمی کھانا کھاتا ہے تو ہیضہ ہو جاتا ہے پھر اُس کے بعد اور بیماریاں پیدا ہوجاتی

رنجِ جوع اولیٰ بُوَد خود زاں علل — ہم بلُطف و ہم بخفّت، ہم عمل

ان بیماریوں سے بھوک کی تکلیف زیادہ بہتر ہے — پاکیزگی کے اعتبار سے بھی ہلکے پن کے اعتبار سے بھی اور عمل کے واعتبار سے بھی

رنجِ جوع از رنجہا پاکیزہ تر — خاصہ در جوع ست صد نفع و ہنر

بھوک کی تکلیف بیماریوں سے زیادہ پاکیزہ ہے — خصوصاً بھوک میں سینکڑوں فائدے اور ہنر ہیں

جوع خود سلطانِ داروہا ست ہیں — جوع در جاں نہ چنیں خوارش مبیں

آگاہ! بھوک خود دواؤں کی بادشاہ ہے — بھوک کو جان میں جگہ دے، اسکو ذلیل نہ سمجھ

جملہ ناخوش از مجاعت خوش شدست — جملہ خوشہا بے مجاعت ہا ردست

سب بے مزا بھوک کی وجہ سے خوش ذائقہ ہوگئے ہیں — تمام خوش مزہ، بغیر بھوک کے مردود ہیں

آں یکے میخورد نانِ فخفرہ — گفت سائل چوں بدیں ستت شرہ

ایک شخص جو کی روٹی کھا رہا تھا — سوال کرنیوالے نے پوچھا تجھے اس کا شوق کیوں ہے؟

گفت جوع از صبر چوں دو تا شود — نانِ جو در پیشِ من حلوا شود

اُس نے کہا جب بھوک صبر سے دوگنی ہوجاتی ہے — میرے سامنے جو کی روٹی حلوا بن جاتی ہے

پس توانم کہ ہمہ حلوا خورم — چوں کنم صبرِ ضروری لاجرم

تو میں کر سکتا ہوں کہ سب حلوا کھاؤں — جب لامحالہ ضروری صبر کروں

خود نباشد جوع ہر کس را زبوں — کایں عَلَف زاریست از اندازہ بروں

بھوک ہر شخص کے قابو میں نہیں آتی ہے — کیونکہ گھاس کی یہ چراگاہ اندازے سے زیادہ ہے

جوع مر خاصانِ حق را دادہ اند — تا شوند از جوع شیرِ زورمند

بھوک خاصانِ خدا کو دی ہے — تاکہ وہ بھوک سے شیر اور طاقتور بنیں

جوع ہر جلفِ گدارا کے دہند — چوں علف کم نیست پیشِ او نہند

بھوک ہر کمینہ بھکاری کو کب دیتے ہیں! — چونکہ چارہ کم نہیں ہے اُس کے سامنے کر دیتے ہیں

کہ بخور تو ہم بدیں ارزانیے — تو نہ مرغِ آب مرغِ نانیے

کہ تو کھا تو اسی کے لائق ہے — تو پانی کا پرند نہیں ہے تو روٹی کا پرندہ ہے

نبود اندر دلِ تو جز فکرِ ناں — ناید اندر خاطرت جز ذکرِ ناں

تیرے دل میں روٹی کے فکر کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا — تیرے دل میں روٹی کے ذکر کے سوا کچھ نہیں آتا ہے

بعد چندیں سال حاصل چیستت — جوعِ مُردن بہ بود زیں زیستت

اتنے سال کے بعد تجھے کیا ملا؟ — مرنے کی بھوک تیرے اس جینے سے بہتر ہے

حکایتِ مُریدے کہ شیخ از حرصِ ضمیرِ او واقف شد و اورا

اُس مرید کی حکایت جس کے دل کی حرص سے شیخ واقف ہوگیا اور اُس کو

ہیں۔ رنج۔ بھوک کی تکلیف اور بیماریوں کی تکلیف سے بہت بہتر ہے اس میں جسم میں پاکیزگی اور ہلکا پن اور کارکردگی رہتی ہے اور بھوک کے بھی بہت منافع ہیں بجوع۔ فاقہ سے بہت سی بیماریاں خود دور ہوجاتی ہیں۔

۱؎ جملہ بھوک میں جو کی روٹی بھی پلاؤ قورمے کا مزہ دیتی ہے بغیر بھوک کے لذیذ کھانے بھی بدمزہ معلوم ہوتے ہیں۔ فخفرہ۔ بوزن مسخرہ، جو کی روٹی۔ شرہ۔ حرص۔ گفت۔ اس نے جواب دیا جب انسان کو بھوک لگتی ہے اور وہ صبر سے کام لیتا ہے تو جو کی روٹی بھی حلوے کا مزہ دیتی ہے۔ پس۔ میں بھوک لگا کر اور صبر سے کام لے کر جو کی روٹی کا حلوا بنا لیتا ہوں۔ خود نباشد۔ یہ بھوک وہ نعمت ہے جو ہر شخص کو میسر نہیں آتی کیونکہ یہ دنیا وسیع چراگاہ ہے اس میں انسان کچھ نہ کچھ کھا لیتا ہے۔ جوع۔ بھوک صرف خاصانِ خدا کا حصہ ہے جس سے وہ روحانی شیر بن جاتے ہیں۔

۲؎ ہر جلف۔ ہر کمینہ گداگر بھوک کی نعمت عطا نہیں ہوتی اس کے لئے عام خوراک مہیا کر دی جاتی ہے اور اس کو کہہ دیا جاتا ہے کہ تو دریائے معرفت کا پرند نہیں ہے روٹی کھانے والا پرندہ ہے۔ بعد چندیں۔ جو شخص پیٹ کا پابند ہو کر مر جاتا ہے اور اس کی لاحاصل زندگی ختم ہوجاتی ہے اس زندگی سے بھوک کی موت بدرجہا بہتر ہے۔

نصیحت کردن بزبان و در ضمنِ نصیحت قوّتِ توکّل
زبان سے نصیحت کی اور نصیحت کے دوران اللہ تعالٰی کے حکم سے

بخشیدش بامرِ حق عزّ و جلّ
اس کو توکّل کی قوّت بخش دی

شیخ میشد با مُریدے بیدرنگ — سُوی شہرے ناں در انجا بود تنگ[1]

شیخ ایک مرید کے ساتھ بغیر توقّف کے روانہ ہوئے — شہر کی جانب وہاں روٹی کمیاب تھی

ترسِ جُوع و قحط در فکرِ مُرید — ہر دمے میگشت از غفلت مزید

مرید کے فکر میں قحط اور بھوک کا خوف تھا — جو غفلت کی وجہ سے، ہر لمحہ بڑھ رہا تھا

شیخ آگہ بُود و واقف از ضمیر — گفت اُو را چند باشی در زحیر

شیخ باخبر تھے اور دل سے واقف تھے — اُنھوں نے اس سے کہا کب تک پریشانی میں رہیگا؟

از برائے غصّۂ ناں سوختی — دیدۂ صبر و توکّل دوختی

تو روٹی کی فکر میں جلا جاتا ہے — تو نے صبر اور توکّل کی آنکھ بند کر لی ہے

تو نۂ زاں نازنینانِ عزیز — کہ ترا دارند بے جوز و مویز

تو اُن پیارے ناز پرورودوں میں سے نہیں ہے — کہ تجھے بغیر اخروٹ اور منقّیٰ کے رکھیں

جُوع رزقِ جانِ خاصانِ خداست — کے زبونِ ہمچو تو گیجِ گداست

بھوک، خاصانِ خدا کا رزق ہے — وہ تجھ جیسے احمق فقیر کے قابو میں کہاں ہے؟

باش فارغ تو از انہا نیستی — کاندریں مطبخ تو بے ناں بایستی

تو مطمئن رہ، تو اُن میں سے نہیں ہے — کہ تو اس مطبخ میں بغیر روٹی کے ٹھہرے

کاسہ[2] بر کاسہ ست ناں بر ناں مدام — از برائے ایں شکم خوارانِ عام

ہمیشہ پیالہ پر پیالہ روٹی پر روٹی ہے — ان عام پیٹوؤں کے لیے

چوں بمیرد میرود ناں پیش پیش — کز غمِ بے نوائی کشتہ خویش

جب مرتا ہے تو روٹی آگے آگے جاتی ہے — کہ بے سروسامانی کے ڈر سے اپنے آپ کو مارا ہے

تو برفتی ماند ناں برخیز و گیر — اے بکشتہ خویش را اندر زحیر

تو چلا، روٹی رہ گئی کھڑا ہو لے لے — اے وہ کہ جس نے اپنے آپ کو پریشانی میں مار ڈالا

ہیں[3] توکّل کن ملرزاں پا و دست — رزقِ تو بر تو ز تو عاشق ترست

خبردار! توکّل کر ہاتھ پاؤں نہ لرزا — تیرا رزق تجھ پر تجھ سے زیادہ عاشق ہے

عاشق ست و میزند اُو مول مول — کہ ز بے صبریت داند اے فضول

وہ عاشق ہے اور آواز دے رہا ہے "ٹھہر ٹھہر" — کیونکہ اے بیہودہ! وہ تیری بے صبری کو جانتا ہے

[1] حکایت۔ ایک شیخ ایک مرید کے ساتھ اُس شہر کی طرف جا رہے تھے جہاں قحط تھا۔ مرید روٹی کی حرص کی وجہ سے پریشان تھا۔ شیخ پر اُسکی دلی کیفیت منکشف ہوئی۔ شیخ نے اُس کو نصیحت کی اور اُس میں اپنے تصرّف سے توکّل کی طاقت پیدا کر دی۔
[1] تنگ۔ یعنی وہ شہر قحط زدہ تھا روٹی گراں اور کمیاب تھی۔ از غفلت یعنی خدا کی رزاقی کی غفلت سے۔ زحیر پیچش، بیچ و تاب۔ از برائے۔ تو روٹی کی فکر میں جل رہا ہے تجھے خدا پر بھروسہ نہیں ہے۔ تو نۂ۔ تو اُن خاصانِ خدا میں سے نہیں ہے جن کو بھوک کا تحفہ دیا جاتا ہے تجھے لامحالہ دنیاوی غذا میسر آ جائے گی۔ گیج۔ احمق۔
[2] کاسہ۔ دنیاداروں کے لئے بکثرت کھانا پینا موجود ہے۔ چوں بمیرد۔ جب مر جاتا ہے تو بھی روٹی آگے آگے جاتی ہے جو قبرستان میں غریبوں کو تقسیم کر دی جاتی ہے اور وہ روٹی مُردے سے کہتی ہے کہ تو روٹی کی فکر میں مرا ہے اٹھ اب روٹی لے لے۔
[3] ہیں۔ شیخ نے مرید سے کہا انسان رزق کا اتنا عاشق نہیں ہے جتنا رزق انسان کا عاشق ہے، اللہ کا وعدہ ہے لہٰذا لامحالہ رزق انسان کو تلاش کر کے اس کے پاس پہنچتا ہے۔ عاشق ست۔ رزق انسان پر عاشق ہے اور وہ اُس کو کہتا ہے ٹھہر جا میں تیرے پاس پہنچتا ہوں کیونکہ وہ انسان کی بے صبری

گر ترا صبرے بُدے رزق آمدے — خویشتن چوں عاشقاں بر تو زدے

اگر تجھے صبر ہوتا تو رزق آ جاتا — عاشقوں کی طرح اپنے آپ کو تجھ پر لا ڈالتا

ایں تپِ لرزہ زخوفِ جوع چیست — در توکل سیر می تانید زیست

بھوک کے ڈر سے یہ جاڑا اور بخار کیوں ہے؟ — توکل میں پیٹ بھرا ہو کر زندہ رہ سکتے ہو

حکایتِ[1] آں گاؤ کہ تنہا در جزیرہ ایست بزرگ حق تعالیٰ

اُس بیل کی حکایت جو ایک بڑے جزیرہ میں اکیلا ہے اللہ تعالیٰ اُس بڑے جزیرے

آں جزیرہ بزرگ را ہر روز پُر کند از نبات و ریاحین[2] کہ

کو روز گھاس اور خوشبودار پودوں سے بھر دیتا ہے تاکہ رات تک

تا علفِ آں گاؤ باشد تا بشب آں گاؤ ہمہ را بچرد و فربہ

اُس بیل کے لئے چارا رہے وہ بیل سب کو چر لیتا ہے اور پہاڑ کی

شود چوں کوہ پارہ چوں شب شود خوابش نبرد از غصہ و

طرح موٹا ہو جاتا ہے جب رات ہو جاتی ہے اُس کو رنج اور ڈر سے نیند

خوف کہ ہمہ صحرا را چریدم فردا چہ خورم تا ازیں غصہ لاغر

نہیں آتی ہے کہ میں نے تمام جنگل چر لیا کل کو کیا چروں گا یہاں تک کہ وہ اس

شود ہمچوں خلال روز برخیزد ہمہ صحرا را سبز تر و انبوہ تر بیند

رنج سے تنکے کی طرح لاغر ہو جاتا ہے ہر روز اُٹھتا ہے تمام جنگل کو زیادہ سبز اور

از دے باز بخورد و فربہ شود باز شبش ہماں غم بگیرد سالہاست

زیادہ گھنا دیکھتا ہے اُس میں سے پھر کھاتا ہے اور موٹا ہو جاتا ہے پھر رات کو اسے وہی غم

کہ او ہمچنیں مے بیند و اعتماد نمی کند

آ پکڑتا ہے سالوں گذر گئے ہیں کہ وہ یہی دیکھ رہا ہے اور بھروسہ نہیں کرتا ہے

یک جزیرہ سبز ہست اندر جہاں — اندرو گاویست تنہا خوش دہاں

دنیا میں ایک سبز جزیرہ ہے — اُس میں ایک اکیلا بیل عمدہ گھاس چرنے والا ہے

جملہ[3] صحرا را چرد او تا بشب — تا شود زفت و عظیم و مُنتجب

وہ رات تک تمام جنگل کو چر لیتا ہے — حتیٰ کہ موٹا اور بڑا اور چربیلا بن جاتا ہے

شب ز اندیشہ کہ فردا چہ خورم — گردد او چوں تارِ مو لاغر زغم

رات میں اس ڈر سے کہ کل کو کیا کھاؤں گا! — وہ غم سے بال کی طرح کمزور ہو جاتا ہے

چوں برآید صبح گردد سبز دشت — تا میاں رستہ قصیلِ سبز و کشت

جب صبح ہوتی ہے جنگل سبز ہو جاتا ہے — سبز چارا اور کھیتی کمر تک ہوتی

---

[1] حکایت۔ اس حکایت کو یہ بتانا مقصود ہے کہ جس طرح اس بیل کی بے صبری تھی اور رزق کے فکر میں گھلا جاتا تھا یہی حال انسان کا ہے۔

[2] ریاحین۔ خوشبودار نباتات۔ خلال۔ دانت کریدنے کا تنکا۔ خوش دہاں۔ عمدہ خوراک کھانے والا۔

[3] جملہ صحرا۔ بڑا سبزہ زار ہر بیل اکیلا ہے دن بھر خوب کھاتا اور موٹا تازہ بن جاتا۔ منتجب۔ نجیب، بزرگ۔ شب۔ رات بھر اس غم میں رہتا کہ میں نے سب چراگاہ کھالی اب کل کو کیا کھاؤں گا۔ قصیل۔ سبز جو، خوید۔

اندر افتد گاو با جوع البقر[1] — تا بشب آں را چرد او سر بسر
بیل جوع البقر کے ساتھ اس میں گھس جاتا ہے — رات تک وہ اس کو چر جاتا ہے

باز زفت و فربہ و لمتر شود — آں تنش از پیہ و قوت پر شود
پھر موٹا اور تازہ اور بھاری بن جاتا ہے — اس کا بدن چربی اور طاقت سے بھر جاتا ہے

باز شب اندر تپ افتد از فزع — تا شود لاغر ز خوف منتجع
وہ پھر رات کو گھبراہٹ کے بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے — چراگاہ کے ڈر سے لاغر ہو جاتا ہے

کہ چہ خواہم خورد فردا وقت خور — سالہا این ست کار آں بقر
کہ کھانے کے وقت میں کل کو کیا کھاؤں گا؟ — اس بیل کی سالوں یہی حالت رہی

ہیچ نندیشد کہ چندیں سال من — میخورم زیں سبزہ زار و زیں چمن
وہ کبھی نہ سوچتا کہ اتنے سال سے میں — اس سبزہ زار اور اس چمن کو چر رہا ہوں

ہیچ[2] روزے کم نیامد روزیم — چیست ایں ترس و غم و دلسوزیم
کسی دن بھی میرا رزق کم نہیں ہوتا ہے — پھر میرا یہ خوف اور غم اور دل سوزی کیوں ہے؟

باز چوں شب میشود آں گاو زفت — میشود لاغر کہ آوہ رزق رفت
پھر جب رات ہوتی وہ موٹا بیل — لاغر ہو جاتا کہ ہائے رزق ختم ہو گیا

نفس آں گاو ست و آں دشت ایں جہاں — کو ہمی لاغر شود از خوف ناں
نفس وہ بیل ہے اور یہ دنیا وہ جنگل ہے — جو روٹی کے ڈر سے لاغر ہوا جاتا ہے

کہ چہ خواہم خورد مستقبل عجب — لوت فردا از کجا سازم طلب
کہ حیرت ہے میں آئندہ کیا کھاؤں گا؟ — کل کی خوراک کہاں سے طلب کروں گا؟

سالہا خوردی و کم نامد ز خور — ترک مستقبل کن و ماضی نگر
تو نے سالوں کھایا اور وہ کھانے سے کم نہ ہوا — آئندہ کو چھوڑ اور ماضی پر غور کر

لوت[3] و پوت خوردہ را ہم یاد آر — منگر اندر غابر و کم باش زار
کھائے ہوئے مرغن کھانوں کو یاد کر — مستقبل کو نہ دیکھ اور بدحال نہ بن

قصۂ آں گاو را یکسوئے نہ — زاں خر و زاں شیر نر پیغام دہ
اس بیل کا قصہ ایک طرف رکھ — اس گدھے اور نر شیر کا پیغام دے

[1] جوع البقر۔ وہ مرض ہے جس میں انسان کا کسی حالت میں پیٹ نہیں بھرتا ہے۔ لمتر۔ موٹا۔ فزع۔ گھبراہٹ۔ منتجع چراگاہ۔ سالہا۔ ایک عرصۂ دراز تک اس بیل کی یہی حالت رہی کہ دن کو کھا کر موٹا ہو جاتا اور رات کو کل کی فکر میں دبلا ہو جاتا اور کبھی یہ نہ سوچا یہ خوف بیجا ہے اتنے سال گزر گئے اور مجھے بہر حال روز خوراک حاصل ہو رہی ہے۔

[2] ہیچ۔ وہ کبھی یہ نہیں سوچتا کہ کسی روز بھی روزی کم نہیں مل رہی ہے تو میں فکر کیوں کروں۔ نفس۔ انسان کے نفس کو بیل سمجھو اور دنیا کو یہ جنگل۔ کہ چہ۔ انسان اس فکر میں گھلتا ہے کہ کل کو کیا کھاؤں گا۔ ترک۔ انسان کو چاہیئے کہ ماضی پر نظر رکھ کر مستقبل کی فکر چھوڑ دے۔

[3] لوت۔ یہ یاد رکھو کہ کس قدر لذیذ غذائیں کھاتا رہا ہے خدا اسی طرح دے گا آئندہ کی فکر میں نہ پڑ۔ قصہ کوتاہ۔ شیر نے گدھے کو شکار کر لیا اس حالت میں شیر کو پیاس لگی تو وہ پانی پینے چلا گیا لومڑی نے اس وقفہ میں گدھے کا دل جگر گردہ کھا لیا شیر نے آکر دریافت کیا کہ دل گردہ کہاں ہے تو لومڑی نے جواب دیا اگر گدھے کے دل گردہ ہوتا ہے تو وہ تیرے پہلے حملہ کے بعد دوبارہ بہکانے سے تیرے پاس کیسے آجاتا۔

شرح

گدھے نے بہت کچھ کوشش کی اور بہت کچھ ٹالا لیکن بالآخر مغلوب ہو گیا کیونکہ اس کو بھوک لگی ہوئی تھی جس سے حرص غالب ہو گئی اور صبر و تحمل کمزور پڑ گیا

اور نتیجہ یہ ہوا کہ جان دیدی - واقعی روٹی کی محبت بھی بہت بری چیز ہے کہ یہ سینکڑوں گلے کاٹ دیتی ہے اور لاکھوں جانوں کو تباہ کر دیتی ہے - اسی بنا پر اس حقائق شناس رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کاد الفقران یکون کفرا مروی ہے - کیونکہ بسا اوقات آدمی فقر و فاقہ سے تنگ ہو کر ایمان کھو بیٹھتا ہے اور دین بیچ دیتا ہے - خیر تو وہ گدھا بھوک کی تکلیف میں مبتلا تھا اسلئے اس نے کہا کہ اچھا اگر لومڑی کا مکر بھی ہے تو جان بھی تو جائے گی بلا سے جائے - روز کی مصیبت سے تو چھوٹیں گے - ایسی زندگی سے تو مرجانا بہتر ہے -

اب مولانا فرماتے ہیں کہ گدھے نے اگرچہ اول میں توبہ کی تھی اور قسم کھائی تھی مگر آخر میں اس نے اپنے گدھے پن سے حماقت بھی کی کہ لومڑی کے ساتھ پھر چل دیا - حالانکہ وہ ایک مرتبہ خطرہ کا مشاہدہ کر چکا تھا - وجہ اسکی کیا تھی محض حرص - یہ حرص ایسی بری بلا ہے کہ اندھا اور احمق اور نادان بنا دیتی ہے اور احمقوں پر موت کو آسان کر دیتی ہے حالانکہ ایسا نہ ہونا چاہیئے - اب سنو کہ موت احمقوں کی نظر میں بے وقعت کیوں ہوتی ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ ان کو روح باقی کی چمک حاصل نہیں ہوتی - جس سے ان کو موت کے آثار و نتائج کا علم ہو - ورنہ وہ ہرگز ایسا نہ کرتے کیونکہ جب ان کو روح باقی حاصل نہیں تو وہ شقی ہیں اور اشقیاء کے لیے موت ہرگز مفید نہیں - پس ایسی حالت میں ان کا موت پر جرأت کرنا سراسر حماقت ہے پس تم کوشش کرو کہ تمہاری روح فنا فی اللہ ہو کر باقی ببقاء حق اور اس طرح سے مخلد ہو جائے - تاکہ تم کو موت کے دن کے لئے سامان حاصل ہو جائے اور تم صحیح طور پر موت کے خطرہ سے آزاد ہو جاؤ اور موت واقع میں تمہارے لئے آسان ہو جائے خیر ایک وجہ تو اس کے جانے کی یہ تھی کہ وہ بھوک سے بے تاب تھا - دوسری وجہ یہ تھی کہ اسکو رازق مطلق پر اعتماد نہ تھا اور نہ سمجھتا تھا کہ خدا غیب سے اس پر بخشش کریگا - حالانکہ حق سبحانہٗ نے اب تک اسکو اپنے فضل سے بے روزی کے نہیں رکھا تھا گو کبھی کبھی اس پر بھوک کو بھی مسلط کر دیتا تھا اور یہ کوئی بری بات نہ تھی کیونکہ اگر بھوک نہ ہو اور ہمیشہ سیری ہو تو کبھی نہ کبھی ہیضہ ہو جاویگا اور ہیضہ کے بعد سینکڑوں تکلیفیں پیدا ہو جائیں گی -

پس بھوک کی تکلیف ان بیماریوں سے اچھی ہے - لطف میں بھی، کمی میں بھی اور اثر میں بھی یعنی بھوک کی تکلیف میں لطف و عنایت حق سبحانہٗ زیادہ ہے بہ نسبت اور تکلیفوں کے - نیز بھوک

میں بہ نسبت اور امراض کے تکلیف بھی کم ہوتی ہے اور بہ نسبت اور امراض کے بھوک کے نتائج بھی اچھے ہیں پس بھوک اور بیماریوں سے اچھی ہے بالخصوص اسلئے کہ اس میں بہت سی منفعتیں اور خوبیاں ہیں چنانچہ ایک بہت بڑا نفع تو یہ ہے کہ وہ سب سے بڑی دوا ہے اسی بنا پر اطباءٔ نے کہا ہے کہ اگر کوئی اس امر کا التزام کرلے کہ جب خوب بھوک لگے۔ تو کھانا کھائے اور جب کچھ بھوک باقی ہو تو کھانا چھوڑ دے ایسا شخص تندرست رہے گا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بھوک موت کے سوا ہر مرض کی دوا ہے پس تم بھوک کو جان میں جگہ دو اور اسے اس قدر ذلیل نہ سمجھو ایک خوبی بھوک کی یہ بھی ہے کہ تمام نامرغوب کھانے اس سے مرغوب ہوجاتے ہیں برخلاف سیری کے کہ اس سے تمام مرغوبات مکروہ بن جاتے ہیں۔

ایک شخص کا واقعہ ہے کہ وہ جو کی روٹی کھا رہا تھا کسی نے پوچھا "کہ او میاں! اس کے کھانے کو تمہارا جی کیسے چاہتا ہے" اس نے جواب دیا کہ "جناب جب صبر کے سبب بھوک بڑھ جاتی ہے تو پھر مجھے یہ جو کی روٹی نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ میرے نزدیک حلوا ہوجاتی ہے پس جبکہ بھوک میں یہ صفت ہے تو آدمی اگر چاہے کہ بالکل حلوا ہی کھائے تو وہ صبر کر کے ایسا کرسکتا ہے۔

اب ہم ان خوبیوں سے قطع نظر کر کے کہتے ہیں کہ بھوک ہر شخص کو تو دی بھی نہیں جاتی کیونکہ جانوروں کے لیے تو بہت وسیع چراگاہ موجود ہے یعنی شکم خواروں کے لیے حق سبحانہٗ کے یہاں غذا کی کمی نہیں۔ پھر ان کو کیوں بھوکا رکھا جائے گا۔ بھوک تو خاصانِ حق کو دی جاتی ہے کہ وہ بمقتضائے الجوع طعام الصدیقین اس سے غذائے روحانی حاصل کر کے شیر اور زورآور ہوجائیں۔ اور ہر کمینہ بھکارے کو بھوک نہیں دیتے اور چونکہ چارہ کی کمی نہیں ہے اسلئے اسکو اس جانور کے آگے ڈال دیتے ہیں کہ لے کھا۔ کیونکہ تو اسی قابل ہے کیونکہ تو آبِ حیات کا طالب جانور نہیں۔ بلکہ روٹی کا طالب جانور ہے اب ہم کہتے ہیں کہ اے طالبِ نان ——— تیرے دل میں روٹی کی فکر کے سوا اور کچھ بھی ہی نہیں اور مجھے روٹی کے سوا کچھ یاد ہی نہیں آتا لیکن تو یہ تو بتا کہ اتنے دنوں تک تو نے کھایا تو اس کا نتیجہ کیا ہوا کچھ بھی نہیں پس ایسی لاحاصل زندگی سے بھوکا مرنا بہتر ہے اچھا ہم تمہیں ایک حکایت سناتے ہیں جس سے تم کو توکل کی ضرورت معلوم ہو سنو! ایک بزرگ اپنے ایک مرید کے ساتھ شہر کو جا رہے تھے اور وہاں روٹیوں کی کمی تھی جنابمیں مرید کو بھوک اور قحط کا خوف اسکی غفلت کے سبب ہر دم زیادہ ہوجاتا تھا۔ شیخ صاحب کشف تھے

انکو اسکی اندرونی حالت پر اطلاع تھی لہٰذا انہوں نے فرمایا کہ ارے تو کب تک پریشان رہیگا بھلے مانس! تو روٹی کے غم میں فنا ہو گیا اور صبر و توکل کی طرف سے تو نے بالکل آنکھیں بند کرلیں۔ تجھ کو ایسا نہ چاہیئے بھائی تو عزیز نازنینوں سے نہیں ہے کہ تجھے بے جوز و مویز یعنی بے غذائے جسمانی رکھیں گے بھوک تو خواص اہل اللہ کی ارواح کا رزق ہے وہ تجھ سے پریشان خاطر گدا گر کو کب ملے گا پس تو اطمینان رکھ تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے کہ اس مطبخ میں بدوں روٹی کے کھڑا رہے ——— اسلئے تجھے روٹی خود ضرور ملے گی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحبو! شکم خوار عوام کے لیے پیالوں پر پیالے اور روٹی پر روٹی چلی آرہی ہے یعنی شکم پروروں کو بکثرت غذا مل رہی ہے حتیٰ کہ جب ان میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اس کے آگے روٹی چلتی ہے کیونکہ وہ روٹی ہی کی فکر میں جان دیدیتا ہے اسلیے یوں کہا جاسکتا ہے کہ اُسنے خوفِ فقر سے اپنے کو ہلاک کر دیا لہٰذا حق سبحانہٗ کے حکم تکوینی سے اسکے آگے آگے روٹی چلتی ہے جس میں اشارہ ہوتا ہے اس طرف کہ اے اپنے کو پریشانی سے مار ڈالنے والے شخص تو تو چل دیا حالانکہ تو تو بزبانِ حال خلود کا مدعی تھا اور روٹی ہنوز باقی ہے حالانکہ تو اسکو ختم ہو جانے والا سمجھتا تھا لے اُٹھ کرلے لے (فائدہ: میر و دنان پیش پیش میں اشارہ ہے ایک رسم کی طرف اور وہ رسم یہ ہے کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو اسکی قبر پر جنازہ کے ساتھ روٹیاں اور اناج وغیرہ صدقہ کے لیے لے جاتے ہیں یہ رسم چونکہ بدعت ہے اسلئے ہم نے شرح میں حکم حق سبحانہٗ کو تکوینی کے ساتھ مقید کیا ہے۔ واللہ اعلم) پس جبکہ حالت یہ ہے کہ تو تم کو خدا پر بھروسہ چاہیئے اور خوفِ فقر سے تھرانا نہ چاہیئے۔ اسلئے کہ جس قدر تم رزق پر عاشق ہو اُس سے زیادہ خود رزق تم پر عاشق ہے۔ شاید تم کہو کہ عاشق ہے تو ملتا کیوں نہیں۔ سو بات یہ ہے کہ وہ عاشق ضرور ہے مگر تمہاری بے صبری کا اسے علم ہے اسی لیے وہ توقف کرتا ہے لیکن اگر تمہیں صبر ہوتا تو وہ خود آتا اور عاشقوں کی طرح اپنے کو تمہارے اوپر ڈالتا پس تم کیوں بے صبر ہو اور فقر و فاقہ سے کیوں ڈرتے ہو۔ تم توکل کرو۔ توکل میں تم مستغنیانہ زندگی بسر

کر سکتے ہو - اب ہم تمہیں ایک حکایت سُناتے ہیں - جس سے تم کو بے صبری کا
لا یعنی ہونا معلوم ہو اور تمہاری توکل کو قوت ہو - دنیا میں ایک سر سبز جزیرہ ہے اور ایک
تنہا گائے ہے وہ شام تک تمام جنگل چر لیتی ہے - یہاں تک کہ وہ خوب موٹی تازی ہو جاتی
ہے لیکن رات کو اس خیال سے کہ کل کو کہاں سے کھاؤں گی نہایت دبلی ہو جاتی ہے
پس جبکہ اگلا دن ہوتا ہے تو جنگل ہرا ہو جاتا ہے اور خوید اور کھیتی کمر کمر تک ہو جاتی ہے
اس میں گائے بے تابانہ گھستی ہے اور شام تک سب کو صاف کر دیتی ہے اور پھر خوب موٹی
تازی ہو جاتی ہے اور اس کا جسم چربی اور قوت سے بھر جاتا ہے مگر رات کو پھر وہ ڈرتی ہے
تا آنکہ وہ اس خوف سے کہ کل کو گھاس کہاں سے ملے گا دبلی ہو جاتی ہے -
غرضکہ برسوں سے اس کا یہی کام ہے اور وہ ہرگز نہیں خیال کرتی کہ میں اس سبزہ
زار اور اس چمن میں اتنے دنوں سے گھاس کھا رہی ہوں اور میری روزی اصلاً کم نہیں ہوتی پھر
یہ خوف اور غم اور دل سوزی کیوں ہے اور جب رات ہوتی ہے تو وہ موٹی تازی گائے خواہ
مخواہ دُبلی ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ ہائے میرا رزق جاتا رہا -
یہ قصہ تو سُن چکے اب سُنو کہ نفس اُس گائے کے مانند ہے اور دنیا اس جنگل کے
مُشابہ کیونکہ وہ ہر روز کھاتا ہے مگر پھر روٹی کے خوف سے گھُلا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے
میں کل کو کیا کھاؤں گا اور کل کو روٹی کہاں سے حاصل کرونگا اس کو کوئی کہے کہ ارے احمق! تو نے
برسوں کھایا اور کھانے میں کمی نہیں آئی تو آئندہ کی فکر چھوڑ - اور گذشتہ زمانہ پر نظر کر اور
جس قدر تو غذا کھا چکا ہے اس میں غور کر کہ وہ کہاں سے آئی تھی جہاں سے وہ آئی تھی وہیں سے
اور آئیگی پس تو آئندہ کی فکر چھوڑ اور دُبلا مت ہو - اچھا اب گائے کے قصہ کو الگ
کرنا چاہیئے اور گدھے اور شیر کی حالت بیان کرنی چاہیئے -

صید کردنِ شیر آں خر را و تشنہ شدنِ شیر از کوشش و رفتن

شیر کا اُس گدھے کو شکار کر لینا اور محنت کی وجہ سے شیر کا پیاسا ہو جانا اور چشمہ پر جانا

بہ چشمہ تا آب خورد تا باز آمدنِ شیر روباہ جگر بند و دل و گردۂ

تاکہ پانی پئے، شیر کے واپس آنے تک لومڑی گدھے کا جگر اور دل اور گردہ کھا چکی

خر را خوردہ بود کہ لطیف ترست شیر طلب کرد دل و

تھی کیونکہ عمدہ تھا شیر نے تلاش کیا تو دل اور جگر نہ پایا

جگر نیافت از روبہ پرسید کہ دل و جگر و گردہ کجاست

لومڑی سے دریافت کیا کہ دل اور جگر اور گردہ کہاں ہے!

روبہ گفت اگر اُو را دل و جگر بودے آنچناں سیاستے کہ

لومڑی نے کہا، اگر اس کے دل و جگر ہوتا تو وہ سختی جو اس نے اس دن دیکھی تھی

دیدہ بود آں روز بہزار حیلہ جان بردہ بود کے بر تو باز آمدے

جس سے ہزار حیلے سے جان بچائی تھی تو تیرے پاس کب آتا؟

[1] لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ

اگر ہم سنتے اور سمجھتے تو دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے

بُرد خر را روبہک تا پیشِ شیر
لومڑی گدھے کو شیر کے سامنے لے گئی

پارہ پارہ کردش آں شیرِ دلیر
اُس بہادر شیر نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئیے

تشنہ شد از کوششِ آں سلطانِ دد
محنت کی وجہ سے وہ درندوں کا بادشاہ پیاسا ہو گیا

رفت سوئے چشمہ تا آبے خورد
چشمہ کی جانب گیا تاکہ پانی پی لے

[2] روبہک خورد آں جگر بند و دلش
لومڑی اس کا جگر اور دل کھا گئی

آں زماں چوں فرصتے شد حاصلش
اس وقت چونکہ اس کو موقع ملا

شیر چوں واگشت از چشمہ بخور
شیر جب چشمہ سے خوراک کی جانب واپس آیا

جست در خر دل نہ دل بُد نے جگر
گدھے میں دل ڈھونڈا، نہ دل تھا نہ جگر

[3] گفت روبہ را جگر کو دل چہ شد
لومڑی سے کہا جگر کہاں ہے، دل کیا ہوا

کہ نباشد جانور را زیں دو بُد
جانور میں یہ دونوں لازمی ہوتے ہیں

گفت اگر بودے ورا دل یا جگر
اس نے کہا اگر اس کے دل یا جگر ہوتا

کے بدیں جا آمدے بارِ دگر
وہ دوبارہ اس جگہ کب آتا؟

آں قیامت دیدہ بود و رستخیز
اس نے قیامت اور حشر دیکھا تھا

واں ز کوہ افتادن و ہول و گریز
وہ پہاڑ سے گرنا اور خوف اور بھاگ دوڑ

---

[1] لو کنّا۔ دوزخی دوزخ میں کہیں گے اگر ہم صحیح بات سن لیتے اور سمجھ جاتے تو آج دوزخ میں نہ ہوتے۔ روبہک۔ ذلیل لومڑی۔ سلطانِ دد۔ درندوں کا بادشاہ، شیر۔

[2] روبہک۔ جب شیر پانی پینے چلا گیا تو لومڑی کو موقع مل گیا وہ گدھے کا دل اور جگر کھا گئی۔ شیر نے واپس آکر دیکھا تو گدھے کا دل و جگر موجود نہ تھا۔

[3] گفت۔ شیر نے لومڑی سے کہا دل اور جگر تو ہر جانور میں ضرور ہوتے ہیں وہ اس گدھے کے کہاں ہیں۔ اگر بودے۔ لومڑی نے کہا اگر اس گدھے کے دل و جگر ہوتا تو یہ دوبارہ تیرے پاس کیسے آتا۔ آں قیا۔ اس گدھے نے تیرا قیامت خیز حملہ دیکھا تھا اور پہاڑ پر سے شیر کے بل گرا تھا۔

۱ گر جگر بودے وُرا یا دل بُدے ‌ ‌ ‌ بارِ دیگر کے برِ تو آمدے

اگر اُس کے جگر ہوتا، یا دل ہوتا ‌ ‌ ‌ دوبارہ تیرے پاس کب آتا؟

چوں نباشد نورِ دل، دل نیست آں ‌ ‌ ‌ چوں نباشد روح جُز گِل نیست آں

جب دل میں نور نہ ہو تو وہ دل نہیں ہے ‌ ‌ ‌ جب روح نہ ہو تو مٹی کے سوا کچھ نہیں ہے

آں زجاجے کو ندارد نورِ جاں ‌ ‌ ‌ بولِ قارورہ است قندیلش مخواں

وہ شیشہ، جو جان کا نور نہیں رکھتا ‌ ‌ ‌ اُس کو قندیل نہ کہہ وہ پیشاب کی شیشی ہے

نورِ مصباح ست داد ذُوالجلال ‌ ‌ ‌ صنعتِ خلقت آں شیشہ و سفال

چراغ کا نور خدا کی عطا ہے ‌ ‌ ‌ شیشہ اور دیلا مخلوق کی کاریگری ہے

۲ لاجرم در ظرف باشد اعتداد ‌ ‌ ‌ در لَہب ہا نبود اِلّا اتحاد

لامحالہ ظرف میں تعدد ہے ‌ ‌ ‌ روشنیوں میں اتحاد کے سوا کچھ نہیں ہے

نورِ شش قندیل چوں آمیختند ‌ ‌ ‌ نیست اندر نورِ شاں اعداد چند

جب چھ قندیلوں کا نور ملا دیا ‌ ‌ ‌ اُن کے نور میں تعدد اور شمار نہیں ہے

آں جہود از ظرفہا مُشرک شدست ‌ ‌ ‌ نور دید آں مومن و مُدرِک شدست

یہودی ظرفوں کی وجہ سے مشرک بن گیا ‌ ‌ ‌ مومن نے نور دیکھا وہ شناسا بن گیا

چوں نظر بر روح اُفتد مرُورا ‌ ‌ ‌ پس یکے بیند خلیل و مصطفےٰ

چونکہ اُس کی نگاہ روح پر پڑتی ہے ‌ ‌ ‌ اس لئے خلیلؑ اور مصطفیٰؐ کو ایک دیکھتا ہے

چوں نظر بر ظرف اُفتد روح را ‌ ‌ ‌ پس دو بیند شیثؑ را و نوحؑ را

جب روح کی نظر ظرف پر پڑتی ہے ‌ ‌ ‌ وہ شیثؑ اور نوحؑ کو دو دیکھتا ہے

۳ جُو کہ آبش ہست جُو خود آں بُوَد ‌ ‌ ‌ آدمی آنست کو را جاں بُوَد

جس نہر میں پانی ہے، نہر وہی ہے ‌ ‌ ‌ آدمی وہی ہے، جس میں جان ہو

ایں نہ مرد انند اینہا صورت اند ‌ ‌ ‌ مُردہ نانند و کُشتۂ شہوت اند

یہ مرد نہیں ہیں، یہ مورتی ہیں ‌ ‌ ‌ روٹی پر جان دینے والے ہیں اور شہوت پر قربان ہیں

۱ گر جگر بودے۔ اگر دل وہ جگر ہوتا تو یہ دوبارہ نہ آتا۔ چوں نباشد جس عضو کا جو کام ہے اگر وہ عضو اپنا کام نہیں کرتا تو گویا وہ عضو ہی نہیں ہے دل میں جب نور نہ ہو تو وہ دل نہیں۔ انسان میں روح نہ ہو تو وہ محض مٹی کا پتلا ہے۔ آں زجاج جس شیشہ میں روشنی نہیں وہ قندیل نہیں بلکہ پیشاب کی شیشی ہے شیشہ یعنی قندیل کا شیشہ۔ سفال۔ یعنی مٹی کا چراغ۔

۲ لاجرم۔ چراغوں اور قندیلوں میں تعدد اور دوئی ہے اُن کی روشنی جو پھیلتی ہے اُس میں وحدت ہے۔ آں جہود۔ یہود نے انبیاء کے اجسام پر نظر کی تو ان میں تعدد سمجھا بعض پر ایمان لائے اور بعض کا کفر کر دیا۔ مومن نے اجسام اور ظروف پر نظر نہ کی بلکہ روح اور نور کو دیکھا جس میں وحدت ہے تو اُس کا عقیدہ ہوا کہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ۔ ہم اُن کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں۔

۳ جو۔ نہر تو وہی ہے جس میں پانی ہو آدمی وہی ہے جس میں روح ہو۔ ایں۔ عوام انسان نہیں ہیں مورتیں ہیں انکو زندہ بھی نہ سمجھو یہ شہوت اور روٹی کے مقتول ہیں

شرح

القصہ لومڑی گدھے کو شیر کے پاس لے گئی اور شیر نے اُسے چیر پھاڑ ڈالا چونکہ ضعیف تو تھا ہی اسکے ساتھ مشقت کی۔ اسکی اسی پر حرارت کا غلبہ ہوا اور پیاس لگ گئی پیاس بجھانے کے لیے وہ چشمہ پر گیا لومڑی کو موقع ملا اسنے دل اور جگر کو کھا لیا۔ جب شیر پانی پی کر کھانے کے لیے لوٹا تو اسنے دل تلاش کیا مگر اس کو نہ اس میں

دل ملا نہ جگر ملا۔ اسش لومڑی سے کہا کہ آخر دل کہاں گیا اور جگر کیا ہُوا۔ کیونکہ جانوروں میں ان دونوں کا ہونا تو ضروریات سے ہے۔ لومڑی نے جواب دیا کہ حضور اگر اس کے اندر دل یا جگر ہوتا تو یہ یہاں دوبارہ آتا ہی کیوں۔ کیونکہ وہ قیامت اور محشر کا نمونہ جو گذر چکا ہے اور وہ بیماڑ سے گرنا اور خوف اور بھاگڑ وہ خود اپنی آنکھ سے دیکھ چکا تھا پس اگر اسکے اندر دل یا جگر ہوتا تو دوسری دفعہ آپکے پاس آتا ہی کیوں۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحبو! جب دل میں نور نہ ہو جو دل کی رُوح ہے تو وہ دل نہیں ہے اور جبکہ اس میں رُوح نہ ہو تو وہ محض ایک گوشت پارہ اور مٹی ہے۔ دیکھو: جو شیشہ کہ اپنے اندر نور نہیں رکھتا جو کہ اس کی جان ہے۔ وہ قارورہ کا شیشہ ہے اُسے قندیل نہ کہنا چاہیئے کیونکہ جو کمال کی چیز ہے تو اس میں نور چراغ ہے کیونکہ وہ عطائے کردگار ہے باقی رہا شیشہ قندیل یا چراغ کا ٹھیکرا سو وہ تو کچھ بھی نہیں کیونکہ مخلوق کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں پس جبکہ اس میں وہی شے نہیں جس اسکا کمال ہے تو گویا کہ وہ بمنزلہ لاشے کے ہے اس مقام پر ہم کو ایک اور مناسب مضمون یاد آگیا پس ہم اسکو بیان کرتے ہیں سُنو! چونکہ نور شعلہ چراغ کامل ہے اور سفال و شیشہ ناقص۔ یہی وجہ ہے کہ ظروف یعنی سفال و شیشہ میں تعدد ہوتا ہے اور شعلوں میں صرف اتحاد ہوتا ہی چنانچہ جب قندیلوں کے انوار مل جائیں تو وہ سب ایک ہوتے ہیں اور ان میں تعدد و تفرق نہیں ہوتا۔ پس یہی حالت ارواح و اجسام انبیار کی سمجھو کہ ان کی ارواح کے انوار متحد ہیں اور اجسام مختلف۔ پس چونکہ کفار مکّہ نے اجسام پر نظر کی اور ابراہیمؑ اور مصطفیؐ کو دو سمجھا اور اپنے شرک کو دین ابراہیمی خیال کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکے مانع پایا تو وہ مشرک رہے اور مومنین نے ان کے انوار کو دیکھا اور دونوں کو ایک جانا۔ تو وہ حقیقت شناس ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کا حکم سمجھا اور بُت پرستی کو ترک کر دیا۔

پس خلاصہ یہ نکلا کہ جب آدمی کی نظر روح پر پڑتی ہے تو وہ ابراہیم اور مصطفےٰ یعنی انبیار کو ایک سمجھتا ہے اور جبکہ اس کی روح کی نظر اجسام پر پڑتی ہے

تو وہ شیث علیہ السلام اور نوح علیہ السلام یعنی انبیاء کو دو سمجھا ہے چنانچہ کفار نے اجسام پر نظر کی تو نُؤمن ببعض و نکفر ببعض کہا اور مومنین نے ارواح کو دیکھا۔ تو لا نفرق بین احد من رسلہ کہا۔

خیر یہ مضمون تو لطیفہ تھا کہنا ہم کو یہ ہے کہ دیکھو جس ندی میں پانی ہوتا ہے ندی حقیقی وہی ہے علیٰ ہٰذا آدمی وہی ہے جس میں حق شناس روح ہو۔ رہے یہ لوگ جو تم کو دکھائی دیتے ہیں یہ آدمی نہیں ہیں بلکہ آدمیوں کی تصویریں ہیں کیونکہ یہ حق شناس نہیں ہیں بلکہ عاشق نان اور مغلوب شہوت ہیں اس پر ہمیں ایک حکایت یاد آگئی سُنو۔

حکایتِ آں راہب کہ روز با چراغ میگشت درمیانِ

اُس درویش کی حکایت جو دن میں چراغ لئے ہوئے بازار میں چکر لگاتا تھا اُس

بازار از سرِ حالتے کہ او را بود

باطنی حالت کی وجہ سے جو اُس کو حاصل تھی

آں[1] یکے با شمع بر میگشت روز
ایک شخص دن میں چراغ لئے ہوئے گھومتا تھا

گرد بازار و دلش پر عشق و سوز
بازار میں، اور اُس کا دل عشق و سوزش سے پُر تھا

بو الفضولے گفت او را کاے فلاں
ایک بیہودہ نے اُس سے کہا کہ اے فلاں!

ہیں چہ میجوئی بسوئے ہر دکاں
ہر دکان کے پاس تو کیا ڈھونڈتا ہے؟

ہیں چہ میگردی تو جویاں با چراغ
ایں تو چراغ لئے ہوئے کیوں گھومتا ہے؟

درمیانِ روزِ روشن چیست لاغ
روشن دن میں (یہ) کیا مذاق ہے!

گفت میجویم بہر سو آدمے
اُس نے کہا میں ہر جانب انسان تلاش کرتا ہوں

کہ بود حے از حیاتِ آں دمے
جو اُس سانس کی زندگی سے زندہ ہو

گفت من جویائے انساں گشتہ ام
اُس نے کہا میں انسان کا جویاں بنا ہوں

می نیابم ہیچ و حیراں گشتہ ام
میں کسی کو نہیں پاتا ہوں اور حیران ہو گیا ہوں

گفت مردے ہست ایں بازار پُر
(فضولی) مرد نے کہا، یہ بازار بھرا ہوا ہے

مرد مانند آخر اے دانائے حُر
اے عقلمند آزاد! آخر انسان ہی ہیں

گفت خواہم مرد بر جادہ دو رہ[2]
اُس نے کہا میں دو راہے راستہ پر انسان چاہتا ہوں

در رہِ خشم و ہنگامِ شرہ
غصہ کے راستہ میں اور حرص کے وقت

حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہی ہے کہ بظاہر انسان بہت ہیں لیکن وہ انسان جن میں انسانیت ہو کمیاب ہیں۔

[1] آں یکے۔ ایک خدا کا عاشق دن میں چراغ جلائے ہوئے کچھ ڈھونڈتا پھرتا تھا یعنی دن میں چراغ کی روشنی سے تلاش کرنا مذاق اور دل لگی کی بات ہے تو چراغ لئے کیا تلاش کر رہا ہے۔ گفت۔ اُس عاشق خدا نے کہا میں ہر جانب ایسے آدمی کی تلاش میں ہوں جو اللہ کی عطا کردہ روح سے زندہ ہو اور مجھے کوئی انسان نہیں ملتا ہے۔ مرد مانند۔ اس بیہودہ شخص نے کہا کہ یہ سارا بازار انسانوں سے پٹا پڑا ہے اور تجھے کوئی انسان نظر نہیں آتا۔

[2] خواہم مرد۔ اس عاشق خدا نے کہا میں ایسے انسان کی تلاش میں ہوں جو دو حالتوں یعنی غصہ اور حرص کے وقت سیدھے راستہ پر چلتا ہوا

وقتِ خشم و وقتِ شہوت مرد کو
غصہ کے وقت اور شہوت کے وقت انسان کہاں ہے؟
طالبِ مردے دوانم کو بکو
میں ایسے انسان کی طلب میں کوچہ بکوچہ دوڑتا ہوں

کو دریں دو حال مردے در جہاں
دنیا میں ان دو حالتوں میں انسان کہاں ہے؟
تا فدائے او کنم امروز جاں
تاکہ آج میں اُس پر جان قربان کر دوں

گفت[۳] نادر چیز میجوئی ولیک
اُس نے کہا تو کمیاب چیز تلاش کرتا ہے لیکن
غافل از حکمِ قضائی نیک نیک
تو (اللہ کی) قضا کے حکم سے بالکل غافل ہے

ناظرِ فرعی ز اصلے بے خبر
تو شاخ کو دیکھنے والا ہے اصل سے بے خبر ہے
فرع مائیم اصل احکامِ قدر
ہم شاخ ہیں، تقدیر کے احکام اصل ہیں

چرخ گرداں را قضا گمرہ کند
قضا گھومنے والے آسمان کو گمراہ کر دیتی ہے
صد عطارد را قضا ابلہ کند
قضا سینکڑوں عطارد کو بے وقوف بنا دیتی ہے

تنگ[۵] گرداند جہانِ چارہ را
وہ تدبیر کی دنیا کو تنگ کر دیتی ہے
آب گرداند حدید و خارہ را
وہ لوہے اور (سنگ) خارہ کو پانی بنا دیتی ہے

اے قرارے دادہ رہ را گام گام
اے (وہ کہ تو نے) قدم بقدم راستہ طے کرنا قرار دیا ہے
خام خامی خام خامی خام خام
تو کچا ہی کچا ہے، کچا ہی کچا ہے، کچا، کچا

چوں بدیدی گردشِ سنگ آسیا
جبکہ تو نے پن چکی کے پتھر کے چکر کو دیکھا ہے
آبِ جو را ہم ببیں آخر بیا
آ، بالآخر نہر کے پانی کو بھی دیکھ لے

خاک را دیدی برآمد بر ہوا
تو نے ہوا پر گرد کو دیکھا ہے
درمیانِ خاک بنگر باد را
گرد کے درمیان ہوا کو دیکھ لے

دیگہائے[۲] فکر می بینی بجوش
تو نے فکر کی دیگوں کو جوش میں دیکھا ہے
اندر آتش ہم نظر می کن بہوش
ہوش سے آگ کو بھی دیکھ لے

گفت حق ایوبؑ را در مکرمت
اعزاز میں اللہ (تعالیٰ) نے (حضرت) ایوبؑ سے فرمایا
من بہر موئیت صبرے دادمت
میں نے تجھے ہر ہر بال کی برابر صبر دیا ہے

ہیں بصبرِ خود مکن چندیں نظر
خبردار! اپنے صبر پر زیادہ نظر نہ کر
صبر دیدی صبر دادن را نگر
تو نے صبر دیکھا ہے، صبر دینے کو دیکھ لے

چند بینی گردشِ دولاب را
رہٹ کی گردش کو کب تک دیکھے گا؟
سر بروں کن ہم ببیں میراب را
سر باہر کو نکال، پانی والے کو بھی دیکھ لے

چرخ - تقدیر خداوندی آسمان کو بھی راستہ سے بھٹکا دیتی ہے عطارد ستارہ جو آسمان کا منشی ہے اُس کو تقدیر احمق بنا دیتی ہے۔

وقتِ خشم - (شعر) غصہ آدمی اُسکو نہ جانیے گا ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم و ذکا۔ جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا۔ کو - اگر ایسا آدمی مجھے مل جائے تو میں اُس پر جان قربان کر دوں۔ ۳ گفت - اُس شخص نے کہا ایسا انسان نادر اور کمیاب ہے اسکا ملنا دشوار ہے تو تقدیر خداوندی کے حکم سے غافل ہے اور انسان کے افعال کو اس کا اختیاری فعل سمجھتا ہے۔ ناظر - انسان کا اپنا اختیار کہاں ہے اصل تو تقدیر خداوندی ہے۔ ۵ تنگ - تقدیر کے سامنے تدبیر ہیچ ہے لوہے اور سنگ خارہ کو تقدیر پانی کر دیتی ہے۔ اے - تو نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ راستہ تیرے قدم طے کرتے ہیں یہ تیری خام کاری ہے سب کچھ تقدیر کرتی ہے۔ چون بدیدی - تو ظاہری اسباب پر نگاہ رکھتا ہے اور حقیقی سبب سے غافل ہے۔ خاک - تو ظاہر پر نظر رکھتا ہے حقیقت اور باطن تجھ سے پوشیدہ ہے۔ ۲ دیگہائ - جس طرح دیگ بغیر آگ کے جوش نہیں کھاتی اسی طرح اسباب ظاہری بغیر مؤثر حقیقی کے کچھ اثرات نہیں رکھتے ہیں۔ گفت - حضرت ایوبؑ کا صبر مشہور ہے خدا نے انکو بھی یہ حکم دیا تھا کہ اپنے صبر کو نہ دیکھ صبر دینے والے کو دیکھ۔ چند بینی - رہٹ کو نہ دیکھ رہٹ چلانے والے کو دیکھ

تو ہمی گوئی کہ می بینم ولیک — دیدِ آنرا بس علامتہاست نیک
تو کہتا ہے میں دیکھ رہا ہوں، لیکن — اُس کے دیکھنے کی بہت سی علامتیں ہیں

گردشِ[۴] کف را چو دیدی مختصر — حیرتت باید بدریا درنگر
جب تو نے دریا کے مختصر جھاگ دیکھے — تجھے حیرت درکار ہے، دریا کو دیکھ

آنکہ کف را دید سرگویاں بُوَد — وآنکہ دریا دید اُو حیراں بُوَد
جس نے جھاگ کو دیکھا اُس نے سر پیٹا — جس نے دریا دیکھا وہ حیران ہے

آنکہ کف را دید نیتہا کُند — وآنکہ دریا دید دل دریا کُند
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ نیتیں کرتا ہے — اور جس نے دریا دیکھا وہ دل کو دریا بنا لیتا ہے

آنکہ[۵] کفہا دیدہ باشد در شمار — وآنکہ دریا دیدہ شُد بے اختیار
جس نے جھاگوں کو دیکھا وہ گنتی میں ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے اختیار ہو گیا

آنکہ کف را دید در گردش بُوَد — وآنکہ دریا دید اُو بےغش بُوَد
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ چکر میں ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے کھوٹ ہے

آنکہ کف را دید بیگارش کُند — وآنکہ دریا دید بردارش کُند
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اُس سے بیگار لیتا ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ اُسکو سولی پر چڑھا دیتا ہے

آنکہ کف را دید گردد مستِ[۶] اُو — وآنکہ دریا دید باشد غرقِ ہُو
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اُس کا مست بنجاتا ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ خدا میں غرق ہو جاتا ہے

آنکہ کف را دید آید در سخن — وآنکہ دریا دید شُد بے ما و من
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ باتیں بناتا ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بیخود اور بے انانیت کے ہو جاتا ہے

آنکہ کف را دید پالودہ شود — وآنکہ دریا دید آسودہ شود
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ صاف کیا جاتا ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ آرام سے ہو جاتا ہے

تو ہمی۔ تیرا دعویٰ تو یہ ہے کہ تو حقیقی سبب کو دیکھتا ہے لیکن حقیقی سبب کو دیکھنے والوں کی ایک علامت بھی تیرے اندر نہیں ہے۔

[۴] گردش۔ یعنی اِن تعینات کی جو بہت تھوڑے ہیں تو نے یہ چہل پہل دیکھی ہے اگر مقام حیرت میں پہنچا تو دریائے حقیقت ذاتِ باری تعالیٰ پر نظر کرتا۔ آنکہ۔ جو صرف تعینات پر نظر رکھتا ہے اور اُنکو دریا سے جدا چیز سمجھتا ہے وہ لاحاصل سجدے کرتا ہے جو شخص دریائے وحدت پر نظر رکھتا ہے اُس کو محمود حیرانی حاصل ہوتی ہے●

[۵] آنکہ کفہا۔ جو شخص دریائے حقیقت سے غافل ہے اور محض بُلبلوں اور جھاگوں کو دیکھ رہا ہے وہ اپنے افعال کو شمار کرتا ہے کہ کچھ اختیاری اور کچھ اضطراری ہیں اور وہ شخص جس کی دریا پر نظر ہے اپنے اختیاری افعال کو بھی سمجھتا ہے کہ یہ اختیار بھی خدا کا عطا کردہ ہے۔ گردش بُوَد یعنی ایسے شخص کو سکون حاصل نہیں ہوتا۔ بےغش بُوَد۔ یعنی اُس کو اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ بیگارش۔ یعنی دنیا کے دھندوں سے لگتا ہے اور اُخروی اجر سے محروم رہتا ہے۔ بردارش کُند۔ وہ مخلوق کو فنا کرکے خالق کی خدمت میں لگ جاتا ہے۔

[۶] مستِ اُو۔ مخلوق میں مست ہو کر خدا سے غافل ہو جاتا ہے۔ غرقِ ہُو یعنی فنا فی اللہ۔ در سخن۔ مصرع: آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

● آنکہ۔ جو شخص تعینات کو دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو بالکل دریائے حقیقت سے جدا سمجھتا ہے اپنے عمل کو اپنی طرف منسوب سمجھ کر مختلف نیتیں اچھی بُری کرتا ہے۔ وآنکہ دریا۔ جس نے بحرِ حقیقت کو دیکھ لیا ہے اُس کا دل اس قدر وسیع ہے کہ وہ سب کچھ منجانب اللہ سمجھتا ہے۔

شرح ایک شخص دن کے وقت شمع لئے ہوئے کسی مطلوب کے عشق اور سوز سے بھرا ہوا بازار میں گھوم رہا تھا ایک فضول نے کہا کہ جناب آپ ہر دکان کے سامنے کیا ڈھونڈتے ہیں ارے آپ روز روشن میں چراغ سے کیا تلاش کرتے پھرتے ہیں یہ کیا مذاق ہے اسنے جواب دیا کہ میں ہر طرف ایک ایسے آدمی کو تلاش کرتا ہوں جو حق سبحانہٗ کے نفخ رُوح سے زندہ ہو یعنی عارف ہو اسنے یہ بھی کہا کہ میں ہر طرف آدمی کو تلاش کرتا ہوں مگر مجھے بالکل نہیں ملتا اور اسلئے میں حیران ہوں اسنے کہا کہ صاحب! آدمیوں سے تو بازار بھرا ہوا ہے آخر یہ بھی تو آدمی ہیں اسنے کہا کہ میں ایسے آدمی تلاش نہیں کرتا مجھے تو ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو دُو رستوں پر مرد ثابت ہو ان میں سے ایک راہ غضب ہے اور دوسرا راہِ حرص اور میں یہ دیکھتا ہوں کہ غصہ اور خواہشِ نفس کے وقت مرد کہاں ہے۔ اور میں ان دونوں صفتوں کے مرد کو کوچہ بکوچہ تلاش کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ جو ان دو حالتوں میں مرد ہو۔ ایسا شخص دنیا میں کہاں ہے تاکہ اس پر آج ہی جان قربان کردوں چونکہ اس گفتگو سے مقصود اس شخص کا لوگوں کو نصیحت کرنا اور یہ کہنا تھا کہ تم کو ایسا ہونا چاہیئے چنانچہ طریقِ جستجو اس پر شاہد ہے اسلئے مجیب نے جواب میں جبر سے تمسک کیا۔ اور یوں جواب شروع کیا۔ آپ واقعی ایک عجیب چیز تلاش کرتے ہیں جو کہ دستیاب نہیں ہوتی۔ مگر یہ آپ کی غلطی ہے کہ اس میں بندوں کو مجرم ٹھہراتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کی حالت اس پر شاہد ہے اور یہ آپکے حکم قضا سے نہایت سخت غفلت ہے آپ فرع کو دیکھتے ہیں مگر اصل کو نہیں دیکھتے اصل تو احکام قدر ہیں۔ رہے ہم! سو ہم تو اسکے تابع ہیں پس جیسا حکم قضا وقدر ہوتا ہے ہم ویسے ہی بن جاتے ہیں پھر اگر ہم میں ایسا آدمی نہیں ہے جیسا آپ چاہتے ہیں تو الزام کی کیا بات ہے، بدوں حکم الٰہی کے ہم ایسے بن کیسے سکتے ہیں پس یہ آپکی نصیحت فضول ہے انسان تو کیا چیز ہے قضا وقدر میں تو وہ قوت ہے کہ اس وضع خاص سے پھرنے والے آسمان کو اس روش سے پھیر دے اور عطارد جو کہ مُدبر فلک ہے اس جیسے سینکڑوں کو احمق کر دے اور عالم تدبیر کو بالکل تنگ کردے کہ کسی کو تدبیر ہی نہ بن پڑے اور لوہے اور سنگ خارا کو پانی بنادے پس اے شخص جس نے راہ خدا کو

اقدام انسان اور اس کی سعی سے طے ہونے الاقرار دے رکھا ہے تو ہنوز خام ہے۔ خام ہے خام ہے خام ہے تونے انسانی تصرفات کو دیکھ لیا اور اسکو مختار سمجھ لیا اور مختار سمجھ کر اسے ملزم ٹھہرا دیا اور نصیحت پر آمادہ ہوگیا۔ آخر تجھے اس پر تو نظر کرنی چاہیئے جو اس مشین کو چلا رہا ہے اور جبکہ تونے پن چکی کے پتھر کو گھومتے دیکھا ہے تو تجھے پانی کو بھی تو دیکھنا چاہیئے جو اس کو گردش دے رہا ہے نیز تونے خاک کو ہوا میں حرکت کرتے دیکھا ہے مگر تجھے خاک کے اندر ہوا کو بھی تو دیکھنا چاہیئے نیز تو افکار کی ہانڈیاں پکتے دیکھا ہے۔ مگر تجھے تصرف حق سبحانہٗ کو بھی تو عقل سے دیکھنا چاہیئے جو انہیں پکا رہی ہے۔ غرضکہ آدمی مجبور اور تابع اختیار خداوندی ہے پس وہ قابل ملامت نہیں ہے۔

میرے اس بیان کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حق سبحانہٗ نے ایوب علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ ہم نے تمہارے بال بال کو صبر عطا کیا ہے پس تم اپنے صبر پر نظر نہ کرنا تم نے صبر ضرور کیا ہے۔ مگر یہ تو دیکھو کہ صبر دیا کس نے ہے پس تم اپنے صبر پر گھمنڈ نہ کرنا۔ بلکہ ہمارے ممنون ہونا۔ پس اے شخص تو گردش دولاب پر کب تک نظر کرے گا اور کب تک اسکو اس حرکت میں مختار سمجھے گا۔ ذرا سر باہر نکال اور دولاب چلانے والے کو دیکھ کہ وہ چلا رہا ہے ورنہ دولاب کیا چیز ہے تو کہتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں اور میں قضا و قدر کا منکر نہیں ہوں لیکن جناب دیکھنے کی بہت سی علامتیں ہیں جو تم میں نہیں پائی جاتیں اس لیے یہ محض تمہارا زبانی دعویٰ ہے۔ اچھا۔ جبکہ حرکت خس و خاشاک۔ یعنی مساعی انسانیہ کو ناچیز سمجھا ہے جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے تو تم کو حیرت چاہیئے اور صفت تعطل تم پر غالب ہونے چاہیئے حالانکہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ خود تمہارے اس وعظ سے ظاہر ہے پس تم کو دریا (متصرف حقیقی) پر نظر کرنی چاہیئے اور مساعی انسانیہ کو نظر انداز کر دینا چاہیئے۔

دیکھو جو شخص صرف کف پر نظر کرتا ہے اور انسان کو فاعل مختار سمجھتا ہے وہی سر مارتا اور مساعی میں سرگرم ہوتا ہے۔ اور وہ شخص جو کہ دریا کو دیکھتا ہے اور حق سبحانہٗ کو متصرف سمجھتا ہے وہ تو حیران اور معطل ہوتا ہے اور جو کف کو دیکھتا ہے وہی ارادہ کرتا ہے کہ میں آج یہ کروں گا اور کل وہ کروں گا اور جو شخص دریا کو دیکھتا ہے وہ اپنے دل کو دریا کر لیتا ہے یعنی نہایت وسیع

الاخلاق ہو جاتا ہے کہ نہ کسی پر طعن و تشنیع کرتا ہے اور نہ کسی کو پند و نصیحت کرتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے بقضائے الٰہی ہو رہا ہے اور جو کوئی کف کو دیکھتا ہے وہ ہی کہتا ہے کہ ہم بھی قابل شمار ہیں یعنی اپنے کو ہی فاعل مختار سمجھتا ہے۔ رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ اپنے کو جماد محض جانتا ہے اور تعطل اس پر غالب ہوتا ہے اور جو کوئی کف کو دیکھتا ہے وہی گردش میں ہوتا ہے۔ رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ اس نقص سے منزہ ہوتا ہے اور جو کوئی کف دیکھتا ہے وہی اسکی بیگار کرتا ہے یعنی استرضائے خلق کے لئے ان کی خدمت کرتا ہے رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ انکو سولی دیتا ہے اور سب کو آگ لگاتا ہے اور جو شخص کف کو دیکھتا ہے وہ اسی پر عاشق ہوتا ہے رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ سراسر اس میں مشغول ہوتا ہے اور جو شخص کف کو دیکھتا ہے وہی گفتگو کرتا ہے رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ اپنے کو مٹا دیتا ہے اور جو کوئی کف کو دیکھتا ہے اسکو انکار گھلائے ڈالتے ہیں۔ رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ چین سے ہوتا ہے۔

یہ علامتیں ہیں حق سبحانہٗ پر نظر کرنے والے اور مخلوق پر نظر کرنے والے کی۔ اور ان علامتوں میں سے تمہارے اندر وہی علامتیں پائی جاتی ہیں جو کہ مخلوق پر نظر کرنے والی کی ہیں پس تم حق سبحانہٗ پر نظر کرنے والے نہیں ہو۔ اور تمہارا دعوای حق بینی محض غلط ہے یہ جواب تھا اس مجیب کا۔ جس کی بنا اعتقاد جبر ہے۔ اب ہم تم کو ایک جبری اور ایک سنی کا... مناظرہ سناتے ہیں تاکہ تم کو اس مجیب کی تلمیع و تلبیس پر اطلاع ہو جائے اچھا سنو۔

دعوت کردن مسلمان مرمغے را با سلام وجواب او

مسلمان کا ایک آتش پرست کو اسلام کی دعوت دینا اور اس کا جواب

مرمغے را گفت مردے کاے فلاں
ایک شخص نے ایک آتش پرست کہا اے فلاں

ہیں مسلماں شو بباش از مومناں
خبردار! بسلمان ہو جا، مومنوں میں سے بنجا

گفت اگر خواہد خدا مومن شوم
اس نے کہا اگر خدا چاہے گا میں مومن بنجاؤنگا

ور فزاید فضل ہم موقن شوم
اگر زیادہ مہربانی کرے گا صاحب یقین بنجاؤنگا

گفت میخواہد خدا ایمان تو
اس نے کہا خدا تیرے ایمان کا خواہشمند ہے

تا رہد از دست دوزخ جان تو
تاکہ تیری جان دوزخ کے ہاتھ سے نجات پاجائے

۵۳ گفت۔ اس آتش پرست نے کہا اگر خدا چاہے گا تو میں مومن بن جاؤں گا اور اگر مزید مہربانی ہوئی تو پھر موقن یعنی وہ مومن جس کو عین الیقین کا درجہ حاصل ہو بن جاؤنگا۔ میخواہد۔ مسلمان نے کہا۔ خدا تجھے مومن بنانا چاہتا

یک نفسِ نحس و آں شیطانِ زشت | می کشندت سوئے کفران و کنشت
لیکن منحوس نفس اور بد شیطان | تجھے کفر اور بت خانہ کی طرف کھینچتے

گفت اے منصف چو ایشاں غالبند | یارِ او باشم کہ باشد زورمند
اس نے کہا اے منصف! جب وہ غالب ہیں | میں اس کا دوست بنوں گا جو طاقت ور ہو

یارِ[1] آں تانم بُدن کو غالب ست | آں طرف افتم کہ غالب جاذب ست
میں اس کا یار بنوں گا جو غالب ہے | میں اس طرف جھکوں گا جو زیادہ کھینچنے والا ہے

چوں خدا میخواست از من صدقِ زفت | خواستش چہ سود چوں پیشش نرفت
جب خدا مجھ سے پختہ سچائی چاہتا ہے | اس کے چاہنے کا کیا فائدہ جبکہ اس کی نہیں چلتی ہے؟

نفس و شیطاں خواہشِ خود پیش برد | واں عنایت قہر گشت و خرد و مرد
نفس اور شیطان کی اپنی خواہش چلی | وہ مہربانی مغلوب اور ریزہ ریزہ ہو گئی

تو یکے قصر و سرائے ساختی | اندرو صد نقشِ خوش افراختی
تو نے ایک محل اور سرائے بنائی | اس میں تو نے اچھے نقش بنائے

خواستی مسجد شود آں جائے خیر | دیگرے آمد مر آنرا ساخت دیر
تو نے چاہا وہ اچھی جگہ مسجد ہے | دوسرا آیا اس نے اس کو بت خانہ بنا لیا

یا[2] تو بافیدی یکے کرباس تا | خوش بسازی بہرِ پوشیدن قبا
یا تو نے سوت بُنا تاکہ | پہننے کے لئے اچھی قبا بنائے

تو قبا میخواستی خصم از نبرد | رغمِ تو کرباس را شلوار کرد
تو نے قبا (بنانی) چاہی دشمن نے مخالفت سے | تیرے برخلاف کپڑا کو شلوار کر دیا

چارۂ کرباس چہ بود جانِ من | جز زبونِ رائے آں غالب شدن
اے میری جان! کپڑے کے لئے کیا چارہ ہوگا؟ | غالب آنے والے کے تابع بن جانے کے سوا

او زبوں شد جرمِ ایں کرباس چیست | آنکہ او مغلوبِ غالب نیست کیست
وہ مغلوب ہو گیا اس کپڑے کی کیا خطا ہے؟ | جو غالب سے مغلوب نہیں ہے وہ کون ہے؟

چوں کسے ناخواہِ او بر وے براند | خار بُن در ملک و خانہ او نشاند
جب کسی نے اس کے خلاف اس پر حملہ کیا | اس کی ملکیت اور گھر میں کانٹوں کی جھاڑی لگا دی

صاحبِ[3] خانہ بدیں خواری بود | کایں چنیں بر وے خلافت میرود
گھر والا اس ذلت میں ہو | کہ اس طرح کی اس پر حکومت ہو

ہم خلق گردم من ار تازہ و نوم | چونکہ یارِ ایں چنیں خوارے شوم
میں بھی بوسیدہ بن جاؤں خواہ تازہ اور نیا ہوں | جبکہ میں ایسے کمزور کا دوست بن جاؤں

چونکہ خواہِ نفس آمد مستعاں | تسخر آمد ایش شاء اللہ کاں

---

[1] یار۔ آتش پرست نے کہا جبکہ نفس اور شیطان کا چاہا ہوا ہو رہا ہے تو وہ تگڑے ہیں اور مجھے قوی کا ساتھ دینا چاہیے۔ چوں خدا۔ اگر خدا مجھ سے سچائی چاہتا ہے اور نفس و شیطان کے مقابلہ میں اس کی کچھ نہیں چلتی ہے تو اسکے چاہنے کا کیا فائدہ ہے۔ خرد و مرد۔ ریزہ ریزہ۔ تو یکے۔ اگر کوئی ایک اچھا مکان بنا کر اس کو مسجد بنانا چاہے اور کوئی دوسرا اس پر غالب آکر اس کو بت خانہ بنا دے تو مسجد بنانے والے کی خواہش کا کیا فائدہ ہوا۔

[2] یا تو۔ اگر تو نے کپڑا اس لئے بنا کر تو اس کی قبا بنائے اور تیرا مخالف آکر اسکو شلوار بنا دے تو کپڑے کیلئے اس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ غالب کے سامنے مغلوب ہو جائے۔ چارہ۔ کپڑے کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ غالب کے سامنے مغلوب ہو جائے اور وہ جو کچھ اس کا بنانا چاہے بنجائے۔ چوں کسے جب کوئی شخص کسی پر غالب ہوتا ہے تو اس کا سب کچھ بگاڑ دیتا ہے۔

[3] صاحب خانہ۔ غاصب کے مقابلہ میں گھر کا مالک عاجز ہو جاتا ہے اور اس پر دوسرا حکمرانی کرتا ہے۔ ہم خلق۔ کمزور کا ساتھی بھی ذلیل ہوتا ہے۔ چونکہ۔ جب نفس اور شیطان غالب ہو تو یہ کہنا کہ جو اللہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے ایک مذاق کی بات ہے۔

من[1] اگر ننگِ مُغاں یا کافرم
میں اگر آتش پرستوں کے لئے ، ننگ یا کافر ہوں

آں نیَم کہ بَر خدا ایں ظن بَرم
میں وہ نہیں ہوں کہ خدا پر اس طرح کا گمان کروں

گر کسے ناخواہِ اُو ورغمِ اُو
اگر کوئی اُسکی خواہش کے بغیر اور اُسکی ذلت کے ساتھ

گردد اندر مُلکتِ اُو حُکم جُو
اُس کی ملک میں حاکم ہو

مُلکتِ اُورا فرو گیرد چنیں
اُس کی مملکت پر اس طرح قبضہ جمالے

کہ نیارد دَم زدن دَم آفریں
کہ دم کو پیدا کرنے والا ، دم نہ مار سکے

دفعِ اُو میخواہد و می بایدش
وہ اُس کو دفع کرنا چاہے اور اُسکو کرنا چاہیے

دیو ہر دم غُصہ می افزایدش
شیطان ہر وقت اُس کا غصہ بڑھائے

بندۂ ایں دیو میباید شُدن
اِس شیطان کا بندہ ہونا چاہیئے

چونکہ غالب اُوست در ہر انجمن
جبکہ ہر مجلس میں وہ غالب ہے

تامبادا[2] کیں کشد شیطان زِ من
تاکہ ایسا نہ ہو کہ شیطان مجھ سے کینہ وری کرے

پَس چہ دستم گیرد آنجا ذُوالمنن
تو اُس جگہ خدا میری دستگیری کرے گا ،

آنکہ اُو خواہد مُرادِ اُو شوَد
جو وہ (شیطان) چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے

از کہ کارِ من دگر نیکو شوَد
پھر کس دوسرے سے میرا کام اچھا ہوگا

مَثلِ شیطان بر درِ رحمٰن
رحمٰن کے دربر شیطان کی مثال

حاش لِلّٰہ ایش شاء اللّٰہ کاں
اللہ پاک ہے ، جو اس نے چاہا ہوا

حاکم آمد در مکان ولامکاں
وہ مکان اور لامکاں میں حاکم ہے

ہیچکس دَر ملکِ اُو بے امرِ اُو
کوئی شخص اُس کے حکم کے بغیر اُسکی ملک میں

در نیفزاید سَرِ یک تارِ مُو
ایک بال برابر زیادتی نہیں کر سکتا ہے

مُلک[3] مُلکِ اُوست فرماں آنِ اُو
سلطنت اُسی کی سلطنت ہے ، حکم اُس کا ہے

کمترین سَگ بَر درآں شیطانِ اُو
اُس کا شیطان اُس کے دروازے پر ادنیٰ کتا ہے

تُرکماں را گر سَگے باشد بدَر
اگر ترکمان کے دروازے پر کُتا ہو

بَر درش بنہادہ باشد رُوے وسَر
اُس کے دروازے پر منہ اور سر رکھے ہوتا ہے

کودکانِ خانہ دُمش میکشند
گھر کے بچے اُس کی دُم کھینچتے ہیں

باشد اندر دستِ طفلاں خوارمند
وہ بچوں کے ہاتھوں ذلیل ہوتا ہے

---

۱ من اگر ۔ میں خواہ کافر یا آتش پرست ہوں تو میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ اللہ کا چاہا ہوا نہ ہو اور شیطان اور نفس کی خواہش پوری ہو ۔ گر کسے ۔ آتش پرست کہتا ہے کہ میں عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ کوئی شخص خدا کی ملکیت میں اُس کے برخلاف حکمرانی کر سکے اور خدا اُس کے سامنے دم بھی نہ مار سکے اور خدا دشمن کو دفع کرنا چاہے اور دشمن دفع نہ ہو اور خدا کا غصہ اور بڑھتا رہے ۔ بندہ ۔ اگر خدا اور شیطان کی یہی حالت ہے تو پھر خدا کی بجائے شیطان کا بندہ بن جانا چاہیئے کیونکہ خدا مغلوب اور شیطان غالب ہے ۔

۲ تامبادا ۔ اِس حالت میں اگر شیطان کی بجائے خدا کی بندگی کی جائے تو شیطان دشمن بن جائے گا اور خدا کوئی مدد نہ کر سکے گا ۔ آنکہ جب شیطان کا منشا پورا ہوتا ہے تو پھر شیطان کے علاوہ میرا بھلا اور کون کر سکتا ہے ۔ حاش للہ ۔ اللہ تعالیٰ اِس سے پاک ہے کہ اُس کا ارادہ پورا نہ ہو ۔ ہیچکس ۔ اُس کی خدائی میں ایک ذرہ اُس کے حکم کے خلاف نہیں ہو سکتا ۔

۳ ملک ۔ دنیا اور آخرت اُس کا ملک ہے شیطان تو اُس کے در کا معمولی کتا ہے ۔ ترکمان ۔ یہ خانہ بدوش قوم تھی غارتگری اُس کا پیشہ تھا حفاظت کے لئے یہ عمدہ کتے بھی پالتے تھے گھر کے بچے اُن کتوں کی دُمیں کھینچتے تھے لیکن اجنبی انسان پر وہی کتے نرشیر کی طرح حملہ کر دیتے تھے ۔

باز اگر بیگانہ معبر کُند
پھر اگر کوئی اجنبی گذرتا ہے

حملہ بروے ہمچو شیرِ نر کُند
نر شیر کی طرح اُس پر حملہ کرتا ہے

کہ۵۱ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ شُد
کیونکہ ۰ وہ کفار پر سخت ہیں ۰ بن گیا

با ولی گل با عدو چوں خار شُد
دوست کیساتھ پھول اور دشمن کیساتھ کانٹا ہوگیا

ز آب تتماجے کہ دادش ترکماں
پتلے حریرے کی وجہ سے جو ترکمان نے اُسے دیا

آنچناں وافی شدست و پاسباں
ایسا وفادار اور محافظ بن گیا

پس سگِ شیطاں کہ حق ہستش کُند
تو شیطان کتا جس کو اللہ (تعالیٰ) پیدا کرتا ہے

اندرو صد فکرت و حیلت تند
اُس میں سینکڑوں خیال اور حیلے ڈالتا ہے

آبروہا را غذائے او کُند
آبرؤوں کو اُس کی غذا بناتا ہے

تا بُرد او آبروئے نیک و بد
تاکہ وہ بھلے اور بُرے کی آبرو اُڑا لے جائے

آبِ تتماج ست آبِ روی عام
عوام کی آبرو پتلا حریرہ ہے

کہ سگِ شیطاں ازاں یابد طعام
کہ شیطان کتا اُس سے غذا حاصل کرتا ہے

بر۵۲ درِ خرگاہِ قدرت جانِ او
اُس کی جان قدرت کے خیمہ کے دروازے پر

چوں نباشد حکم را قرباں بگو
حکم پر قربان کیسے نہ ہوگی! بتا

گلہ گلہ از مرید و از مَرید
مُرید اور سرکش جماعت در جماعت

چوں سگِ باسط ذراعے بالوصید
کتے کی طرح چوکھٹ پر بازو پھیلائے ہوئے ہے

بر درِ کہفِ الوہیت چو سگ
الوہیت کے غار کے دروازے پر کتے کی طرح

ذرہ ذرہ امر جو بر جستہ رگ
ذرہ ذرہ بھڑکتی ہوئی رگ کیساتھ حکم کا طالب ہے

اے۵۳ سگِ دیو امتحاں میکن کہ تا
اے شیطان کتے! امتحان کر کہ کب تک

چوں دریں رہ می نہند ایں خلق پا
اس راستے میں کس طرح یہ مخلوق پاؤں رکھتی ہے

حملہ میکن منع میکن می نگر
حملہ کر ، روک دیکھ

تا کہ باشد مادہ اندر صدق و نر
کہ سچائی میں کون مادہ اور کون نر ہے!

پس۵۴ اعوذ از بہر چہ باشد چو سگ
تو اعوذ کس لئے ہوتی ہے! جب کتا

گشتہ باشد از ترفع تیز تگ
بڑائی کی وجہ سے تیز دوڑتا ہے

ایں اعوذ آنست اے ترکِ خطا
یہ اعوذ اس لئے ہے کہ اے خطا کے تُرک!

بانگ بر زن بر سگ و رہ برگشا
کتے کو دھمکا اور راستہ کھول دے

تا بیایم بر درِ خرگاہِ تو
تاکہ میں تیرے خیمہ کے در پر آ جاؤں

حاجتے خواہم ز جود و جاہِ تو
تیری سخاوت اور رُتبہ سے حاجت طلب کرلوں

---

۵۱ آ۔ انکے کتوں کی یہ حالت تھی کہ مخالفوں اور اجنبیوں کے لئے سخت تھے دوستوں کے لئے پھول اور دشمنوں کے لئے کانٹا تھے۔ ز آب۔ ترکمان اُس کتے کو پتلا دیا پلا تا تھا تو وہ اُس کا اس قدر وفادار اور محافظ بن گیا۔ پس۔ جب معمولی غذا پانے پر کتا ترکمان کا ایسا فرمانبردار ہے تو شیطان جس کو خدا نے پیدا کیا اور طرح طرح کی غذائیں اُس کو عطا کرتا ہے۔ وہ شیطان لوگوں کی آبرو سے غذا حاصل کرتا ہے۔

۵۲ بر درِ خرگاہ۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں شیطان اُس کے حکم پر کیوں قربان نہ ہوگا.... گلہ گلہ۔ خدا کے دربار میں ہر ارادتمند اور ہر سرکش کتے کی طرح اگلے ہاتھ بچھائے ہوئے بیٹھا ہے۔ وصید۔ چوکھٹ۔ صحن۔ مَرید۔ سرکش۔ بر در کہف۔ اللہ کے دربار کے غار کے سامنے شیطان کتے کی طرح بیٹھا ہے جس کا ذرہ ذرہ اللہ کے حکم کا منتظر ہے۔

۵۳ اے سگ۔ اللہ نے شیطان کو اس لئے بٹھا رکھا ہے تاکہ وہ دربار میں پہنچنے والوں کا امتحان کرے اور سچائی کے دروازہ کو پہچان لے اور جو سچائی میں مکمل نہیں ہیں اُن کو دربار تک نہ پہنچنے دے۔ لہٰذا شیطان

۵۴ پس اعوذ۔ تعوذ باللہ کی تعلیم اسی لئے دی گئی ہے کہ دربار میں پہنچنے والوں پر اگر شیطان کتا بھونکے تو وہ

چونکہ تُرک از سطوتِ سگ عاجز ست — ایں اَعُوذ وایں فغاں ناجائز ست

جبکہ ترک ابھی، کُتّے کے حملے سے عاجز ہے — یہ اَعُوذ اور یہ فریاد بیکار ہے

تُرک ہم گوید اَعُوذ از سگ کہ مَن — ہم زِ سگ دَر ماندہ ام اندر وَطن

ترک بھی کہے کہ میں کُتّے سے پناہ چاہتا ہوں کیونکہ میں — بھی گھر میں کُتّے سے عاجز ہوں

تو نمی یاری بدیں دَر آمدن — من نمی یارم زدر بیروں شُدن

تو اِس دروازے تک نہیں آ سکتا — میں دروازے سے باہر نہیں نکل سکتا

خاک اکنوں بر سَرِ تُرک و قُنُق — کہ یکے سگ ہر دو را بندد عُنُق

اب تُرک اور مہمان کے سَر پر خاک — کہ ایک کتا دونوں کی گردنیں جکڑ دے

حاشَ لِلّٰہ تُرک بانگے بَر زَند — سگ چہ باشد شیرِ نر خوں قے کُند

خدا پاک ہے۔ تُرک ایسی ڈانٹ پلائے گا — کُتا کیا ہوتا ہے؟ نر شیر خون کی قے کر دے

ایکہ خود را شیرِ یزداں خواندہٗ — سالہا شُد با سگے دَرماندہٗ

اے وہ! کہ تو اپنے آپ کو خدا کا شیر کہتا ہے — سالوں گذر گئے تو کُتّے سے عاجز ہے

چوں کُند ایں سگ برائے تو شکار — چوں شکارِ سگ شُدستی آشکار

یہ کُتا تیرے لئے شکار کب کرے گا؟ — جبکہ تو کُھلے بندوں کُتّے کو شکار بن گیا

اَعُوذ کے مالک کو پکار کر کہیں کہ وہ اپنے کُتّے کو راستے سے ہٹا دے تاکہ وہ دربار تک پہنچ سکیں۔ چونکہ جب ترک خود کُتّے سے عاجز ہو تو پھر اَعُوذ پڑھنا بالکل بیکار ہے۔

ترک۔ وہ تُرک خود کُتّے سے پناہ مانگتا ہے۔

۲؎ تو نمی۔ تُرک یہ کہے کر کُتّے کے ڈر سے تو اندر نہیں آسکتا اور میں باہر نہیں نکل سکتا۔ خاک۔ ایسے تُرک اور مہمان کے سر پر خاک ہو....

حاش للہ۔ تُرک سے یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ کُتّے سے ڈرے کُتا تو درکنار اُس کی ڈانٹ سے شیر خون کی قے کر دے گا۔ انسان جو خلیفۃ اللہ ہے وہ شیطان کے ڈر سے اور مغلوب ہو جائے یہ بُری بات ہے۔

۳؎ چوں کُند۔ جب مالک خود کُتّے سے ڈرے تو کُتّا اُس کے لئے کیا شکار کریگا۔

شرح

ایک شخص نے کسی کافر سے کہا کہ اے فلانے! تو مسلمان ہو جا اور مومن بن جا اُس نے جواب دیا کہ ہاں اگر خدا چاہے گا تو مومن ہو جاؤں گا اور اگر اس کا فضل اور زیادہ ہو گا تو عارف ہو جاؤں گا۔ اس پر مومن نے کہا کہ خدا تو۔۔ چاہتا ہے کہ تو مومن ہو جائے تاکہ دوزخ کے پنجہ سے تیری جان چھوٹے مگر نفس و شیطان تجھے کفر اور بت خانہ کی طرف کھینچتے ہیں اُس نے جواب دیا کہ اب آپ ہی انصاف سے کہہ دیجئے کہ جب نفس و شیطان خدا سے زور دار ہیں؟ تو مجھے کیا کرنا چاہیئے میں تو اسی کا ساتھ دوں گا جو طاقتور ہو گا اور اسی کا ساتھی ہو سکتا ہوں جو غالب ہے اور اسی طرف جا دیگا۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو زور دار ہوتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

اچھا بتلاؤ جبکہ خدا مجھ سے صدق و خلوص عبودیت چاہتا ہے تو اسکی چاہنے سے کیا فائدہ
جبکہ اسکی خواہش چلتی ہی نہیں برخلاف اسکے نفس و شیطان اپنے خواہش چلا لیتے ہیں اور
ان کے سامنے خدا کا ارادہ مغلوب اور فنا ہوجاتا ہے۔ پھر میں خدا کا طرفدار کیسے ہو سکتا
ہوں۔ دیکھو! تم نے ایک محل اور مکان بنایا اور اس میں عمدہ عمدہ نقش و نگار بنائے اور تم نے
چاہا کہ تم اس کو مسجد بناؤ۔ دوسرا آیا اور اس نے اسکو بت خانہ کر دیا۔ تو اب بتلاؤ کہ اس مکان
کا کیا قصور ہے وہ تو غالب کی اطاعت کے لئے مجبور ہے یا یوں کہو کہ تم نے ایک کپڑا تیار کیا
تاکہ تم پہننے ... کے لیے اسکو عمدہ قبا بناؤ۔ پس تم تو اس کو قبا بنانا
چاہتے تھے۔ مگر دوسرا شخص آیا اور اس نے تمہاری خواہش کے خلاف اُسے پاجامہ بنا دیا۔ ایسی
حالت میں کپڑا بجز اس کے کیا کر سکتا ہے کہ وہ غالب کی رائے سے مغلوب ہو جائے اور جو
وہ چاہے وہ بن جائے اور اگر اس حالت میں وہ مغلوب ہو گیا تو اس کا کیا قصور ہے کیونکہ
وہ کون ہے جو غالب سے مغلوب نہیں ہوتا۔ مغلوب غالب ہونا تو لازمی امر ہے پس جبکہ
کوئی شخص خدا کی مرضی کے خلاف اس پر حملہ کرے اور اس کے ملک اور گھر میں کانٹے
بو دے اور خدا اس قدر کمزور ہیں کہ اس پر دوسروں کی یوں حکومت چلے تو میں اس
کا ساتھ کیسے دے سکتا ہوں۔ جبکہ میں ایسے کمزور کا ساتھ دوں گا۔ تو لامحالہ میری گت
بنے گی۔ اور میں اچھی حالت سے بُری حالت میں ہو جاؤں گا۔ نیز جبکہ نفس و شیطان
خدا پر اس درجہ تسلط حاصل کئے ہوئے ہیں جیسا کہ تمہاری بات سے ظاہر ہے۔ تو خواہش
نفس و شیطان ہی قابل استطاعت ہوئے اور یہ کہنا کہ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے محض
بے معنی اور مضحکہ خیز امر ٹھہرا۔ سو جناب! خواہ میں کافر ہوں اور خواہ کافر سے بھی بڑھ کر
ہوں۔ میں تو خدا کی نسبت ایسا نہیں خیال کر سکتا۔ اگر یہی اسلام ہے تو یہ اسلام آپ ہی
کو مبارک رہے اور اگر بالفرض خدا مجبور ہے ہی تو میں کہتا ہوں کہ جب خدا کی یہ حالت
کہ دوسرے اس کی منشا کے خلاف اس کی حکومت میں اپنے احکام نافذ کریں اور اسکے
ملک پر یوں تسلط حاصل کر لیں کہ خدا دم نہ مار سکے اور وہ اسکو نکالنا چاہے مگر نکال نہ سکے
اور نفس و شیطان اپنی سرکشی سے ہر وقت اس کا رنج

بڑھاتے رہیں تو ہرگز ایسے خدا کی غلامی نہ کرنی چاہیئے۔ بلکہ شیطان و نفس کا بندہ ہونا چاہیئے کیونکہ ہر مقام پر وہی غالب ہیں لہٰذا انہی کی اطاعت ضروری ہے۔ تاکہ مبادا خلاف ورزی کی صورت میں مجھ سے انتقام لیں۔ کیونکہ اگر میں نے اس کی مخالفت کی اور انہوں نے مجھ سے انتقام لیا تو اس وقت خدا مجھے کیا سہارا لگائے گا اور جبکہ نفس شیطان کی یہ حالت ہے کہ جو وہ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے تو پھر اسکی کسی سے برا کام بنے گا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور وہ ضعف و مغلوبیت سے منزہ ہے وہ مکان اور لامکان ہر دو جگہ حاکم ہے کوئی شخص اس کے ملک میں بدوں اسکی حکم کے بال برابر تغیر نہیں کرسکتا۔ ملک اس کا ہے اور حکم اس کا۔ شیطان اسکی در کا ایک کتا ہے اسکی کیا مجال ہے کہ وہ خدا کی مرضی کے خلاف کوئی کارروائی کرے اور خدا کسی کی ہدایت چاہے اور شیطان اسے گمراہ کردے ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

دیکھو! ایک ترک کے دروازہ پر کتا ہوتا ہے جو کہ اسکی ہی در پر پڑا ہوتا ہے اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ گھر کے لونڈے اسکی دم کھینچتے ہوتے ہیں اور وہ بچوں کے ہاتھ میں ذلیل اور کمزور ہوتا ہے۔ مگر اسکی ساتھ ہی اسکی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر کوئی بیگانہ گذرنا چاہے تو وہ اس پر شیر کی طرح حملہ کرتا ہے کیونکہ وہ مخالفین کے مقابلہ میں سخت اور موافقین کے مقابلہ میں نرم ہوتا ہے اور دوست کے حق میں گل اور دشمن کے حق میں خار ہوتا ہے۔ یہ کتا اس قدر وفادار ہوتا ہے اسکی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ ترک اسے شوربا پلاتا کھلاتا ہے پس جبکہ ایک کتے کی ترک کے سامنے یہ حالت ہے تو سگ شیطان جس کو خدا وجود عطا کرتا ہے اور اسکی اندر سینکڑوں خیالات اور تدابیر پیدا کرتا ہے۔ اور لوگوں کی آبروؤں کو اسکی غذا بناتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ بھلے بروں کی آبرو لے اڑتا ہے کیونکہ عوام کی آبروی اس کا شوربا ہے جسکی وہ غذا حاصل کرتا ہے اور بارگاہ قدرت پر پڑا ہوا ہے ایسی حالت میں وہ خدا پر کیوں نہ قربان ہوگا اور اس کا مخالف کیسے ہوگا۔ خدا کی تو یہ حالت ہے کہ مطیعین اور نافرمانوں کے گروہ کے گروہ اسکی آستانہ پر یوں پڑے ہیں جیسا کتا آستانہ غار پر ہاتھ پھیلائے ہوئے پڑا ہے اور الوہیت کی غار پر ہر ذرہ کتے کی طرح حکم کا منتظر اور چوکنا پڑا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز خدا کے حکم کی مطیع ہے اور کوئی مخالفت نہیں کر سکتا خواہ وہ شیطان ہو یا نفس یا اور کوئی۔ پس شیطان جو کچھ کرتا ہے اسکے حکم سے کرتا ہے کیونکہ اسکو حکم ہے کہ اے شیطان! ذرا جانچ لینا کہ اس راہ میں لوگ کیسے پاؤں رکھتے ہیں تو حملہ کیا کر اور اسکو روکا کر۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون خلوص میں پُر ہے اور کون بے خلوص ورنہ اگر شیطان مطیع نہ ہوتا اور بحکم خدا ایسا نہ کرتا بلکہ مخالفانہ کرتا تو اَعُوْذُ کے کیا معنیٰ اعوذ کے تو یہی معنیٰ ہیں کہ اے ترک اس کتے کو ڈانٹ دے اور میرے لیے رستے کھول دے۔ تاکہ میں تیری بارگاہ تک آجاؤں اور تیری سخاوت اور تیرے منصب سے اپنی حاجت کا سوال کروں پس جبکہ ترک سطوت سگ سے عاجز ہوگا تو یہ اَعُوْذُ اور یہ فغاں ناجائز ہوگا کیونکہ ترک کہے گا کہ میں خود کتے سے پناہ مانگتا ہوں کیونکہ میں خود اسکے خوف سے گھر میں بند ہوں تو اسکے خوف سے دروازہ پر نہیں آسکتا۔ میں اسکے ڈر سے باہر نہیں نکلتا۔ پس میں اور تُو دونوں برابر ہیں پس اس ترک کے سر پر بھی خاک پڑے اور اس مہمان کے سر پر بھی کہ ایک کتے نے دونوں کو محبوس کر رکھا ہے توبہ توبہ کہیں ترک کی یہ حالت ہو سکتی ہے اس کی حالت تو یہ ہے کہ اگر وہ ڈانٹ بتا دے تو کتا تو کیا ہے شیر خون اگل دے ارے تو اپنے کو شیر یزداں یعنی مؤمن اور محب خدا کہتا ہے اور برسوں سے کتے کے ساتھ الجھا ہوا ہے پس جبکہ تو خود کسی کا شکار ہو رہا ہے۔ تو کتا تیرے لئے شکار کیونکر کر سکتا ہے اور تجھ سے مغلوب کیونکر ہو سکتا ہے۔

(فائدہ: میرے خیال میں حاش للہ ؎ ما شاء اللہ کان سے آخر سرخی تک خود مولانا کا کلام ہے اور ان ابیات میں مولانا استطراداً چند مضامین بیان کئے ہیں۔ حاش للہ سے حق سبحانہٗ کا اپنی مخلوقات پر تسلط دکھلایا ہے اور ”اے سگ“ الخ سے حملہ میکن تک وجود شیطان کی حکمت بیان کی ہے اور پس اعوذ الخ سے ”حاش للہ ترک بانگے بر زند“ تک اسکا حق سبحانہٗ کے سامنے مغلوب ہونا بیان کیا ہے اور ایکہ خود را شیر یزداں سے آخر سرخی تک مضمون ارشادی بیان فرمایا ہے۔ واللہ اعلم)

جوابِ گفتنِ مومنِ سُنّی مرکافرِ جبری را در اثباتِ اختیارِ بندہ
بندہ کا اختیار کے ثابت کرنے میں سنّی مومن کا جبری کافر کو جواب دینا

ودلیل گفتن کہ سُنّت راہے باشد کوفتہ اقدامِ انبیا علیہم السلام
اور دلیل بیان کرنا کہ سنّت وہی راستہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کے پاؤں کا روندا

وبر یمین آں راہ بیابانِ جبرست کہ خود را اختیار نہ بیند و
ہوا ہے اُس کے دائیں جانب جبر کے جنگل کا راستہ ہے جو کہ اپنا اختیار نہیں

امر ونہی را منکر شود و تاویل کند واز منکر شدنِ امر ونہی
سمجھتا ہے اور امر و نہی کا منکر ہوجاتا ہے اور تاویل کرتا ہے اور امر و نہی کے منکر ہونے سے بہشت

لازم آید انکارِ بہشت و دوزخ کہ بہشت جزائے مطیعانِ
اور دوزخ کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ بہشت فرمانبرداروں کی جزاء ہے

امرست و دوزخ جزائے مخالفانِ امر و دیگر نگویم کہ بچہ انجامد
اور دوزخ حکم کے مخالفوں کی جزاء ہے اور مزید نہیں کہتا کہ کیا نتیجہ

کہ العاقل تکفیہ الاشارۃ و بر یسارِ آں راہ بیابانِ قدرست
نکلتا ہے عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے اور اُسکے بائیں جانب قدر کا جنگل ہے

کہ قدرتِ خالق را مغلوب قدرتِ خلق داند و ازاں فسادہا
جو اللہ کی قدرت کو مخلوق کی قدرت سے مغلوب سمجھتے ہیں اور اس سے وہ

زاید کہ آں مغ جبری بر می شمرد
خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جنکو وہ جبری آتش پرست گناتا ہے

گفت[1] مومن بشنو اے جبری خطاب	آں خود گفتی نک آوردم جواب
مومن نے کہا اے جبری! بات سُن	تو نے اپنی بات کہہ لی اب میں جواب دیتا ہوں
بازیِ خود دیدی اے شطرنج باز	بازیِ خصمت بہ بیں پہن و دراز
اے شطرنجی! تو نے اپنی چال دیکھ لی	مخالف کی لمبی چوڑی چال بھی دیکھ لے
نامۂ عذرِ خودت بر خواندی	نامۂ سُنّی بخواں چہ ماندی
تو نے اپنے عذر کی کتاب پڑھ دی	سُنّی کی کتاب (بھی) پڑھ (کر) تیرا کیا حال ہے
نکتہ گفتی جبریانہ در قضا	سِرِّ آں بشنو ز من در ماجرا
قضا کے بارے میں تو نے جبریوں کا نکتہ بیان کیا	معاملہ میں مجھ سے اس کا راز سُن لے
اختیارے[2] ہست ما را بے گماں	حس را منکر نتانی شد عیاں
یقیناً ہمارے لئے (بھی) اختیار ہے	تو آنکھوں دیکھی حس کا انکار نہیں کر سکتا
اختیارِ خود بہ بیں جبری مشو	رہ رہا کردی براہ آ کج مرو
اپنے اختیار کو دیکھ جبری نہ بن	تو نے راستہ چھوڑ دیا، راستہ پر آجا، ٹیڑھا نہ چل

سُنّت۔ جبر و قدر کے معاملہ میں جو صحیح مسلک ہے وہ بین بین ہے اُسکی ایک جانب جبر ہے اِس عقیدہ کی رُو سے انسان کا کوئی اختیار نہیں ہے جب انسان کو اختیار نہ ہو تو پھر اُسکو اللہ کا حکم دینا اور منع کرنا درست نہ ہوگا لہٰذا اُس عقیدہ کے مطابق انہیں تاویل کرنی ہوگی اور پھر جنت اور دوزخ کا انکار لازم آئیگا کیونکہ جنت تو فرمانبرداروں کی جزا ہے اور دوزخ نافرمانوں کی سزا ہے اور بائیں جانب قدر کا عقیدہ ہے جس کی بنیاد پر انسان کو اپنے افعال کا خالق سمجھتا ہے اور اللہ کی قدرت کو انسان کی قدرت سے مغلوب سمجھتا ہے اور اسکے نتائج بھی گمراہی کے نتائج ہیں گے

[1] گفت سُنّی مسلمان نے جبر کے عقیدے والے کو جواب دیا۔ جبری۔ وہ شخص جو جبر کا عقیدہ رکھتا ہو۔

[2] اختیارے۔ جبر کے عقیدے میں انسان کے اختیار کا بالکل انکار ہے مولانا انسان کے اختیار کو ثابت کرتے ہیں۔

سنگ[1] را ہرگز نگوید کس بیا
پتھر سے کوئی نہیں کہتا تو آجا

از کلوخے کس کجا جوید وفا
ڈھیلے سے وفاداری کون چاہتا ہے ؟

آدمی را کس نگوید ہیں بپر
انسان سے کوئی نہیں کہتا ، ہاں اُڑ

یا بیا اے کور تو در من نگر
یا اے اندھے ! آ مجھے غور سے دیکھ

گفت یزداں ما علی الاعمیٰ حرج
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اندھے پر تنگی نہیں ہے

کے نہد بر کس حرج ربّ الفرج
کشادگی کا پروردگار کسی پر تنگی نہیں ڈالتا ہے

کس نگوید سنگ را دیر آمدی
پتھر سے کوئی نہیں کہتا کہ تو تاخیر سے آیا

یا کہ چوبا تو چرا بر من زدی
یا اے لکڑی ! تو نے مجھے کیوں مارا ؟

ایں[2] چنیں واجستہا مجبور را
مجبور سے ایسی جواب طلبیاں

کس نگوید یا زند معذور را
کوئی نہیں کرتا ہے ، یا مجبور کو مارے

امر و نہی و خشم و تشریف و عتیب
حکم دینا اور روکنا اور غصہ اور اعزاز اور عتاب

نیست جز مختار را اے پاک جیب
اے پاک دل ! مختار کے سوا کے لئے نہیں ہے

اختیارے ہست در ظلم و ستم
ظلم اور ستم میں اختیار ہے

من ازیں شیطان و نفس ایں خواستم
میری مراد نفس اور شیطان سے یہی تھی

اختیار اندر درونت ساکن ست
تیرے اندر اختیار باقی ہے

تا ندید او یوسفے کف را نخست
جب تک اسنے یوسفؑ کو نہیں دیکھا ہاتھ کو زخمی نہیں کیا

اختیار و داعیہ در نفس بود
اختیار اور داعیہ نفس میں تھا

روش دید آنگہ پر و بالے کشود
اُن کا چہرہ دیکھا پھر بال اور پر کھولے

سگ[3] بخفتہ اختیارش گشتہ گم
سوئے ہوئے کتے کا اختیار گم ہو گیا ہے

چوں شکنبہ دید جنبانید دُم
جب معدہ دیکھا اس نے دُم ہلائی

اسپ ہم جو جو کند چوں دید جو
گھوڑا بھی جو جو کرنے لگتا ہے جب جو دیکھتا ہے

چوں بجنبد گوشت گربہ گفت مو
جب گوشت ہلتا ہے بلی میاؤں کہتی ہے

دیدن آمد جنبش آں اختیار
دیکھنا اُس اختیار کی حرکت بنا

ہمچو نفخے ز آتش انگیزد شرار
اُس پھونکنے کی طرح جو آگ سے چنگاریاں اڑاتا ہے

پس[4] بجنبد اختیارت چوں بلیس
تو تیرا اختیار حرکت میں آجاتا ہے جب شیطان

شد دلالہ آردت پیغام ویس
دلال بنتا ہے تیرے پاس ویس کا پیغام لاتا ہے

[1] سنگ ۔ انسان کو حکم دیا جاتا ہے پتھر کو کوئی حکم نہیں دیتا ہے معلوم ہوا کہ انسان میں قدرت اور اختیار ہے ۔ آدمی را جس چیز کی انسان میں قدرت اور اختیار نہیں ہے اُس کے بارے میں کوئی اُس کو حکم نہیں دیتا ہے انسان سے کوئی نہیں کہتا کہ تو اڑ۔ کس نگوید ۔ پتھر سے کوئی کسی طرح مطالبہ نہیں کرتا ہے اس لئے کہ جانتا ہے اُس میں کوئی قدرت اور اختیار نہیں ہے ۔

[2] ایں چنیں ۔ جس قدر مطالبات ہیں وہ صاحب اختیار و قدرت سے ہیں ، امر و غضب حکم اور ممانعت وغیرہ صاحب اختیار سے متعلق ہے ۔ اختیار ۔ انسان ظلم اور ستم کرنے اور نہ کرنے میں با اختیار ہے جب ظلم کرتا ہے تو خود اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے نفس اور شیطان خود انسان کا اپنا ارادہ ہے ساکن ۔ جب تک کسی طرح کا داعیہ پیدا نہیں ہوتا ہے تو انسان کا اختیار خوابیدہ رہتا ہے ۔ تا ندید ۔ اس سے حضرت یوسفؑ اور مصری عورتوں کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے ۔

[3] سگ بخفتہ ۔ جب تک کتا ہڈی نہیں دیکھتا تو سوتا رہتا ہے ہڈی دیکھ کر دُم ہلانا شروع کر دیتا ہے یہی حال انسان کے اختیار اور قدرت کا ہے جب تک کوئی داعیہ نہیں ہے وہ خوابیدہ ہے جب کوئی داعیہ ہوگا تو بیدار ہو جائے گا ۔ جو جو کند یعنی گھوڑا ہنہناتا ہے ۔ گربہ یعنی بلی میاؤں میاؤں کرتی ہے ۔ دیدن ۔ اس داعیہ کو دیکھنا اختیار کو بیدار اور متحرک بنا دیتا ہے ۔

[4] پس بجنبد ۔ شیطان تیرے معشوق کا پیغام لاتا ہے تو دلال کا کام کرتا ہے اور تیرا خوابیدہ اختیار حرکت میں آجاتا

چونکہ مطلوبے بریں کس عرضہ کرد — اختیارِ خفتہ بکشاید نبرد

جب اس شخص پر مطلوب پیش کیا — سویا ہوا اختیار جنگ شروع کر دیتا ہے

واں فرشتہ خیرہا بر رغمِ دیو — عرضہ دارد میکند در دل غریو

فرشتہ، شیطان کے برخلاف بھلائیاں — پیش کرتا ہے، دل میں شور برپا کر دیتا ہے

تا بجنبد اختیارِ خیرِ تو — زانکہ پیش از عرضہ خفتہ است این دو خو

تاکہ تیرا بھلائی کا اختیار حرکت میں آئے — کیونکہ پیش کرنے سے پہلے یہ دونوں صفتیں سوئی ہوئی ہیں

پس فرشتہ و دیو گشتہ عرضہ دار — بہرِ تحریکِ عروقِ اختیار

تو فرشتہ اور شیطان پیش کرنیوالے بنے — اختیار کی رگوں کو حرکت میں لانے کے لئے

می شود ز الہامہا و وسوسہ[۲] — اختیارِ خیر و شرت دہ کسہ

وسوسے اور الہاموں کی وجہ سے بنتا ہے — تیرا خیر اور شر کا اختیار دس فردوں والا

وقتِ تحلیلِ نماز اے بانمک — زاں سلام آورد باید بر ملک

اے ملیح! نماز ختم کرنے کے وقت — اس لئے فرشتوں کو سلام کرنا چاہیے

کہ ز الہام و دعائے خوب تاں — اختیارِ ایں نمازم شد رواں

کہ تمہاری اچھی دعا اور الہام سے — اس نماز کا (جزا) اختیار ختم ہو گیا

باز از بعدِ گنہ لعنت کنی[۳] — بر بلیس ایرا کہ از وے منحنی

پھر گناہ کے بعد تو لعنت کرتا ہے — شیطان پر، کیونکہ تو اسی وجہ سے کبڑا بنا

ایں دو ضد عرضہ کنندہ در سرار — در حجابِ غیب آمد عرضہ دار

در پردہ یہ دو متضاد پیش کرنے والے — غیب کے پردے میں پیش کرنیوالے ہیں

چونکہ پردہ غیب بر خیزد ز پیش — تو بہ بینی روئے دلالانِ خویش

جب غیب کا پردہ سامنے سے اٹھ جائیگا — تو اپنے دلالوں کا چہرہ دیکھ لے گا

وز سخن شاں واشناسی بے گزند — کاں سخن گو در حجاب اینہا بدند

اور تو بلا تکلف ان کی گفتگو کو پہچان لے گا — کہ پردے میں گفتگو کرنے والے یہی تھے

دیو گوید[۴] اے اسیرِ طبع و تن — عرضہ میکردم نہ کردم زورِ من

شیطان کہے گا اے طبیعت اور جسم کے قیدی! — میں نے پیش کیا تھا، میں نے مجبور نہ کیا تھا

واں فرشتہ گویدت من گفتمت — کہ ازیں شادی فزوں گردد غمت

اور وہ فرشتہ تجھ سے کہے گا میں نے تجھ سے کہا تھا — کہ اس خوشی سے تیرے رنج میں اضافہ ہوگا

آں فلاں روزت نگفتم من چناں — کہ ازاں سو لیست رہ سوئے جناں

کیا میں نے فلاں روز تجھ سے ایسا نہ کہا تھا؟ — کہ جنتوں کا راستہ اس جانب ہے

ہے اور جنگ شروع کر دیتا ہے۔ واں فرشتہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ شیطان کے برخلاف خیریں پیش کر کے دل میں غلیان پیدا کرتا ہے تاکہ شر کی بجائے خیر والا اختیار بیدار ہو جائے۔ پس۔ فرشتہ اور شیطان تو تیرے اندرونی اختیار کو متحرک کرتے ہیں اختیار تیرے اندر موجود ہوتا ہے

[۲] می شود۔ جو اختیار خود انسان میں موجود ہوتا ہے وہ فرشتوں کے الہام اور شیطان کے وسوسوں کے ذریعہ قوی ہو جاتا ہے۔ وقتِ تحلیل۔ جس وقت نمازی سلام پھیرتا ہے تو فرشتوں کی بھی نیت کرتا ہے اس لئے کہ انہی کی تحریک اور الہام سے اس نے نماز ادا کی ہے۔

[۳] باز۔ گناہ کے بعد انسان شیطان پر اسی وجہ سے لعنت بھیجتا ہے کہ اس کے وسوسہ کی وجہ سے وہ گناہ میں مبتلا ہوا اور اس نے کجروی اختیار کی۔ ایں دو یعنی فرشتہ اور شیطان۔ چونکہ۔ حشر میں جبکہ دنیوی زندگی کا یہ حجاب ختم ہو جائے گا تو فرشتہ اور شیطان کو خود دیکھ لے گا اور جو پس پردہ ان کی باتیں تھیں

[۴] دیو۔ وہاں شیطان تجھ سے کہہ دے گا کہ میں نے دل میں وسوسہ ہی تو ڈالا تھا تجھے مجبور تو نہ کیا تھا مگر فرشتہ تجھ سے کہے گا کہ میں نے تیرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس گناہ کی لذت اور خوشی بہت سے غموں کا سبب

ما محبّ جان و روح افزای تو — ساجدان مخلص بابای تو

ہم جان کو پیار رکھنے والے اور تیری روح کو بڑھانے والے ہیں — تیرے باوا کے مخلص اور سجدہ کرنے والے ہیں

ایں زمانت خدمتے ہم میکنم — سوئی مخدومی صلایت میزنم

میں اس وقت بھی تیری خدمت کر رہا ہوں — مخدوم بننے کی جانب تجھے بلاتا ہوں

آں گروہ بابات را بودہ عدیٰ — وز خطاب اُسجُدوا کردہ اِبا

وہ گروہ تیرے باوا کا دشمن تھا — اور "سجدہ کرو" کے حکم سے اُس نے انکار کیا تھا

آں گرفتی دادِ ما انداختی — حقِ خدمت ہائے ما نشناختی

تو نے وہ لے لیا اور ہماری بات کو نظر انداز کر دیا — تو ہماری خدمتوں کے حق کو نہ پہچانا

ایں زماں ما را و ایشاں را عیاں — در نگر بشناس از لحن و بیاں

اب ہمیں اور اُن کو آنکھ سے — دیکھ لے، لہجے اور گفتگو سے پہچان لے

نیم شب چوں بشنوی رازی ز دوست — چوں سخن گوید سحر دانی کہ اوست

جب تو آدھی رات کو دوست کی آواز، راز سنتا ہے — جب وہ صبح کو بات کرتا ہے تو جان لیتا ہے کہ وہ وہی ہے

ور دو کس در شب خبر آرد ترا — روز از گفتن شناسی ہر دو را

اگر رات میں دو شخص تیرے پاس خبر لائیں — دن میں بات کرنے سے تو دونوں کو پہچان لیتا ہے

بانگِ شیر و بانگِ سگ شب در رسید — صورتِ ہر دو ز تاریکی ندید

رات کو شیر کی آواز اور کتے کی آواز آئی — تو نے اندھیرے کی وجہ سے دونوں کی صورت نہ دیکھی

روز شد چوں باز در بانگ آمدند — پس شناسد شاں ز بانگ آں ہوشمند

دن نکلا، پھر جب وہ بولے — تو وہ ہوشمند آواز سے اُن کو پہچان لیتا ہے

مخلص اینکہ دیو و روح عرضہ دار — ہر دو ہستند از تتمہ اختیار

خلاصہ یہ ہے کہ شیطان اور فرشتہ پیش کرنے والے — دونوں اختیار کا تکملہ ہیں

اختیارے ہست در ما ناپدید — چوں دو مطلب دید آید در مزید

ہم میں چھپا ہوا اختیار ہے — جب دو مطلب دیکھتا ہے جوش میں آتا ہے

اوستاداں کودکاں را میزنند — آں ادب سنگِ سیہ را کے کنند

استاد بچوں کو پیٹتے ہیں — یہ سزا کالے پتھر کو کب دیتے ہیں!

ہیچ گوئی سنگ را فردا بیا — ور نیائی من دہم بد را سزا

تو کبھی پتھر کو کہتا ہے، کل آنا — اگر تو نہ آئے گا، تو میں بُرے کو سزا دوں گا

بنے کی۔ آں فلاں۔ فرشتہ یہ بھی کہے گا کہ فلاں روز میں نے تجھے جنّت کا راستہ بتایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ ہم تمہارے خیر خواہ ہیں اور تمہارے باپ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے والے ہیں۔ آیں زمانت۔ فرشتہ یہ بھی کہتا ہے کہ جس طرح ہم نے تمہارے باپ کی خدمت کی تمہاری خدمت کرتے ہیں اور نیک راستہ بتا کر تجھے مخدوم بنانا چاہتے ہیں۔ آں گروہ۔ فرشتے نے یہ بھی کہا کہ یہ شیاطین کی جماعت تمہارے باپ کی بھی دشمن تھی اور اُن کو سجدہ کرنے سے اس نے انکار کیا تھا۔

۳ آں۔ فرشتہ کہہ دے گا کہ تو نے ہمارا کہنا نہ مانا اور شیطان کا کہنا مانا۔ ایں زماں۔ پہلے تو نے ہمیں دیکھا نہ تھا آواز سُنی تھی اب آواز سے آواز ملا کر ہمیں پہچان لے ہم وہی ہیں یا نہیں ہیں۔ نیم شب۔ اندھیرے میں اگر کوئی تم سے بات کرتا ہے تو دن میں اس کی آواز سے پہچان جاتے ہو کہ رات میں بات کرنے والا شخص یہی تھا۔

لہ مخلص۔ بات کا خلاصہ یہ نکلا کہ انسان نیکی اور بدی کرنے میں با اختیار ہے مجبور نہیں ہے وہ اختیار پوشیدہ ہوتا ہے مقصد کے سامنے آجانے پر اس اختیار میں طاقت آجاتی ہے۔ اوستاداں۔ اُستاد بچہ کو مختار سمجھ کر غلطی پر مارتا ہے پتھر چونکہ مجبور محض ہے اس کو کوئی نہیں مارتا ہے۔ ہیچ۔ پتھر کو مجبور مان کر نہ کوئی شخص اس کو حکم دیتا ہے نہ اُسکو سزا کا مستحق سمجھتا

۳ ور دو کس۔ رات میں جو شخص باتیں کرتے ہیں دن میں ان کی آواز پہچان کر تم متعین کر لیتے ہو کہ ان دونوں میں سے فلاں بات فلاں شخص نے کہی اور فلاں بات فلاں شخص نے کہی تھی رات میں اگر کتے اور شیر کی آواز سُنی تھی تو دن میں جب دونوں کی آوازوں کو سنتا ہے تو جان جاتا ہے کہ رات کی فلاں آواز شیر کی تھی اور فلاں کتے کی تھی۔

هیچ عاقل مر کلوخے را زند — هیچ با سنگے عتابے کس کند

عقلمند انسان کبھی ڈھیلے کو مارتا ہے — کوئی کبھی پتھر پر غصہ کرتا ہے

در خرد جبر از قدر رسواتر ست — زانکہ جبری حس خود را منکر ست

عقلاً جبر قدر سے زیادہ برا ہے — کیونکہ جبری اپنے حس کا منکر ہے

منکر حس نیست آں مرد قدر[1] — فعل حق حسی نباشد اے پسر

قدری انسان حس کا منکر نہیں ہے — اے بیٹا اللہ (تعالیٰ) کا کام حس میں نہیں آتا

منکر فعل خداوند جلیل — ہست در انکار مدلول دلیل

خداوند جلیل کے فعل کا منکر — دلیل کے نتیجہ کے انکار میں (مبتلا) ہے

آں بگوید دود ہست[2] نارنے — نور شمعے بے ز شمع روشنے

وہ کہتا ہے دھواں ہے اور آگ نہیں ہے — شمع کی روشنی بغیر شمع کے روشن ہے

ویں[3] ہمیں بیند معین نار را — نیست میگوید پئے انکار را

اور یہ (جبری) آگ کو موجود دیکھتا ہے — انکار کے لئے "نہیں ہے" کہتا ہے

جامہ اش سوزد بگوید نار نیست — جامہ اش دوزد بگوید تار نیست

اس کا کپڑا جلتا ہے، کہتا ہے آگ نہیں ہے — اس کا کپڑا سیتا ہے، کہتا ہے دھاگا نہیں ہے

پس تسفسط آمد ایں دعوی جبر — لاجرم بدتر بود زیں روز گبر

یہ جبر کا دعوےٰ سوفسطائیت ہے — اس اعتبار سے وہ لامحالہ دہریہ سے بدتر ہے

گبر گوید[4] ہست عالم نیست رب — یا ربے گوید کہ نبود مستجب

دہریہ کہتا ہے عالم موجود ہے، خدا نہیں ہے — یارب کہتا ہے، جو قبول نہیں ہوتا ہے

ایں ہمی گوید جہاں خود نیست ہیچ — ہست سوفسطائی اندر پیچ پیچ

یہ کہتا ہے کہ دنیا خود کچھ نہیں ہے — سوفسطائی، پیچ و تاب میں ہے

جملہ عالم مقر در اختیار — امر و نہی ایں بیار و آں میار

اختیار کا سارا جہاں مقر ہے — حکم دینا اور منع کرنا یہ لاؤ اور وہ نہ لاؤ

او ہمی[5] گوید کہ امر و نہی لاست — اختیارے نیست ایں جملہ خطاست

وہ کہتا ہے کہ حکم دینا اور منع کچھ نہیں ہے — کوئی اختیار نہیں ہے، یہ سب غلط ہے

حس را حیواں مقر ست اے رفیق — لیک ادراک[6] دلیل آمد دقیق

اے دوست! حس کا حیوان مقر ہے — لیکن دلیل کا ادراک دقت طلب ہے

ہے۔ در خرد۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جبر کا عقیدہ تو قدر کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے کیونکہ جبر کے عقیدہ کی بنیاد پر انسانی فعل کا انکار لازم آتا ہے جو محسوس چیز ہی ہے تو گویا جبری اپنے ایک محسوس کا منکر ہے۔

[1] مرد قدر۔ قدری شخص جو اپنے آپ کو خود مختار مانتا ہے اللہ تعالیٰ کا بندے کو اختیار عطا کرنے کا منکر ہے وہ اللہ کے ایک فعل کا منکر ہے جو حسی چیز نہیں ہے جبکہ تقدیر کا شخص جو اللہ تعالیٰ کے بندے کو اختیار عطا کرنے کا منکر ہے وہ صرف ایک نظری دلیل کے نتیجہ کا منکر ہے۔ آں بگوید جبری عقیدے کا نتیجہ تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے دھواں موجود ہے مگر آگ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود بخود پیدا ہو گیا ہے اور موم بتی کا نور ہے لیکن موم بتی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود بخود موجود ہو گیا ہے۔

[3] ویں۔ جبری محسوس کا انکار کرتا ہے تو گویا آگ کو دیکھتے ہوئے آگ کے وجود کا انکار کرتا ہے۔

[4] گبر گوید۔ دہریہ اختیاری حالت میں عالم کو موجود مانتا ہے خدا کا منکر ہے لیکن اضطراری حالت میں خدا کو بھی پکارنے لگتا ہے اور سوفسطائی عالم کے وجود ہی کا منکر ہے۔ جملہ عالم۔ دنیا کے سب انسان انسان کے اختیار کے قائل ہیں اسی لئے ایک دوسرے کو حکم دیتا ہے اور منع کرتا ہے اگر مخاطب کو مختار نہ سمجھتے تو نہ حکم دیتے نہ منع کرتے۔

کپڑا آگ سے جل رہا ہے اور آگ کا انکار کرتا ہے دھاگے سے کپڑا سِل رہا ہے اور دھاگے کا انکار کرتا ہے۔۔
پس تسفسط۔ جبر کا عقیدہ تو سوفسطائی عقیدہ پر مبنی ہے جو اشیاء کو موجود نہیں مانتا بلکہ اشیاء کے وجود کو وہم اور خیال کہتا ہے اور یہ سوفسطائی عقیدہ دہریہ کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے۔

زانکہ محسوس ست مارا اختیار
کیونکہ ہمارا اختیار محسوس ہے

خوب می آید بر و تکلیفِ کار
اسکی بنیاد پر کام کا مکلف بنانا مناسب ہے

درکِ وجدانی چوں اختیار و اضطرار و خشم و اصطبار و
باطنی احساس جیسے کہ اختیار اور اضطرار اور غصہ اور صبر کرنا اور

سیری و ناہار بجائے حِس ست کہ زرد از سرخ بداں فرق
پیٹ بھرنا اور بھوک، حس کے قائم مقام ہے جو کہ زرد کو سُرخ سے

کنند و خُرد از بزرگ و تلخ از شیریں و مُشک از سرگیں و درشت
تمیز اور چھوٹے کو بڑے سے اور کڑوے کو میٹھے سے اور مشک کو گوبر سے اور سخت

از نرم و سرد از گرم و سوزاں ز شیر گرم و تر از خشک و لمس
کو نرم سے سرد کو گرم سے اور جلانے والے کو گنگنے سے اور تر کو خشک سے اور دیوار

دیوار از لمس درخت پس مُنکرِ وجدانی منکرِ حِس باشد و زیادہ
کے چھونے کو درخت کے چھونے سے فرق کرتی ہے تو باطنی احساس کا منکر حس کا منکر ہوگا

کہ وجدان از حِس ظاہر ترست زیراکہ حِس را تواں بستن و
اور اس سے بھی بڑھ کر کیونکہ باطنی احساس حس سے بڑھ کر ہے کیونکہ حس کو احساس کرنے سے باندھا

منع کردن از احساس و بستنِ راہ و مدخلِ وجدانیات
اور روکا جا سکتا ہے اور باطنی احساسات کے راستہ اور مدخل کو بند کرنا ممکن نہیں ہے

را ممکن نیست وَالعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ
ممکن نہیں ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

درکِ[۵۴] وجدانی بجائے حِس بُوَد
باطنی احساس حِس کی جگہ ہے

ہر دو در یک جدول اے عم میرود
اے چچا! دونوں ایک گول میں جاتے ہیں

نغز می آید برو کُن یا مکُن
اس پر بھلا لگتا ہے کر یا نہ کر

امر و نہی و ماجراہا در سخن
حکم دینا اور منع کرنا اور بات میں واقعات

ایں کہ فردا ایں کُنم یا آں کُنم
یہ کہ کل یہ کروں گا، یا وہ کروں گا

ایں دلیلِ اختیارست اے صنم
اے پیارے! یہ اختیار کی دلیل ہے

واں پشیمانی کہ خوردی زاں بدی
اور وہ شرمندگی جو تونے بدی سے اٹھائی

ز اختیارِ خویش گشتی مُہتدی
اپنے اختیار سے تو ہدایت یاب بنا

جملہ قرآں امر و نہی ست و وعید
سارا قرآن امر اور نہی اور ڈراوا ہے

امر کردن سنگِ مرمر را کہ دید
سنگِ مرمر کو حکم کرنا، کس نے دیکھا ہے؟

---

[۵۲] آو۔ جبری یہ کہتا ہے کہ حکم دینا اور روکنا سب غلط ہے انسان کو کرنے نہ کرنے میں کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ جِس۔ حیوانات تک حِس کے قابل ہیں لیکن جبری اس کا انکار کرتا ہے۔

[۵۳] یکت۔ قدری جو بندہ کو مختارِ مطلق قرار دیتا ہے وہ دلیل جیسی دقیق چیز کا منکر ہے لہٰذا جبری، قدری سے بے عقلی میں بڑھا ہوا ہے۔ آنکہ۔ انسان کا مختار ہونا بالکل حِسّی چیز ہے اسی بنا پر وہ مکلف قرار دیا گیا ہے۔

[۵۴] درک۔ علمِ وجدانی۔ وہ علم جو وجدان کے ذریعہ حاصل ہو وجدان نفس اور اس کی باطنی قوتوں کو کہا جاتا ہے۔ مولانا کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ کچھ معلومات تو وہ ہیں جو بذریعہ وجدان انسان کو حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ مجبور ہونا مضطر ہونا یا غصہ اور صبر کرنا اور کچھ معلومات وہ ہیں جو بذریعہ حواس حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ کسی چیز کا چھوٹا بڑا ہونا یا کڑوا میٹھا ہونا وغیرہ تو وجدانی معلومات ایسی ہی ہیں جیسا کہ وہ معلومات جو حواس کے ذریعہ ہوتی ہیں بلکہ وجدانیات محسوسات سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں کیونکہ محسوسات کا ذریعہ حواس ہیں اور حواس انسان معطل کر سکتا ہے لیکن وجدان کو معطل کرنا ممکن نہیں ہے تو جو شخص کسی وجدانی معنوں کا انکار کرے تو وہ محسوس کے منکر کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ

ہیچ دانا ہیچ عاقل ایں کُند
کوئی سمجھدار کوئی عقلمند یہ کرتا ہے

با کلوخ و سنگ خشم و کیں کُند
ڈھیلے اور پتھر سے غصہ اور کینہ کرتا ہے؟

کہ بگفتم کہ چنیں کُن یا چناں
کہ میں نے کہا تھا ایسا کر یا ویسا

چوں نکردید اے موات و عاجزاں
اے مُردو اور عاجزو! تم نے کیوں نہ کیا؟

عقل[۳] کے حکمے کُند بر چوب و سنگ
لکڑی اور پتھر کو عقل کب حکم دیتی ہے!

مرد نقش چنگی کے زند بر چنگ
چنگ بجانیوالا چنگ کی تصویر کو کب بجاتا ہے؟

کاے غلام بستہ دست اشکستہ پا
کہ اے ہاتھ بندھے، پاؤں ٹوٹے ہوئے غلام!

نیزہ برگیر و بیا سوئے وغا
نیزہ تھام اور جنگ کی جانب آ

خالقے کو اختر و گردوں کُند
وہ خالق جس نے ستارے اور آسمان بنایا

امر و نہی جاہلانہ چوں کُند
جاہلوں کا سا حکم دینا اور منع کرنا کب کرتا ہے؟

احتمال[۴] عجز از حق راندی
تو نے اللہ (تعالیٰ) سے عاجزی کا احتمال رفع کیا

جاہل و گیج و سفیہش خواندی
(اور) اس کو جاہل اور احمق اور بیوقوف کہہ دیا

عجز نبود در قدر ور خود شود
قدر کے عقیدہ میں عجز لازم نہیں آتا ہے اور اگر آئے

جاہلی از عاجزی بدتر بود
جہالت، عجز سے بدتر ہے

ترک[۵] میگوید قنق را از کرم
مہربانی سے ترک مہمان سے کہتا ہے

بے سگ و بے دلق آسوی درم
میرے دروازے کی جانب بغیر کُتے اور گدڑی کے آجا

وز فلاں سو اندر آئیں با ادب
خبردار! فلانے دروازے سے ادب کیساتھ اندر آجا

تا سگم بندد ز تو دندان و لب
تاکہ میرا کُتا تجھ سے ہونٹ اور دانت بند رکھے

تو بعکس آں کُنی بر در روی
تو اُس کا اُلٹا کرتا ہے، دروازے پر جاتا ہے

لاجرم از زخم سگ خستہ شوی
لامحالہ کُتے کے زخم سے خستہ ہو جاتا ہے

آنچناں[۶] رو کہ غلاماں رفتہ اند
وہ روش اختیار کر جو غلام اختیار کرتے ہیں

تا سگش گردد حلیم و مہرمند
تاکہ اُس کا کُتا بُردبار اور مہربان بن جائے

تو سگے با خود بری یا روبہے
تو اپنے ساتھ کُتا یا لومڑی لے جاتا ہے

سگ بشورد از بُن ہر خرگہے
ہر خیمہ میں سے کُتا بھڑک جاتا ہے

غیر حق گر نباشد اختیار
(اگر) خدا کے علاوہ (کسی کو) اختیار نہو

خشم چوں می آیدت بر جرم دار
تو تجھے مجرم پر غصہ کیوں آتا ہے؟

احمق ہے تو اس لحاظ سے جبریہ فرقہ جو انسان کے اختیار کا منکر ہے جو کہ ایک وجدانی چیز ہے قدریہ فرقہ سے زیادہ احمق ہے جو ول . گل . ہس کہ . انسان کا یہ کہنا کہ کل یہ کروں گا اختیار کی دلیل ہے۔

۴ جملہ قرآں . قرآن میں جس قدر اوامر و نواہی ہیں وہ سب انسان کے اختیار کی بنیاد پر ہیں پتھر، ڈھیلا جن میں کوئی اختیار نہیں ہے اُن کو نہ کوئی حکم دیتا ہے نہ اُن کو کسی کام سے منع کرتا ہو۔

۵ احتمال . جبری کا یہ خیال ہے کہ اگر نفس و شیطان کو مشیت خداوندی کے تابع نہ مانا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کا عجز اور مغلوبیت تسلیم کرنی پڑیگی لیکن انسان کو مجبور قرار دیکر اس نے اللہ تعالیٰ کو جاہل اور احمق ٹھہرایا کہ اختیار کے نہ ہوتے ہوئے وہ امر و نہی کرتا ہے۔ عجز نبود . اگر انسان کو مختار مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کا عجز لازم نہیں آتا اس لئے کہ بندہ کا اختیار مشیت کے تابع ہے اگر بالفرض لازم بھی آئے تو بندہ کے غیر مختار ہونے کی صورت میں خدائی امر و نہی سے جو خدا کا جہل اور سفاہت لازم آتی ہے وہ اس سے بھی بدتر ہے۔

۶ ترک . مولانا نے ترک اور کُتے اور آنے والے مہمان کی تشبیہ دے کر سمجھایا ہے کہ حضرت حق تعالیٰ نے بندہ کو ایسے راستے بتا دیئے ہیں کہ شیطان کا اُن میں کوئی دخل نہیں ہے بندہ اُن راستوں کو اپنے اختیار سے چھوڑتا ہو

۳ عقل . جن چیزوں میں اختیار نہیں ہے اُن کو کوئی حکم نہیں دیا جاتا ہے چنگ کی تصویر میں جبکہ بجنے کا اختیار نہیں ہے اس کو کوئی نہیں بجاتا ہے . کاے . جس غلام کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں اس کو جنگ میں جا کر نیزہ بازی کا کوئی حکم نہیں دیتا ہے . خالقے . اللہ تعالیٰ جس کی حکمت سے ستارے اور آسمان بنا اس سے یہ جاہلانہ فعل کیسے صادر ہو سکتا ہے کہ وہ غیر مختار کو حکم دے، یا منع کرے۔

چوں ہمی خائی تو دنداں بر عدو
تو دشمن پر دانت کیوں پیستا ہے؟

چوں ہمی بینی گناہ و جرم ازو
تو اُس کی خطا کیوں سمجھتا ہے؟

گر ز سقفِ خانہ چوبے بشکند
اگر گھر کی چھت کی کوئی کڑی ٹوٹ جائے

بر تو افتد سخت مجروحت کند
تجھ پر گرے، تجھے بہت زخمی کر دے

ہیچ خشمے آیدت بر چوبِ سقف
تجھے چھت کی کڑی پر کوئی غصہ آتا ہے؟

ہیچ اندر کینِ او باشی تو وقف
تو کبھی اس سے کینہ کرنے میں مبتلا ہوگا؟

کہ چرا بر من زد و دستم شکست
کہ وہ میرے کیوں لگی اور میرا ہاتھ توڑ دیا؟

یا چرا بر من فتاد و کرد پست
یا وہ مجھ پر کیوں گری اور گرا دیا؟

او عدو و خصمِ جانِ من بدست
وہ میری جان کی دشمن اور مخالف تھی

قاصدا در بندِ خونِ من شدست
قصداً میرے خون کی درپے ہوئی ہے

کودکانِ خرد را چوں میزنی[۱]
تو چھوٹے بچوں کو کیوں پیٹتا ہے؟

چوں بزرگاں را منزہ میکنی
جبکہ تو بڑوں کو (اختیار سے) مبرا سمجھتا ہے

آنکہ دزدد مالِ تو گوئی بگیر
جو شخص تیرا مال چُراتا ہے تو کہتا ہے پکڑ لے

دست و پایش را ببر سازش اسیر
اُسکے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈال اُسکو قید کرے

وانکہ قصدِ عورتِ تو می کند
جو تیری بیوی کا قصد کرتا ہے

صد ہزاراں خشم از تو میدمد
(اُسپر) تیرے لاکھوں غصّے پھوٹ پڑتے ہیں

گر بیاید[۲] سیل و رختِ تو برد
اگر سیلاب آئے اور تیرا سامان (بہا) لے جائے

ہیچ با سیل آورد کینے خرد
کوئی عقل سیلاب سے کینہ وری کرتی ہے

ور بیاید باد و دستارت ربود
اگر ہوا آئے اور تیری پگڑی (اُڑا) لیجائے

کے ترا با باد دل خشمے نمود
تیرا دل، ہوا پر کب غصّہ کرتا ہے

خشم در تو شد بیانِ اختیار
تیرا غصّہ کرنا اختیار کا بیان بنا

تا نگوئی جبریانہ اعتذار
تاکہ تو جبریوں کی طرح بہانہ کر سکے

گر شتربان[۳] اشترے را میزند
اگر اونٹ والا اونٹ کو مارتا ہے

آں شتر قصدِ زنندہ میکند
تو وہ اونٹ مارنے والے کا قصد کرتا ہے

خشمِ اشتر نیست باں چوبِ او
اونٹ کا غصہ اُس کی لاٹھی پر نہیں ہے

پس ز مختاری شتر بردست بو
تو اونٹ نے بھی مختار ہونے کا پتہ لگا لیا ہے

ہمچنیں سگ گر بروسنگے زنی
اسی طرح کتا اگر تو اُس کے پتھر مارے

بر تو آرد حملہ گردد منثنی
تیرے اوپر حملہ کرتا ہے، پلٹتا ہے

سنگ را اگر گیرد از خشمِ تو است
وہ اگر پتھر کو پکڑتا ہے تو تیرے اوپر غصہ کیوجہ سے

کہ تو دوری و ندارد بر تو دست
کیونکہ تو دُور ہے اور وہ تجھ پر قابو نہیں پاتا ہے

تو شیطان کی مداخلت شروع ہو جاتی ہے اس صورت میں انسان پر نہ اللہ کی جانب سے جبر ہے نہ شیطان کی جانب سے اور نہ شیطان پر جبر ہے شیطان اللہ کا ایک کتا ہے اور وہ انکو ستاتا ہے جو اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر نہیں چلتے ہیں

۳ آنچناں۔ انسان اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے گا تو شیطان اُس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا مہمان، ملاحوں کی طرح ترک کے خیمہ میں آئے گا تو کتا اُس کو نہ کاٹے گا توشلے۔ انسان غلط روی اختیار کر کے شیطان سے تکلیف اُٹھاتا ہے۔ غیر حق۔ جبریہ کے عقیدہ کے مطابق اگر انسان مجبور محض ہے تو ہر خطاوار پر غصہ کیوں کرتا ہے۔ گر ز سقف۔ اگر چھت کی کڑی سے تکلیف پہنچی ہے تو انسان اُس کو غیر مختار سمجھ کر کبھی اُس پر غصہ نہیں کرتا ہے۔ نتیجہ۔ جس چیز میں اختیار نہیں ہے اگر اُس سے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو انسان کو کبھی غصہ نہیں آتا ہے۔

لہ کودکاں۔ جبری انسان بچوں کو تعلیم و تربیت کے لئے پیٹتا ہے۔ بزرگاں۔ وہی جبری انسان بڑوں کو اجبار سے منزہ سمجھتا ہے۔ آنکہ۔ جبری انسان کا جب مال چوری ہوتا ہے تو وہ چور کو پکڑوا دیتا ہے۔ وانکہ۔ جبری انسان کی بیوی پر اگر کوئی بد نظر ڈالتا ہے تو اس کو غصہ آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ چور کو اور اس بد نظر کو مختار سمجھتا ہے۔

عقلِ حیوانی چو دانست اختیار
حیوانی عقل نے جب اختیار کو سمجھ لیا

ایں مگو اے عقلِ انساں شرم دار
اے انسانی عقل! شرم کر تو اس (جبر) کی قائل نہ ہو

روشن ست ایں لیک از طمعِ سحور[1]
یہ (بات) واضح ہے لیکن سحری کے لالچ میں

آں خورندہ چشم می بندد ز نور
وہ کھانے والا روشنی سے آنکھ بند کر لیتا ہے

چونکہ کلی میلِ آں ناں خوردنیست
چونکہ اس کی پوری خواہش روٹی کھانے کی ہے

رو بتاریکی کند کہ روز نیست
اندھیرے کی طرف منہ کر لیتا ہے کہ دن نہیں ہے

حرص چوں خورشید را پنہاں کند
لالچ جب سورج کو چھپا دیتا ہے

چہ عجب گر پشت بر برہاں کند
کیا تعجب ہے اگر دلیل کی طرف پشت کرے

ایں مثل بشنو مشو منکر بداں
یہ مثل سن لے اس کے باوجود منکر نہ بن

اختیارِ خویش را در امتحاں
امتحان کے وقت، اپنے اختیار کا

حکایتِ[2] دزد کہ باشحنہ گفت کہ آنچہ کردم تقدیرِ خدا بود و جوابِ شحنہ و ہم دربیانِ تقریرِ اختیارِ خلق و ہم بیانِ آنکہ تقدیر و قضا سبب کنندۂ اختیار ست و سلب کنندۂ اختیار نیست

حکایت اس چور کی جس نے کوتوال سے کہا کہ جو کچھ میں نے کیا خدائی تقدیر تھی اور کوتوال کا جواب نیز مخلوق کے اختیار کو ثابت کرنے کے بیان میں نیز اس کو بیان کرنے میں کہ تقدیر اور قضا اختیار کو سبب بنانے والے ہیں اور اختیار کو سلب کرنے والے نہیں ہیں

گفت دزدے شحنہ را کاے پادشاہ
ایک چور نے کوتوال سے کہا اے حاکم!

آنچہ کردم بود آں حکمِ اِلٰہ
جو کچھ میں نے کیا، وہ خدا کا حکم تھا

گفت شحنہ آنچہ من ہم میکنم
کوتوال نے کہا میں بھی جو کر رہا ہوں

حکمِ حق ست اے دو چشمِ روشنم
اے میرے پیارے! خدا کا حکم ہے

از دکانے گر کسے ترّبے برد
کسی دکان سے اگر کوئی شخص مولی لے جائے

کایں ز حکمِ ایزد ست اے باخرد
کہ اے عقلمند! یہ خدا کے حکم سے ہے

بر سرش کوبی دو سہ مشت اے کرہ
تو دو تین گھونسے اس کے سر پر مار کر لے نادان!

حکمِ حق ست ایں کہ اینجا باز نہ
خدا کا حکم ہے کہ اس جگہ واپس رکھ

در یکے ترہ چو ایں عذر اے فضول
اے بیوقوف! ایک ترکاری کے بارے میں جبکہ یہ عذر

می نیاید پیشِ بقالے قبول
سبزی فروش کے یہاں قابلِ قبول نہیں

تو بدیں عذر اعتمادے می کنی
تو اس عذر پر بھروسہ کرتا ہے

گردِ مار و اژدہائے میتنی
سانپ اور اژدہے کے گرد چکر لگاتا ہے

۲ے گر تیاید۔ پانی کے سیلاب اور ہوا پر اس جبری کو غصہ نہیں آتا ہے چونکہ سمجھتا ہے کہ یہ چیزیں اختیار سے خالی ہیں۔ جتشم۔ جبری کا دوسروں پر غصہ کرنا اس کی دلیل ہے کہ وہ اُن کو مختار سمجھتا ہے۔

۳ے گر شتربان۔ اونٹ تک یہ سمجھتا ہے کہ واشی میں اختیار اور ارادہ نہیں ہے مارنے والے میں ہے لہٰذا اس پر حملہ کرتا ہے۔ سگ۔ کتا بھی ڈھیلے پر غصہ نہیں کرتا ڈھیلا مارنے والے پر غصہ کرتا ہے اگر ڈھیلے پر اُس کا غصہ ہے تو دراصل وہ مارنے والے پر غصہ ہے جو اس کی دوری کی وجہ سے ڈھیلے پر اتارتا ہے۔ عقلِ حیوانی۔ جبکہ اونٹ اور کتا بھی انسان کو مختار سمجھتا ہے تو جبری کو اس عقیدے سے شرم کرنی چاہیے۔

[1] روشن۔ جبری کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو سحری کھانے کے لالچ میں صبح صادق اور سورج سے منہ موڑے۔ حرص۔ انسان کی حرص سورج کو مخفی کر دیتی ہے تو دلیل کو مخفی کر دینا تو سہل ہے۔

[2] حکایت۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بندہ کو اپنے افعال کا اختیار حاصل ہے۔ شحنہ۔ کوتوال۔ تقدیر۔ تقدیر خداوندی انسانی اختیار کو فعل کا سبب بناتی ہے، اختیار کو سلب نہیں کرتی ہے۔ پادشاہ یعنی کوتوال۔ حکم آلہ یعنی تقدیر خداوندی۔ میکنم یعنی میں تجھے جو سزا دے رہا ہوں۔ ترب مولی۔

از چنیں عذر اے سلیم[۵۴] نانبیل — خون و مال و زن ہمیکردی سبیل
اے بیوقوف، کمینے! ایسے عذر سے — تونے جان اور مال اور بیوی کو قربان کر دیا

ہر کسے پس سبلت تو بر کند — عذر آرد خویش را مضطر کند
پھر تو ہر شخص تیری مونچھیں نوچے گا — عذر کرے گا اپنے آپ کو مجبور ٹھہرائے گا

حکم حق گر عذر می شاید ترا — پس بیاموز و بدہ فتویٰ مرا
اگر اللہ (تعالیٰ) کے حکم کا عذر تیرے لئے مناسب ہے — تو مجھے سکھا دے اور فتویٰ دیدے

کہ مرا صد آرزو و شہوت ست — دست من بستہ زبیم و ہیبت ست
کیونکہ میری بھی سینکڑوں آرزوئیں اور خواہشیں ہیں — خوف اور ہیبت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں

پس[۵۵] کرم کن عذر را تعلیم دہ — برکشا از دست و پائے من گرہ
تو مہربانی سے مجھے عذر کرنا سکھا دے — مجھ مجبور کے ہاتھ اور پاؤں کھول دے

اختیارے کردہ تو پیشۂ — کاختیارے دارم و اندیشۂ
تونے ایک پیشہ اختیار کیا ہے — (اور تو سمجھتا ہے) کہ میں اختیار اور سمجھ رکھتا ہوں

ورنہ چوں بگزیدہ آں پیشہ را — از میان پیشہا اے کدخدا
ورنہ تونے وہ پیشہ کیوں اختیار کیا! — اے صاحب! سب پیشوں میں سے

چونکہ آید نوبت نفس و ہوا — بیست مردہ اختیار آید ترا
جب نفس اور خواہش کی نوبت آتی ہے — تجھ میں بیس مردوں کا اختیار آ جاتا ہے

چوں برد یک حبہ از تو یار سود — اختیار جنگ در جانت کشود
جب دوست تجھ سے ایک رتی کا فائدہ اٹھا لیجاتا ہے — تو تیری جان میں لڑائی کا اختیار کشادہ ہو جاتا ہے

چوں[۵۶] بیاید نوبت شکر و نعم — اختیارت نیست از سنگے تو کم
جب شکر اور نعمتوں کی باری آتی ہے — تجھے اختیار نہیں ہے تو پتھر سے کم ہے

دوزخت را عذر ایں باشد یقیں — کاندریں سوزش مرا معذور بیں
تیرے لئے دوزخ کا بھی یہ عذر یقینی ہے — کہ اس جلانے میں مجھے معذور سمجھ

کس بدیں حجت چو معذورت نداشت — وز کف جلاد ایں دورت نداشت
اس دلیل سے تجھے کسی نے معذور نہ رکھا — اور جلاد کے ہاتھ سے تجھے اس نے دور نہ رکھا

پس بدیں داور جہاں منظوم شد — حال آں عالم ہمت معلوم شد
تو اس منصف (حاکم) سے دنیا کا کام منظم ہو گیا — اس عالم کا حال بھی تجھے معلوم ہو گیا

کے اس عذر کو دنیا میں کسی نے تسلیم نہیں کیا اور دسزا کے وقت جلاد کے ہاتھ سے اس عذر کی بنا پر نہ چھوٹ سکا اور دنیا کا نظم اسی انصاف سے قائم ہے کہ جبری کا عذر قبول نہ کیا جائے تو آخرت کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔

[۵۳] تر تر شش۔ اس چور کو مار اور کہہ دے کہ یہ بھی خدا کی تقدیر ہے مولی اسی جگہ پر رکھ دے۔ کن۔ بکردہ۔ دیکھ جب سبزی فروش کے یہاں بھی عذر مقبول نہیں ہے تو اس بھروسہ پر گناہوں کا ارتکاب کس قدر حماقت ہے۔ بقال۔ سبزی فروش۔ مار۔ یعنی گناہ جس کے نتیجہ میں سانپ اور بچھو ڈسیں گے۔

[۵۴] سلیم۔ احمق نانبیل۔ کمینہ۔ خرتن۔ یعنی جبر کے عقیدہ کے مطابق تیرا سب کچھ لیکر عذر کیا جا سکتا ہے اور لینے والا اپنے آپ کو مجبور ظاہر کر کے بری ہو سکتا ہے۔ حکم حق یعنی گناہ کے سلسلہ میں اگر حکم حق کہہ کر عذر کیا جا سکتا ہے تو مجھے بھی یہ عذر سکھا دے میرے دل میں بھی بہت سے گناہوں کی تمنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے میں نہیں کر سک رہا ہوں۔

[۵۵] پس۔ تیری بڑی مہربانی ہوگی اور مجھ مجبور کو آزادی حاصل ہو جائے گی۔ اختیار۔ انسان اپنے لئے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے یہ اس کے اختیار کی دلیل ہے۔ چونکہ۔ جبری انسان خواہش نفسانی کا ارادہ کرتا ہے تو بیس انسانوں کا اختیار اس میں آ جاتا ہے اگر اس کا ایک رتی کا کوئی نقصان کر دیتا ہے تو لڑائی کا اختیار پھیلے بدن میں پھیل جاتا ہے۔

[۵۶] چون بیاید۔ جس وقت خدا کی اطاعت و عبادت

حکایت ہم در جواب جبری و اثبات اختیار و صحت امر و
نیز حکایت جبری کے جواب میں اور اختیار ثابت کرنے اور حکم دینے اور روکنے کی

نہی و در بیان آنکہ عذر جبری در ہیچ ملتے و دینے مقبول
صحت کے بارے میں اور اس بیان میں کہ جبری کا عذر کسی ملت اور دین میں مقبول

نیست و موجب خلاص نیست از سزائے آں کار کہ
نہیں ہے اور اس کام کی سزا سے جو اس نے کیا ہے، چھٹکارے کا سبب

کردہ است چنانکہ خلاص نیافت ابلیس بداں کہ گفت
نہیں ہے چنانچہ شیطان اس قول کی وجہ سے کہ

رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ وَالْقَلِيْلُ يَدُلُّ عَلَى الْكَثِيْرِ
"خدا تونے مجھے گمراہ کیا" چھٹکارا نہ پاسکا اور تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے

آں یکے میرفت بالائے درخت
ایک شخص درخت پر چڑھا

می فشاند آں میوہ را دزدانہ سخت
چوروں کی طرح بہت پھل جھاڑنے لگا

صاحب باغ آمد و گفت اے دنی
باغ والا آیا اور اس نے کہا اے کمینے!

از خدا شرمیت کو چہ میکنی
خدا سے تیری شرم کہاں گئی، تو کیا کر رہا ہے؟

گفت از باغ خدا بندہ خدا
اس نے کہا اللہ تعالیٰ کے باغ سے خدا کا بندہ

گر خورد خرما کہ حق کردش عطا
اگر کھجوریں کھا رہا ہے جو کہ اس کو خدا نے دی ہیں

عامیانہ چہ ملامت میکنی
جاہلوں کی طرح تو کیا ملامت کر رہا ہے

بخل بر خوان خداوند غنی
بے نیاز خدا کے دسترخوان پر بخل کر رہا ہے

گفت اے ایبک بیاور آں رسن
اس نے کہا اے غلام! رسی لے آ

تا بگویم من جواب بوالحسن
تاکہ میں (اس) بھلے کا جواب دوں

پس ببستش سخت آندم بر درخت
پھر اس وقت اس نے اس کو درخت سے کس کر باندھ دیا

میزد او بر پشت و ساقش چوب سخت
اس کی کمر اور پنڈلی پر سخت لاٹھی مارنے لگا

گفت آخر از خدا شرمے بدار
اس نے کہا آخر خدا سے شرم کر

می کشی ایں بیگنہ را زار زار
تو اس بے قصور کو بری طرح سے مار رہا ہے

گفت کز چوب خدا ایں بندہ اش
اس نے کہا خدا کی لاٹھی سے یہ اس کا بندہ

میزند بر پشت دیگر بندہ خوش
دوسرے بندے کی کمر پر خوب مار رہا ہے

چوب حق و پشت و پہلو آن او
لاٹھی اللہ تعالیٰ کی، کمر اور پہلو اللہ (تعالیٰ) کا

من غلام آلت و فرمان او
میں اس کے آلے اور حکم کا غلام ہوں

گفت توبہ کردم از جبر اے عیار
اس نے کہا اے چالاک! میں نے جبر سے توبہ کی

اختیار ست اختیار ست اختیار
اختیار ہے، اختیار ہے، اختیار

کا مسئلہ آتا ہے پھر جبری کہتا ہے کہ میں مجبور ہوں اور اپنے آپ کو پتھر سے بھی زیادہ غیر مختار ظاہر کرتا ہے۔ درخت جب جہنم کی آگ میں جلنے لگا تو وہ بھی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ میں جلانے میں مجبور ہوں۔ کمتی۔ جبری

ف۱ ابلیس۔ شیطان نے بھی اپنی گمراہی پر اپنے جبر کا عذر پیش کیا تھا اور کہا تھا کہ میری گمراہی میری اختیاری نہیں ہے لیکن اس کا عذر مقبول نہ ہوا تو زوانہ چوروں کی طرح۔ دنی۔ کمینہ۔

ف۲ گفت۔ پھل جھاڑنے والے نے کہا کہ باغ خدا کا ہے اور میں خدا کا بندہ ہوں اللہ نے مجھے پھل عطا کئے ہیں تو جاہلوں کی طرح مجھے کیوں ملامت کرتا ہے تو خدائی دسترخوان پر بخل کرتا ہے۔

ف۳ گفت۔ باغ والے نے اپنے نوکر کو بلایا کہ رسی لے آ، میں اس کا جواب اس کو دے دوں گا اور رسی سے اس نے اس کو درخت سے باندھ کر مارنا شروع کر دیا۔ گفت۔ پھل چرانے والے نے کہا کہ تو خدا سے شرم کر مجھ بے گناہ کو کیوں مارے ڈالتا ہے۔

ف۴ گفت۔ باغ والے نے کہا لاٹھی بھی خدا کی ہے میں بھی خدا کا بندہ ہوں تیری کمر اور پہلو بھی خدا کا ہے میں تجھے اللہ کے حکم سے مار رہا ہوں تو اس میں کیا برائی ہے۔ گفت۔ تب وہ جبری جبر سے توبہ کرنے لگا اور بندے کے اختیار کا قائل

اختیارت اختیارش ہست کرد — اختیارش چوں سوارے زیر گرد
تیرے اختیار کو اس کے اختیار نے پیدا کیا — اس کا اختیار گرد کے نیچے کے سوار کی طرح ہے

اختیارش اختیارِ ما کند — امر شد[2] بر اختیارے مستند
اس کا اختیار ہمارے اختیار کو پیدا کرتا ہے — حکم کا مدار اختیار پر ہے

حاکمی بر صورتِ بے اختیار — ہست ہر مخلوق را در اقتدار
بے اختیار صورت پر حکومت کرنا — قادر ہونے میں ہر مخلوق کو (حاصل) ہے

تا کشد بے اختیارے صید را — تا برد بگرفتہ گوشِ او زید را
حتیٰ کہ وہ بے اختیار شکار کو کھینچ لیتا ہے — حتیٰ کہ زید کا کان پکڑ کر لے جاتا ہے

لیک بے ہیچ آلتے صنعِ صمد — اختیارش را کمندِ او کند
لیکن اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری بغیر کسی آلہ کے — اُسکے اختیار کو اُس کا پھانسہ بنا دیتی ہے

اختیارش[3] زید را قیدش کند — بے سگ و بے دام چوں صیدش بود
زید کا اختیار اُس کو قید کر دیتا ہے — وہ بغیر کتے اور جال کے شکار جیسا بنجاتا ہے

آں درودگر حاکمِ چوبے بود — واں مصور حاکمِ خوبے بود
بڑھئی، لکڑی پر حاکم بن جاتا ہے — مصور، حسین کا حاکم بن جاتا ہے

ہست آہنگر بر آہن قیمے — ہست بنا ہم بر آلت حاکمے
لوہار، لوہے پر حاکم ہے — معمار بھی اوزار پر حاکم ہے

نادرا باشد کہ چندیں اختیار — ساجد آید ز اختیارش بندہ وار
عجب بات ہے کہ اس قدر اختیار — اُس (اللہ تعالیٰ) کے اختیار سے غلام کی طرح سجدہ کرنے والے ہیں

قدرتِ[4] تو بر جمادات از نبرد — کے جمادی را از آنہا نفی کرد
خصوصیت کی وجہ سے بے جان چیزوں پر تیری قدرت — اُن کے بے جان ہونے کی کب نفی کرتی ہے؟

قدرتش بر اختیارات آنچناں — نفی نکند اختیارے را ازاں
اُس (اللہ تعالیٰ) کی قدرت اختیارات پر بھی طرح — اُس سے اختیار کی نفی نہیں کرتی ہے

خواستش میگوئی بر وجہ کمال — کہ نباشد نسبتِ جبر و ضلال
اُس (اللہ تعالیٰ) کے ارادہ کا اہلِ کمال کے طریقہ پر قائل بن — تاکہ اللہ تعالیٰ کی جانب) جبر اور گمراہی کی نسبت نہ ہو

چونکہ گفتی کفرِ من خواہِ ویست — خواہِ خود را نیز ہم میدانکہ ہست
جب تو نے یہ کہا کہ میرا کفر اس کی منشاء ہے — تو اپنی منشاء کو بھی سمجھ لے کہ وہ ہے

زانکہ[5] بیخواہِ تو خود کفرِ تو نیست — کفر بیخواہش تناقض گفتنی ست
کیونکہ تیری منشاء کے بغیر خود تیرا کفر ہی نہیں ہے — "بغیر منشاء کے کفر کرنا" متضاد بات کہنا ہے

کسی حسین کی تصویر۔ نجار۔ معمار۔ نادرا۔ اگر غیر مختار بندوں پر اللہ کی حکومت ہو تو اس میں کوئی ندرت نہیں ہے ندرت تو یہی ہے کہ بندہ مختار ہوتے ہوئے اُس کے اختیار کا غلام ہے۔

ہو گیا سا اختیارت۔ قدریہ کے عقیدہ کے خلاف مولانا فرماتے ہیں کہ بندہ کا اختیار بھی اختیارِ خداوندی کا عطا کردہ ہے بندہ کا اختیار ظاہر ہے اور حضرت حق تعالیٰ کا اختیار پوشیدہ ہے۔

[2] امر شد۔ جبریہ کے عقیدے کے خلاف مولانا فرماتے ہیں کہ تمام احکام اور نواہی کا مدار اختیار پر ہے جو بندہ کو حاصل ہے اسی لئے امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے "لَا جَبْرَ وَلَا قَدَرَ وَلٰکِنْ اَمْرٌ بَیْنَ الْاَمْرَیْنِ" یعنی نہ تو انسان مجبور ہے نہ مختار محض بلکہ معاملہ بین بین ہے۔ حاکمی۔ بے اختیار پر تو ہر مخلوق حکمرانی کرتی ہے لہٰذا اللہ کی صفت خاصہ نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے کہ وہ مختار پر بغیر کسی آلہ کے خود اُس کے اختیار کو اُس کی کمند بنا دیتا ہے اور اُس کو پھانس دیتا ہے۔

[3] اختیارش۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ خاصہ ہے کہ وہ انسان کو خود اُس کے اختیار سے بغیر کسی آلہ کے شکار کر لیتا ہے۔ درودگر۔ بڑھئی۔ چوبے۔ یعنی

[4] قدرت۔ جو چیز ماہیت کے لوازم میں سے ہے وہ ماہیت سے جدا نہیں ہوتی ہے جماد کا بے اختیار ہونا اُس کی ماہیت کے لئے لازم ہے اسی طرح انسان کا با اختیار ہونا اُسکی ماہیت کے لئے لازم ہے انسان کی جمادات پر قدرت جمادات کے بے اختیار ہونے کو سلب نہیں کرتی ہے اسی طرح اللہ کا اختیار اور قدرت انسان کے اختیار کو فنا نہیں کرتا ہے۔

امرِ عاجز را قبیح ست و ذمیم
عاجز کو حکم دینا بُرا اور ناپسند ہے

خشم بدتر خاصہ از ربِّ رحیم
غصہ کرنا زیادہ بُرا ہے خصوصاً رحیم پروردگار کی جانب سے

گاو گر یوغے نگیرد می‌زنند
بیل اگر جُوا نہیں لیتا ہے مارتے ہیں

ہیچ گاوے کو نپرّد شد نژند
بیل نہ اُڑنے تو وہ عاجز ہے

گاو چوں معذور نبود در فضول
بیکار (معاملہ) میں جب بیل معذور نہ ہوا

صاحبِ گاو از چہ معذور ست و دُول
(تو) بیل والا کس وجہ سے معذور اور احمق ہے!

چوں نہٖ رنجور سر را بر مبند
جب تک تو بیمار نہیں ہے سر کو نہ کس

اختیارت ہست بر سبلت مخند
تجھے اختیار ہے مذاق نہ اُڑا

جہد کُن کز جامِ حق یابی نوی
کوشش کر تاکہ خدائی جام سے تو تازگی حاصل کرے

بیخود و بے اختیار آنگہ شوی
پھر تو بے خود اور بے اختیار ہو جائیگا

آنگہ آں مے را بود کُل اختیار
تب اُس شراب کو پورا اختیار ہوگا

تو شوی معذورِ مُطلق مست وار
تو مدہوش کی طرح بالکل معذور ہو جائے گا

ہر چہ گوئی گفتۂ مے باشد آں
تو جو کچھ کہے گا وہ شراب کا کہا ہوا ہوگا

ہر چہ روبی رُفتۂ وے باشد آں
تو جو کچھ جھاڑے گا اُس کا جھاڑا ہوا ہوگا

کے کند آں مست جز عدل و صواب
وہ مست، انصاف اور صواب کے علاوہ کب کچھ کرتا ہے!

کہ ز جامِ حق کشیدست او شراب
کیونکہ اُس نے خدائی جام سے شراب پی لی ہے

جادواں فرعون را گفتند بیت
جادوگروں نے فرعون سے کہہ دیا، ٹھہر جا

مست را پروائے دست و پا نیست
مست کو ہاتھ اور پاؤں کی پروا نہیں ہے

دست و پائے ما مے آں واجد ست
ہمارے ہاتھ اور پاؤں اُس خدا کی شراب بدستہ ہو

دستِ ظاہر سایہ است و کاسد ست
ظاہری ہاتھ سایہ ہے اور کھوٹا ہے

چوں بسر بر شد ز جامِ او مُدام
جب اُس کے جام کی شراب سر میں بھر جاتی ہے

خانۂ دل را فرو گیرد تمام
دل کے گھر کو پوری طرح گھیر لیتی ہے

خواہش ۔ انسانی افعال میں انسان کی مشیت اور ارادہ کو بھی دخل ہے جو مشیت خداوندی کے تابع ہے دَمَا تَشَاؤُنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰهُ اور تم نہیں چاہتے مگر وہ جو اللہ چاہے اگر تم ایسا نہ ہوگے تو اللہ تعالیٰ کی طرف جبر اور گمراہ کرنے کی نسبت ہو جائے گی۔ چونکہ ۔ جب جبری انسان یہ کہتا ہے کہ میرا کفر کرنا اللہ کی مشیت سے ہے تو کفر کرنے کا اُس نے اقرار کیا اور کفر وہ ہے جو انسان اپنے ارادہ اور اختیار سے کرے تو گویا اس جبری نے اپنے اختیار کا اقرار کر لیا

[a] زانکہ ۔ اپنے ارادے سے اللہ کا انکار کرنا کفر ہے بلا اختیار کے انکار کرنا کفر نہیں ہے تو انسان اپنے کفر کا اقرار کرے اور پھر اپنا اختیار نہ مانے یہ دو متضاد باتیں ہیں ۔ امرِ عاجز کو حکم دینا بُری بات ہے خدا اس سے منزہ ہے۔ گاو ۔ بیل کو جُوا کھینچنے کا اختیار حاصل ہو جُوا نہ کھینچنے پر پٹتا ہے، نہ اُڑنے پر اُس کو کوئی نہیں مارتا ہے۔ گاو ۔ لغو کام میں جب بیل کو معذور نہیں سمجھا جاتا ہے تو اُس کے مالک کو کیسے معذور سمجھا جا سکتا ہے۔

[b] چوں نہٖ ۔ جبری معذور ہے وہ غلط طریقہ پر عذر کرتا ہے۔ جہد کُن ۔ ہاں انسان جب مجاہدہ کے ذریعہ فنا فی اللہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے تو پھر بیشک وہ بے اختیار ہو جاتا ہے۔ کے ۔ جب وحدت کی شراب پی کر مست ہو جاتا ہے تو معذور سمجھا جاتا ہے۔

[c] کے کند ۔ لیکن شرابِ معرفت کا مست غلط کام نہیں کرتا ہے۔ جادواں ۔ فرعون کے جادوگر شرابِ معرفت کے مست ہو گئے تھے اور کہنے لگے کہ ہمیں ہاتھ پاؤں کاٹے جانے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ دست ۔ جادوگروں نے کہہ دیا تھا کہ ہمارے اصل ہاتھ پاؤں شرابِ معرفت ہے یہ جسمانی ہاتھ پاؤں بے حقیقت ہیں۔ چوں ۔ جب شرابِ معرفت دماغ کو چڑھتی ہے تو دل میں اُتر جاتی ہے۔

معنیِ[۵۲] ماشاء اللہ کان یعنی خواست — خواستِ اُوست و رضا

جو اللہ (تعالیٰ) نے چاہا ہوا کے معنی یعنی مشیت، اُس ہی کی مشیت ہے اور رضامندی،

رضائے اُو واز خشم و رَدِّ دیگراں — دل تنگ نباشید کانَ

اُسی کی رضامندی ہے تم دوسروں کے غصہ اور رَدّ سے رنجیدہ نہ ہو (لفظ) کان

اگرچہ لفظِ ماضی ست لیکن — در فعلِ خدا ماضی و مستقبل

اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن اللہ کے فعل میں ماضی اور مستقبل نہیں ہوتا ہے

نباشد کہ لَیسَ عِندَ رَبِّنَا صَبَاحٌ وَّلَا مَسَاء

کیونکہ ہمارے پروردگار کے یہاں صبح اور شام نہیں ہوتی ہے

قولِ[۵۳] بندہ ایش شاء اللہ کاں — بہر آں نبُوَد کہ مُنبل شو دراں

بندہ کا یہ کہنا، جو خدا نے چاہا وہ ہوا — اس لئے نہیں ہے کہ تو اُس میں کاہل بنے

بلکہ تحریض ست بر اخلاص و جِدّ — کاندراں خدمت فزوں شو مُستعِد

بلکہ اخلاص اور کوشش پر برانگیختہ کرتا ہے — کہ تو اُس دربار میں زیادہ مستعد بنے

گر بگویند آنچہ میخواہی تو راد — کار کارِ تُست بر حسبِ مُراد

اگر وہ کہہ دیں، اے جوانمرد! تو جو چاہے — کام تیرا ہی کام ہے منشاء کے مطابق

آنگہاں تنبل کُنی جائز بُوَد — کانچہ خواہی وانچہ گوئی آں شود

اُس وقت تو کاہلی برتے، جائز ہوگا — کیونکہ جو تو چاہے گا اور جو تو کہے گا، وہ ہوگا

چوں بگویند ایش شاء اللہ کان — حکم حکمِ اُوست مُطلق جاوداں

جب وہ کہیں، جو اللہ نے چاہا ہوا — ہمیشہ کو اور مطلقاً اُس کا حکم، حکم ہے

پس[۵۴] چرا صد مَردہ اندر وِردِ اُو — بر نگردی بندگانہ گردِ اُو

تو پھر کیوں سو انسانوں کی برابر اُسکے گھاٹ میں — غلاموں کی طرح اُس کے گرد چکر نہ لگائے گا

گر بگویند آنچہ می خواہد وزیر — خواست آنِ اُوست اندر دار و گیر

اگر کہہ دیں کہ وزیر جو چاہے — پکڑ دھکڑ میں وہ منشاء کا مالک ہے

گردِ اُو گرداں شوی صد مَردہ زُود — تا بریزد بر سَرت احسان و جُود

تو سو انسانوں کی طاقت سے اُسکے گرد چکر لگائے گا — تاکہ وہ تیرے سر پر احسان اور سخاوت بہادے

یا گریزی از وزیر و قصرِ اُو — ایں نباشد جُستجوی و نصرِ اُو

یا تو وزیر اور اُس کے محل سے بھاگے گا — یہ اُس کی مدد اور جستجو نہ ہوگی

باز[۵۵] گونہ زیں سخن کاہل شُدی — مُنعکس ادراک و خاطر آمدی

تو اِس بات سے اُلٹا کاہل بنا — تو اُلٹی سمجھ اور رائے والا ثابت ہوا

اگر انسان سے یہ کہہ دیا جاتا کہ ہر کام تیری منشاء کے مطابق ہو جائے گا تو اُس وقت انسان خدا کی اطاعت اور بندگی میں سستی کرتا۔

[۵۲] معنی۔ جو اللہ نے چاہا ہوا کے معنی یہ ہیں کہ اصل مشیت خداوندی اور رضا دراصل رضائے خداوندی ہے دوسروں کی ناراضی سے انسان کو رنجیدہ نہ ہونا چاہیئے۔ کان۔ ہوا یہ ماضی کا صیغہ ہے جس میں گزرا ہوا زمانہ پایا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ بولا جائے تو اِس میں ماضی، مضارع کی بحث نہیں ہے اِس لئے کہ اللہ کی نسبت سے نہ کوئی زمانہ گذرا ہوا ہے نہ آنے والا ہے۔

[۵۳] قولِ بندہ۔ پہلے بیان کیا تھا کہ بندہ کے فعل میں اُس کی مشیت کا دخل ہے بظاہر ماشاء اللہ کان "جو اللہ نے چاہا ہوا" اس کے مخالف ہوتا ہے لہٰذا اس بات اس کے معنی سمجھاتے ہیں۔ ایش یعنی شئی و اجو چیز۔ تنبل۔ کاہل۔ تحریض۔ برانگیختہ کرنا۔ خدمت۔ یعنی بارگاہِ خداوندی۔ گر گوید۔

[۵۴] پس۔ جب یہ کہا گیا کہ جو خدا چاہتا ہے وہ ہوتا ہے تو انسان اُس کے دربار کے چکر کاٹتا ہے۔ وِرد۔ گھاٹ۔ گر گویند۔ اگر شاہی یہ اعلان ہو جائے کہ ہر معاملہ میں وزیر خود مختار ہے تو تمام انسان اُس کے گرد چکر کاٹیں گے اُس کے محل سے گریز کرنا اُس کی مدد کی طلب نہ ہوگی۔

[۵۵] باز گونہ۔ جبریہ نے اس کا اُلٹا مطلب سمجھا اور عبادت میں سُست پڑ گیا۔

امر امر آں فلاں خواجہ ست ہیں
خبردار! حکم فلاں خواجہ کا حکم ہے
چیست یعنی با جز او کم تر نشیں
کیا ہے! یعنی اُس کے سوا کے ساتھ نہ بیٹھ

گردِ خواجہ گرد چوں امر آنِ اوست
خواجہ کے گرد چکر کاٹ جبکہ حکم اُسکی ملکیت ہے
کو کشد دشمن رہاند جانِ دوست
کیونکہ وہ دشمن کو مارے گا دوست کی جان چھڑا دیگا

ہر چہ او خواہد ہماں یابی یقیں.
جو وہ چاہے گا وہ یقیناً تو حاصل کرے گا
یاوہ کم رو خدمتِ او بر گزیں
بیہودہ روی نہ کر اُس کا دربار منتخب کر لے

نے[۳] چو حاکم اوست گرد او مگرد
نہ کہ چونکہ وہ حاکم ہے اُس کے گرد چکر نہ کاٹ
تا شوی نامہ سیاہ و روی زرد
تاکہ تو سیاہ اعمال نامہ والا، زرد چہرے والا بنے

چونکہ حاکم اوست او را گیر و بس
چونکہ حاکم وہی ہے اُس کو پکڑ اور بس
غیر او را نیست حکم و دسترس
اُس کے غیر کے لئے حکم اور قدرت نہیں ہے

حق بود تاویل کاں گرمت کند
وہ تاویل صحیح ہے جو تجھے سرگرم کر دے
پُر امید و چُست با شرمت کند
تجھے پُر امید اور چُست اور با حیا بنا دے

ور کند سستت حقیقت ایں بدال
اور اگر تجھے سست بنائے، یہ حقیقت سمجھ لے
ہست تبدیل و نہ تاویلست آں
وہ تحریف ہے تاویل نہیں ہے

ایں[۱] برائے گرم کردن آمد ست
یہ سرگرم کرنے کے لئے آیا ہے
تا بگیرد نا امیداں را دو دست
تاکہ وہ مایوسوں کی دستگیری کرے

معنیِ قرآں ز قرآں پرس و بس
قرآن کے معانی قرآن سے دریافت کر اور بس
وز کسے کاتش زدست اندر ہوس
اور اُس شخص سے جس نے ہوس کو پھونک دیا ہے

پیشِ قرآں گشت قربانی و پست
جو قرآن کے سامنے قربان اور فرمانبردار بن گیا ہو
تا کہ عینِ روحِ او قرآں شدہ ست
حتیٰ کہ اُس کی روح بعینہٖ قرآن بن گئی ہو

روغنے کو شد فدائے گل بکل
جو تیل، پھول پر بالکل فدا ہو گیا ہے
خواہ روغن بوئے کن خواہی تو گل
(اب) تو خواہ تیل کو سونگھ لے یا پھول کو

گر نمیدانی بجو تاویلِ آں
اگر تو نہیں سمجھتا ہے تو اُسکا مصداق تلاش کر لے
تا بتابد بر دلت آں راعیاں
تاکہ تیرے دل پر اُس کا ظاہر چمک اُٹھے

ونیچنیں[۲] قد جف القلمُ وَ کَتَبَ اَنْ لَّا یَسْتَوِی
در اسی طرح اِس کی تاویل ہے کہ قلم (تقدیر) خشک ہو چکا ہے اور اُس نے لکھ دیا ہے کہ
الطَّاعَۃُ وَ الْمَعْصِیَۃُ وَلَا یَسْتَوِی الْاَمَانَۃُ وَ السَّرِقَۃُ جَفَّ الْقَلَمُ اَنْ لَّا
اطاعت و نافرمانی برابر نہیں ہے اور نہ امانت اور چوری یکساں ہے، قلم خشک ہو گیا ہے کہ شکر
یَسْتَوِی الشُّکْرُ وَ الْکُفْرَانُ جَفَّ الْقَلَمُ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ
اور کفر برابر نہیں ہے۔ قلم خشک ہو گیا ہے، بیشک اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ہے

امر امر آں۔ اگر یہ اعلان ہو کہ فلاں سردار کا حکم چلے گا تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اُس کی صحبت اختیار کر، اُس کا چکر کاٹ، وہ تجھے دشمن سے بچائے گا، جو وہ چاہیگا تجھے ملے گا۔

[۳] نے۔ اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چونکہ وہ حاکم ہے لہٰذا اُس کے قریب نہ جا۔

حق بود۔ قرآن و حدیث کے وہ معنیٰ معتبر ہیں جو بندہ کو سرگرم عمل بنائیں اگر وہ معنیٰ سست اور کاہل بناتے ہیں تو وہ تحریف ہے۔

[۱] ایں یعنی ما شاء اللہ کان، سرگرم عمل کرنے کیلئے ہے۔ معنیٔ قرآن۔ قرآن کا بعض بعض کی تفسیر کرتا ہے۔ آیت کی تفسیر دوسری آیت کی روشنی میں ہونی چاہئے یا اُس عالم سے کرا جس نے ہوا و ہوس کو جلا ڈالا ہو۔ پیش قرآں۔ وہ عالم قرآن پر قربان ہو گیا ہو اور اُس کی رُوح مجسم قرآن بن گئی ہو۔ روغنے۔ اب اُس عالم اور قرآن میں وہی نسبت ہوگی جو پھول کے روغن اور پھول میں ہے کہ دونوں کو سونگھنا یکساں ہے۔ گر نمیدانی۔ اگر سرگرم عمل کرنے والے معنیٰ تجھ پر ظاہر نہیں ہوئے ہیں تو اُن کی تلاش کر۔

[۲] و ہمچنیں۔ یہ حدیث شریف ہے اور حدیث میں ہے جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا ہُوَ کَائِنٌ قلم اُس کا خشک ہو گیا ہے ہر اُس چیز کو جو ہونے والی ہے۔ اِس پر صحابہؓ نے سوال کیا پھر عمل کس بات کے لئے؟ آنحضورؐ نے فرمایا ہر انسان کو اُس چیز کی سہولت دے دی گئی ہے جس کے لئے وہ پیدا

ہمچنیں تاویلِ قد جفّ القلم ... بہرِ تحریض ست بر شغلِ اہم

اسی طرح بیشک قلم خشک ہو گیا ہے کی تاویل اہم کام کی مشغولیت پر برانگیختہ کرنے کیلئے ہے

پس قلم بنوشت کہ ہر کار را[۵۳] ... لائقِ آں ہست تاثیر و جزا

قلم نے لکھ دیا، کہ ہر کام کی تاثیر اور جزاء اُس کے مناسب ہے

کژ روی جفّ القلم کژ آیدت ... راستی آری سعادت زایدت

ٹیڑھا چلے گا تجھ میں بھی ٹیڑھا پن آئیگی (لکھ کر قلم خشک ہو گیا ہے) تو سیدھا پن اختیار کریگا تیرے لئے نیک بختی پیدا ہوگی

ظلم آری مُدبری جفّ القلم ... عدل آری برخوری جفّ القلم

تو ظلم کرے گا تو بد بختی (لکھکر) قلم خشک ہو گیا ہو تو انصاف کریگا پھل کھائیگا قلم لکھکر خشک ہو گیا ہو

چوں بدزدد دست شد جفّ القلم ... خوردہ بادہ مست شد جفّ القلم

جب چوری کرے گا ہاتھ کٹنا قلم لکھکر خشک ہو گیا ہو شراب پی کر مست ہو گیا قلم لکھکر خشک ہو گیا ہے

تو روا داری روا باشد کہ حق[۵۴] ... ہمچو معزول آید از حکمِ سبق

تو جائز سمجھتا ہے، مناسب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ازلی حکم کی وجہ سے معزول کی طرح ہو جائے

کہ ز دستِ من بروں رفت ست کار ... پیشِ من چندیں میا چندیں مزار

کہ معاملہ میرے قابو سے باہر ہو گیا میرے سامنے اتنا نہ آ، اتنی عاجزی نہ کر

بلکہ[۵۵] معنیٰ آں بود جفّ القلم ... نیست یکساں پیشِ من عدل و ستم

بلکہ معنیٰ یہ ہیں کہ قلم (لکھکر) خشک ہو گیا ہے میرے سامنے انصاف اور ظلم یکساں نہیں ہیں

فرق بنہادم میانِ خیر و شر ... فرق بنہادم ز بد ہم از بتر

میں نے خیر و شر میں فرق رکھا ہے میں نے برے اور بدتر میں فرق رکھا ہے

ذرہ گر در تو افزاید ادب ... باشد از یارت بداند فضلِ رب

اگر تجھ میں ادب کی ایک ذرہ بڑھوتری ہو، دوست سے خدا کا فضل جانتا ہے

قدرِ آں ذرہ ترا افزوں دہد ... ذرہ چوں کوہے قدم بیروں نہد

اس ذرّے کی بقدر تجھے زیادہ دے گا (وہ) ذرہ پہاڑ کی طرح رُونما ہوگا

پادشا[۵۶] ہے کہ بہ پیشِ تختِ او ... فرق نبود از امین و ظلم جو

وہ بادشاہ کہ اس کے تخت کے رُوبرو امانت دار اور ظالم میں فرق نہ ہو

آنکہ می لرزد ز بیمِ ردِّ او ... وانکہ طعنہ میزند بر جدِ او

وہ شخص جو اُس کے جواب سے لرز رہا ہو اور وہ شخص جو اس کی بڑائی پر طعنہ زن ہو

ہوا ہے اگر وہ سعادت اور جنت کیلئے پیدا کیا گیا ہے تو اس سے سعادت اور جنت کے اعمال سرزد ہونگے اور اگر وہ شقاوت کیلئے پیدا کیا گیا ہے تو اُس سے شقاوت اور جہنم کے اعمال سرزد ہونگے خلاصہ یہ ہے کہ قلم نے سعید کی سعادت اور شقی کی شقاوت لکھدی ہے اس طریقہ پر کہ یہ اعمال سعادت کے اعمال ہیں اور یہ اعمال شقاوت کے اعمال ہیں۔

[۵۴] تو روا داری۔ اگر جفّ القلم کے یہ معنیٰ ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ ازل میں لکھ دیا ہے اور اب اُس کی قدرت کے تحت کچھ نہیں ہے تو گویا اب خدا، خدائی سے معزول ہو گیا ہے۔ کہ ز دست۔ تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اے بندے اب تو میرے پاس نہ آ اب کام میرے قابو سے باہر ہو۔

[۵۵] بلکہ۔ جفّ القلم کے صحیح معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ انصاف اور ظلم یکساں نہیں ہیں فرق۔ اور یہ معنیٰ ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے خیر اور شر میں بد اور بدتر میں فرق کر دیا ہے۔ ذرہ۔ اگر تجھ میں تیرے دوست کے اعتبار سے ایک ذرہ بھی نیکی زیادہ ہے تو اُس کو خدا جانتا ہے اور وہ اُس ذرے کا بدلہ دے گا جو پہاڑ جیسا ہوگا۔

[۵۶] بادشاہ ہے جس بادشاہ کے دربار میں امین اور ظالم میں فرق نہ ہو یا وہ شخص جو اُس کے خوف سے لرزتا ہے اور وہ شخص جو اُس کی بڑائی پر طعنہ زنی کرتا ہے اسکے دربار میں یکساں ہوں تو ایسے بادشا

---

[۵۳] پس قلم۔ لکھنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہر کام کی تاثیر اُسکی مناسبت سے تحریر کر دی ہے۔ کژ روی۔ قلم نے یہ لکھ دیا ہے کہ اگر تو کجی اختیار کرے گا تو نتیجہ کجی ہوگا اور سچائی اختیار کرے گا تو تجھ سے سعادت پیدا ہوگی قلم نے لکھ دیا ہے ظلم کا نتیجہ بدبختی ہے۔ عدل کا نتیجہ راحت ہے چوری کا نتیجہ ہاتھ کٹنا ہے شراب پینے کا نتیجہ مستی ہے۔

فرق نبود ہر دو یک باشد برش
وہ دونوں میں فرق نہ کرے انکے نزدیک دونوں یکساں
شاہ نبود خاکِ تیرہ بر سرش
وہ بادشاہ نہ ہوگا اس کے سر پر کالی مٹی ہو

ذرہ گر جہدِ تو افزوں شود
اگر تیری کوشش میں ایک ذرہ بڑھے
در ترازوئے خدا موزوں شود
وہ خدا کی ترازو میں تولا جائے گا

پیشِ ایں شاہاں ہمارہ جانکنی
ان بادشاہوں کے سامنے تو بے نتیجہ مرتا ہے
بیخبر ایشاں ز غدر و روشنی
وہ غداری اور نور (قلب) سے غافل ہیں

گفتِ غمازے کہ بد گوید ترا
اُس چغلخور کی بات جو تجھے برا کہتا ہے
ضائع آرد خدمتت را سالہا
وہ تیری سالوں کی خدمت کو ضائع کرا دیتا ہے

پیشِ شاہے[1] کو سمیع ست و بصیر
اُس بادشاہ کے سامنے جو کہ سمیع و بصیر ہے
گفتِ غمازاں نباشد جائے گیر
چغلخوروں کی بات نہیں ٹھہرتی ہے

جملہ غمازاں ازو آیس شوند
سب چغلخور اُس سے مایوس ہو جاتے ہیں
سوئے ما آیند و افزایند بند
ہمارے پاس آتے ہیں اور رکاوٹیں اضافہ کرتے ہیں

بس جفا گویند شہ را پیشِ ما
اللہ (تعالیٰ) کا ہم سے بہت ظلم بیان کرتے ہیں
کہ برو جف القلم کم کن وفا
کہ جا قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے وفاداری نہ کر

معنیِ[2] جف القلم کے آں بود
قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا کے یہ معنی کب ہو سکتے ہیں!
کہ جفاہا با وفا یکساں بود
کہ ظلم وفاداری کے برابر ہوتا ہے

بل جفا را ہم جفا جف القلم
بلکہ ظلم کے لئے (بدلہ) ظلم ہو قلم لکھ کر خشک ہو گیا ہے
واں وفا را ہم وفا جف القلم
اور وفا کیلئے (بدلہ) وفا ہے قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے

عفو باشد لیک کو فرِ امید
معافی ہو گی لیکن امید کی وہ شان و شوکت کہاں؟
کہ بود بندہ ز تقویٰ رو سپید
کہ بندہ پرہیزگاری کی وجہ سے سرخرو ہو

دزد را گر عفو باشد جاں برد
چور کو اگر معاف کیا جاتا ہے تو جان بچا لیتا ہے
کے وزیر و خازنِ مخزن شود
وزیر اور خزانہ کا خزانچی کب بنتا ہے؟

اے امین الدینِ ربانی بیا
اے امین الدین اللہ والے: آجا
کز امانت رست ہر تاج و لوا
کیونکہ امانت کی وجہ سے تاج اور جھنڈا اونچا ہوا ہے

پورِ سلطاں گر برو خائن شود
شہزادہ اگر بادشاہ کا خائن بن جائے
آں سرش از تن بداں باین شود
اُس کی وجہ سے اُس کا سر تن سے جدا ہو جائے

ور غلامے ہندوے آرد وفا
اگر ہندوستانی غلام وفا برتے
دولت او را میزند طالَ بقا
نصیب اُس کیلئے زندہ باد کا اعلان کر دے

چہ غلام ار بر درے سگ با وفاست
غلام کیا، اگر دروازے پر کتا وفادار ہے
در دلِ سالار او را صد رضاست
آقا کے دل میں اُسکی جانب سینکڑوں خوشنودیاں ہیں

کے سر پر خاک۔ ذرہ۔ حقیقی خدا تو وہی ہے جس کی ترازو میں ایک ایک ذرہ تولا جائے پیش۔ یہ تو دنیاوی بادشاہوں کا طور طریقہ ہے کہ تو تمام عمر اطاعت کرتا ہے اور ایک چغلخور تیری ساری بھلائی برباد کرا دیتا ہے۔

[1] پیشِ شاہے۔ دانا و بینا خدا کے دربار میں یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی چغلخور چغلخوری کر سکے وہاں سے چغلخور شیطان وغیرہ مایوس ہو کر ہمارے پاس آکر ہمیں بہکاتے اور شاہ کا ظلم بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُس نے سب کچھ پہلے ہی لکھ دیا ہے اب اُس کے ساتھ وفاداری کیوں کرتے ہو۔

[2] معنی۔ یہ چغلخور شیطان کا جواب ہے کہ جف القلم کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جفا اور وفا یکساں ہے وفاداری سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ جفا کا بدلہ جفا ہے اور وفا کا بدلہ وفا ہے۔ عفو باشد۔ شبہ ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو بھی معاف کر دے گا تو پھر اطاعت اور نافرمانی یکساں ہو گئی مولانا نے جواب دیا ہے کہ معافی تو ہو جائے گی لیکن وہ انعامات حاصل نہ ہوں گے جو نیکوکار کریں گے۔ دزد۔ چور کی معافی کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اُس کی جان بچ گئی لیکن اُس کو وزیر اور خزانچی کا مرتبہ تو حاصل نہیں ہوتا۔

زیں[1] چو سگ را بوسہ بر پوزش دہد
گر بود شیرے چہ پیروزش کند
اس (وفا) کی وجہ سے جب کتے کی تھوتھنی چومتا ہے
اگر وہ شیر ہو تو اس کو کسقدر کامیابی عنایت کرے گا!

چہ مگر دزدے کہ خدمتہا کند
صدقِ او بیخِ جفا را بر کند
سوائے اس چور کے جو خدمتیں کرے
اس کی سچائی ظلم کی جڑ اکھاڑ دے

چوں فضیلِ رہزنے کو راست باخت
زاں کہ دہ مردہ بسوئے تو بتاخت
جیسا کہ ڈاکو (حضرت) فضیل جنھوں نے سچائی کی بازی
کیونکہ دس انسانوں کی طاقت سے تیری جانب دوڑے

وانچناں[2] کہ ساحراں فرعون را
رو سیہ کردند از صبر و وفا
اور جس طرح کہ جادوگروں نے فرعون کا
منہ کالا کر دیا صبر اور وفاداری سے

دست و پا دادند در جرمِ قود
آں بصد سالہ عبادت کے شود
قصور اور بدلے میں ہاتھ پاؤں دے دیئے
وہ سو سال کی عبادت سے کب ہوتا ہے؟

تو کہ پنجہ سال خدمت کردہ
کے چنیں صدقے بدست آوردہ
تو جس نے پچاس سال عبادت کی ہے
ایسی سچائی کب حاصل کی ہے؟

[1] زیں۔ وفاداری اگر کتا بھی کرتا ہے تو آقا اس کا منہ چومتا ہے اور اگر شیر وفاداری کرے تو پھر اس کی کامیابی کا کیا ٹھکانا ہے۔ چہ مگر جیسے فرمایا تھا کہ چور کو معاف تو کر دیا جائے گا لیکن اس کو اونچے مقامات حاصل نہ ہونگے اب اس سے استثناء کرتے ہیں اس لئے کہ بعض ڈاکو لوگوں کو بڑے مقامات حاصل ہوگئے ہیں۔ چوں فضیل: حضرت فضیلؒ بن عیاض ڈاکو تھے پھر تائب ہوئے اور اولیاء اللہ میں ان کا شمار ہوا۔

[2] وانچناں یعنی طرح فرعون کے جادوگر توبہ کے بعد کامل بنے۔ رو سیہ کردند۔ یعنی فرعون کو روسیاہ کیا۔ دست و پا۔ انھوں نے محبت میں ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے یہ مقام سو سال عبادت سے بھی مشکل حاصل ہوتا ہے۔ تو کہ۔ عام انسان پچاس سال عبادت کرتا ہے لیکن ان ساحروں کی سی سچائی اس کو حاصل نہیں ہوتی ہے۔

حکایتِ آں درویش کہ در ہرات غلامانِ عمیدِ خراسانی را

اس فقیر کی حکایت جس نے عمید خراسانی کے غلاموں کو ہرات میں دیکھا

آراستہ دید بر اسپانِ تازی با قباہائے زربفت و کلاہ لئے
بنا ٹھنا، عربی گھوڑوں پر زربفت کی قبائیں پہنے ہوئے اور اکڑھائی سے ٹوپی

مُغرق وغیرہ آں پرسید کہ اینہا کدام امیرانند و چہ
جھلی کبریالی لائے ہوئے اس نے پوچھا یہ کونسے سردار ہیں؟ اور کیسے بادشاہ

شاہانند گفتند او را کہ اینہا امیراں نیستند اینہا غلامانِ
ہیں؟ لوگوں نے اس سے کہا کہ یہ سردار نہیں ہیں، یہ عمید خراسانی کے غلام

عمیدِ خراسان اندر رو باسمان کرد کہ اے خداوند غلام
ہیں اس نے آسمان کی طرف منہ کیا کہ اے اللہ تعالیٰ غلاموں کو پرورش

پروردن از عمید بیاموز آنجا مُستوفی را عمید گویند
کرنا عمید سے سیکھ لے۔ وہاں وزیر اعظم کو عمید کہتے ہیں۔

آں یکے گستاخ رو اندر ہرے
چوں بدیدے او غلامِ مہترے
ایک منہ پھٹ نے ہرات میں
جب اس نے ایک سردار کے غلام کو دیکھا

جامۂ اطلس کمر زریں رواں
روئے کردے سوئے قبلہ آسماں
اطلس کا لباس سونے کی پیٹی پہنے ہوئے جا رہا ہے
اس نے آسمان کی جانب منہ کیا

کہ اے خدا! زیں خواجۂ صاحب مِنَن
کہ اے خدا! اِس احسانوں والے آقا سے

چوں نیاموزی تو بندہ داشتن
تو غلام رکھنا کیوں نہیں سیکھ لیتا

بندہ پروردن بیاموز اے خدا
اے خدا! بندہ پروری سیکھ لے

زیں رئیس و اختیارِ شہرِ مَا
ہمارے شہر کے اِس رئیس اور برگزیدہ سے

بُود محتاج و برہنہ بینوا
وہ محتاج اور ننگا بے سر و سامان تھا

در زمستاں لرز لرزاں از ہوا
جاڑے میں ہوا سے کانپ رہا تھا

اِنبساطے کرد آں از خود بری
اُس بے خود نے بے تکلفی برتی

جُرأتے بنمُود اُو از لمترے
اور پھکڑپن سے اُس نے جرأت کی

اِعتمادش بر ہزاراں موہبت
ہزاروں بخششوں پر اُس کو بھروسہ (تھا)

کہ ندیمِ حق شُد اہلِ معرفت
کیونکہ معرفت والا اللہ (تعالیٰ) کا مصاحب ہوتا ہے

گر ندیمے شاہ گستاخی کُند
اگر بادشاہ کا مصاحب گستاخی کرے

تو مکُن چوں تو نداری آں سَند
تو نہ کرنا، کیونکہ تو وہ سہارا نہیں رکھتا ہے

حق میاں داد و میاں بہ از کمر
اللہ (تعالیٰ) نے کمر عطا کی اور کمر پٹکے سے بہتر ہے

گر کسے تاجے دہد اُو داد سر
اگر کوئی تاج دیتا ہے تو اُس نے سر دیا ہے

تا یکے روزے کہ شاہ آں خواجہ را
یہاں تک کہ ایک دن بادشاہ نے اُس سردار پر

مُتہم کرد و ببستش دست و پا
تہمت لگا دی اور اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے

آں غلاماں را شکنجہ می نمُود
اُن غلاموں کو سزا دی

کہ دفینہ خواجہ بنمائید زُود
کہ آقا کا خزانہ جلد دکھاؤ

سِرِّ اُو با من بگوئید اے خسَاں
اے کمینو! اُس کا راز مجھے بتا دو

ورنہ بُرَّم از شما حلق و لِساں
ورنہ میں تمہارا حلق اور زبان کاٹ ڈالوں گا

مُدتِ یک ماہ شاں تعذیب کرد
ایک مہینہ تک اُن کو ستایا

روز و شب اشکنجہ و افشار و درد
دن، رات شکنجہ اور دباؤ اور تکلیف تھی

پارہ پارہ کردشان و یک غلام
اُن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور ایک غلام نے (بھی)

رازِ خواجہ وانگفت از اہتمام
ہمت کر کے، آقا کا راز نہ کھولا

گفتش اندر خواب ہاتف کے کیا
غیبی آواز نے اُس سے خواب میں کہا کہ اے سردار!

بندہ بُودن ہم بیاموز و بیا
غلام بننا بھی سیکھ لے اور آ جا

اے دریدہ پوستینِ یوسفاں
اے یوسفوں کی پوستین پھاڑنے والے!

گر بدرّد گرگت آں از خویش داں
اگر تجھے بھیڑیا پھاڑے، تو وہ اپنے سبب سمجھ

زانکہ می بافی ہمہ سالہ بپوش
کیونکہ جو تو سارے سال بُنتا ہے، وہ پہن

زانکہ می کاری ہمہ سالہ بنوش
تو جو سارے سال بوتا ہے، وہ کھا

۱ے گرزنیں۔ سونے کا پٹکا۔ خواجہ۔ یعنی عمید خراسانی محسن۔ احسانات۔ اختیار۔ یعنی مختار، برگزیدہ۔ بُود یعنی وہ درویش اگرچہ اہل اللہ میں سے تھا لیکن اس کی حالت نے اس کو مجبور کیا کہ وہ اللہ کے تقرب کے بھروسہ پر یہ کہہ گزرا۔ لمتر۔ قوی، مرد اس درویش کی حالت ہے۔

۲ے اعتمادش۔ بعض مقربین بارگاہ، خصوصی رحم و کرم کی بنیاد پر ایسی گستاخی کر بیٹھتے ہیں، عوام کے لئے اس طرح کی بات مناسب نہیں ہے۔ ندیم مصاحب۔ حق۔ مولانا عمید کی عطا سے اللہ تعالیٰ کی عطا کی افضلیت بتاتے ہیں۔

۳ے تا یکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس درویش کو اس وقت جواب نہ دیا جب وہ عمید بادشاہ کا معتوب بنا تو ہاتف غیبی نے جواب دیا۔ آں غلاماں۔ عمید کے غلام عمید کے اس قدر وفادار ثابت ہوئے کہ سزائیں برداشت کیں لیکن عمید کا راز نہ کھولا۔

۴ے گفتش۔ اللہ کی جانب سے اس درویش کو جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ تو عمید سے غلام پروری کیا سیکھے گا تو عمید کے غلاموں سے بندگی سیکھ لے۔ مدیدہ۔ انسان جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ تاکہ انسان کے جیسے اعمال ہوتے ہیں ویسے ہی نتائج سامنے آتے ہیں۔

فعلِ تست ایں غصہائے دمبدم — ایں بود معنیِ قد جف القلم
یہ ہر وقت کے رنج، تیرا کارنامہ ہے — قلم (لکھ کر) خشک ہوگیا کے یہ معنی ہیں

کہ نگردد سنتِ ما از رَشَد — نیک را نیکی بود بد راست بد
کیونکہ ہماری سنت بھلائی سے منحرف نہیں ہوتی ہے — نیک کے لئے نیکی ہوتی ہے بُرے کیلئے بُرائی ہے

کار کُن ہیں کہ سلیماں زندہ است — تا تو دیوی تیغ او بُرندہ است
کام میں لگا رہ، کیوں کہ سلیمان زندہ ہے — جب تک تو دیو ہے اُس کی تلوار کاٹ کرنے والی ہے

چوں فرشتہ گشت از تیغ ایمن است — از سلیماں فارغ واز خوف رَست
جب فرشتہ بن گیا، تلوار سے محفوظ ہے — سلیمان سے فارغ اور ڈر سے نجات پاگیا ہے

از سلیماں ہیچ او را خوف نیست — دشمنے دیو است وا زوے ایمنے ست
سلیمان سے اُسے کوئی ڈر نہیں ہے — کیونکہ وہ دیو کا دشمن ہے اور اس سے (فرشتہ کو) اطمینان ہے

حکمِ او بر دیو باشد نے ملک — رنج در خاک ست نے فوقِ فلک
(سزا کا) حکم دیو پر لگتا ہے، نہ کہ فرشتہ پر — تکلیف زمین پر ہے، نہ کہ آسمان پر

ترک کُن ایں جبر را کہ بس تہی ست — تا بدانی سِرِّ سِرِّ جبر چیست
اس جبر کے عقیدے کو چھوڑ کیونکہ خالی (ڈھول) ہے — تاکہ تو سمجھ جائے کہ جبر کے راز کا راز کیا ہے؟

ترک کُن ایں جبرِ جمعِ منبلاں — تا خبر یابی ازاں جبر چو جاں
کاہلوں کی جماعت کے جبر کو چھوڑ دے — تاکہ تجھے اُس جبر کا پتہ لگ جائے جو جان جیسا ہے

ترکِ معشوقی کُن و کُن عاشقی — اے گماں بردہ کہ خوب و فائقی
معشوقی چھوڑ اور عاشقی کر — اے وہ شخص جس نے گمان کرلیا ہے کہ تو حسین اور بڑھا ہوا ہے

اے کہ در معنی ز شب خامش تری — گفتِ خود را چند جوئی مشتری
اے وہ کہ معانی میں رات سے بھی زیادہ خاموش ہے — اپنی گفتگو کا خریدار کب تک تلاش کرے گا؟

سر بجنبانند پیشت بہرِ تو — رفت در سودائے ایشاں عمرِ تو
تیرے سامنے تیری خاطر سے وہ جھومتے ہیں — اُن کے شوق میں تیری عمر برباد ہو گئی

تو مرا گوئی حسد اندر مپیچ — چہ حسد آرد کسے بر فوتِ ہیچ
تو مجھ سے کہتا ہے کہ حسد کرنے میں نہ لگ — ناچیز کے فوت ہوجانے پر کوئی کیا حسد کرے؟

ہست تعلیمِ خساں اے بارسوخ — ہمچو نقشِ خوب کردن بر کلوخ
اے بارسوخ! کمینوں کو تعلیم دینا — ڈھیلے پر اچھے نقش بنانا ہے

فعلِ تست۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ یعنی جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہاری لائی ہوئی ہے۔ کہ نگردد۔ سنتِ الٰہی میں تبدیلی نہیں ہوسکتی ہے۔ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا۔ نیک۔ قرآنِ پاک میں ہے هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ۔

۵۲ کار کُن۔ سلیمان سے مراد شاہِ حقیقی ہے اور دیو سے مراد نفسِ امّارہ ہے۔ چوں فرشتہ۔ قرآنِ پاک میں ہے إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ جو اللہ کے دوست ہیں اُن پر نہ کوئی خوف ہے نہ وہ غمگین ہونگے۔ از سلیماں۔ نیکوں کو عذاب سے امن حاصل ہے۔ حکمِ او۔ سزا کا حکم شیطانی صفت کے لئے ہے۔ رنج۔ جب انسان ملکوتی بن جائے تو پھر راحت ہی راحت ہے۔

۵۳ ترک کُن۔ یہ جبرِ مذموم کا عقیدہ جو ترکِ اطاعت پیدا کرتا ہے اُس کو چھوڑ کر فنا کا درجہ اختیار کر جب تجھے جبرِ محمود کا پتہ چلے گا اور معلوم

۵۵ اے کہ۔ تو اپنی چٹپٹی دار تقریروں پر نازاں ہے جو معانی سے بالکل خالی ہیں اور تو اپنی ان تقریروں سے خریدار ڈھونڈتا ہے۔ سر بجنبانند۔ یہ تیری تقریریں سننے والے محض تیرے لحاظ میں جھوم رہے ہیں اور تو ان کے عشق میں عمر برباد کرتا ہے۔ تو مرا۔ جب میں تجھے ان چٹپٹی دار تقریروں سے روکتا ہوں تو تو مجھ پر حسد کا الزام لگاتا ہے حالانکہ ان چٹپٹی دار

ہوگا کہ تجھے اختیار ہر معاملہ میں حاصل ہے اور تیرا ہر عمل اختیارِ خداوندی سے صادر ہوتا ہے۔ مبتلاں۔ کاہل لوگ۔
چو جاں۔ جبرِ محمود بڑی قیمتی چیز ہے۔ ترک کُن۔ معشوقوں کا سا ناز ـــــــ چھوڑ کر عاشقوں کا سا نیاز پیدا کر۔

خویش را تعلیم کن عشق و نظر
اپنے آپ کو عشق اور نظر کی تعلیم دے
کاں بود کالنقش فی جرم الحجر
کیونکہ وہ پتھر کی لکیر کی طرح ہے

نفسِ تو با تست شاگرد در وفا
تیرا نفس وفاداری میں تیرا شکرگذار ہے
غیر فانی شد کجا جوئی کجا
غیر فنا ہوگیا کہاں ڈھونڈتا ہے کہاں؟

[۵۲] تا کُنی مر غیر را حبر و سَنی
جب تک تو دوسرے کو بڑا عالم اور اونچا بناتا رہیگا
خویش را بد خو و خالی میکنی
اپنے آپ کو بدعادت اور خالی کرتا رہے گا

متصل چوں شد دلت باآں عدن
جب تیرا دل عدن سے وابستہ ہوگیا
ہیں بگو مہراس از خالی شدن
ہاں کہتا رہ، خالی ہونے سے ہراساں نہ ہو

امرِ قُل زیں آمدش کاے راستیں
قُل کا حکم اُن کو اسی لئے آیا کہ اے راستباز!
کم نخواہد شد بگو دریاست ایں
کہئے، کم نہ ہوگا، یہ دریا ہے

[۵۳] اَنصِتوا یعنی کہ آبت را بلاغ
یہ تم خاموشی سے سنو، یعنی کہ اپنے پانی کو لغو باتوں سے
ہیں تلف کم کُن کہ اُب خشک ست باغ
خبردار! تباہ نہ کر، کیونکہ باغ پیاسا ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے پدر
اے بابا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے
ایں سخن را ترک کُن پایاں نگر
اس بات کو چھوڑ، انجام پر نظر کر

[۵۴] غیرتم آید کہ پیشت بیستند
مجھے شرم آتی ہے کہ تیرے سامنے کھڑے ہوتے ہیں
بر تو می خندند و عاشق نیستند
تیری ہنسی اڑاتے ہیں اور وہ عاشق نہیں ہیں

عاشقانت در پسِ پردہ کرم
تیرے عاشق کرم کے پسِ پردہ
بہرِ تو نعرہ زناں بیں دمبدم
وہ کہ تو لمحہ بہ لمحہ اپنے لئے نعرے لگاتے ہوئے دیکھ

عاشقِ آں عاشقانِ غیب باش
تو اُن غیب کے عاشقوں کا عاشق بن
عاشقانِ پنج روزہ کم تراش
چند روزہ عاشق نہ بنا

[۵۶] کہ بخوردندت زخدعہ و جذبہ
دھوکے اور کشش سے اُنھوں نے تجھے کھایا
سالہا زیشاں ندیدی حبۂ
سالوں تو نے اُن کی جانب سے ایک رتی نہ دیکھی

چند ہنگامہ نہی بر راہِ عام
عام راستہ پر تو کب تک مجمع لگائے گا؟
کام جُستی بر نیامد ہیچ کام
تو نے مقصد کی تلاش کی لیکن کوئی مقصد پورا نہ ہوا

وقتِ صحت جملہ یارند و حریف
تندرستی میں سب دوست اور ساتھی ہیں
وقتِ درد و غم بجز حق کو الیف
درد و غم کے وقت سوائے خدا کے کون دوست ہے؟

تقریروں کے حاصل نہونے پر کوئی کیا حسد کرے گا یہ خود بیکار ہیں۔ جُست۔ عوام میں تقریریں کرکے واہ وا کرانا مٹی کے ڈھیلے پر باریک نقش و نگار کرنا ہے جو قائم نہیں رہ سکتا۔ خویش۔ اپنی اصلاح کر اور اپنے آپ کو عشق کی تعلیم دے یہ باقی رہنے والی چیز ہے۔

[۵۲] تا کُنی۔ دوسروں کو وعظ و تلقین سے اپنی اصلاح بہتر ہے۔ حَبر۔ بڑا عالم۔ سَنی۔ بلند۔ متصل۔ یہ شبہ ہوا کہ بہت سے حقیقی بزرگ مُریدوں کی تعلیم و تربیت کرتے ہیں تو اس سے کیوں روکا جا رہا ہے مولانا نے فرمایا کہ جو بزرگ ایسے ہیں کہ اُن کا اتصال دریائے وحدت سے ہوگیا ہے وہ تعلیم دیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ عدن۔ دال کے سکون سے، اقامت اسی سے جنات عدن یعنی اقامت کی جنتیں اور دال کے زبر سے شہر کا نام ہے جہاں سے عقیق

[۵۴] غیرتم۔ اے پیشہ دار تقریر کرنے والے یہ سامعین تیرے حقیقی عاشق نہیں ہیں یہ تو تیرا مذاق اُڑاتے ہیں۔ عاشقانت۔ تیرے عاشق تو وہ ہیں جو تیری اصلاح کی دعائیں کرتے ہیں تو اُن عاشقوں کا عاشق بن اور چند روزوں کی واہ واہ کرنے والوں سے گریز کر۔

[۵۶] کہ بخوردندت۔ اِن چند روزہ عاشقوں نے تجھے ضائع کر رکھا ہے اُن سے تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ چند ہنگامہ۔ عوام کا مجمع لگانے سے تیرا کوئی صحیح مقصد پورا نہ ہوا۔ وقتِ صحت۔ یہ تیرے عاشق

آمدہ یہاں مراد دریائے وحدت ہے۔ امرِ قُل۔ قرآن پاک میں ہے قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي آپ کہدیجئے کہ خدا کے کلمات کے لئے اگر سمندر روشنائی بنیں تو وہ اس سے پہلے ختم ہوجائیگی کہ خدا کے کلمات ختم ہوں ——— [۵۳] اَنصِتوا۔ قرآن پاک میں ہے وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا۔ اور جب قرآن پڑھا جائے تو کان دھرو اور خاموش رہو۔ لاغ۔ بیہودہ گفتگو۔ ایں سخن یعنی پیشہ دار تقریروں کی بُرائی۔ پایاں۔ یعنی اپنے انجام کی فکر کر۔

وقتِ دردِ چشم و دندان ہیچکس
دانتوں اور آنکھ کے درد کے وقت، کوئی شخص

دستِ تو گیرد بجز فریاد رس
تیری دستگیری کرتا ہے! سوائے خدا کے

پس ہماں دردو مرض را یاد دار
تو اسی درد اور مرض کو یاد رکھ

چوں ایاز از پوستیں گیر اعتبار
ایاز کی طرح پوستین سے عبرت حاصل کر

پوستیں آں حالتِ دردِ تو است
پوستین تیرے درد کی حالت ہے

کہ گرفتہ است آں ایاز آنرا بدست
جو اُس ایاز نے ... پکڑی ہے

رات کے ساتھی ہیں مصیبت کے وقت کا ساتھی صرف خدا ہے۔ الیف۔ دوست۔

۵۲ فریاد رس۔ اللہ تعالے۔ ذرد۔ یعنی اس درد کے وقت کو اسی طرح پیش نظر رکھ جس طرح ایاز اپنی پُرانی پوستین کو پیش نظر رکھتا اور اُس سے عبرت حاصل کرتا رہتا تھا۔ پوستیں۔ ایاز پوستین سے عبرت

شرح مومن نے جواب دیا کہ اے معتقدِ جبر کافر! اب تو میری گفتگو سُن! تو نے اپنی تو کہہ لی اب مَیں اس کا جواب دیتا ہوں اور اے شطرنج باز! تو نے اپنی چال تو چل لی اب تو اپنے حریف کی لمبی چوڑی چال دیکھ اور تو نے اپنا معذرت نامہ تو پڑھ لیا۔ اب تو ایک سُنّی کا جواب نامہ پڑھ اور اس عقیدہ کو چھوڑ! اس میں کیا الجھ کر رہ گیا ہے تو نے باب قضا میں جبر یا نہ گفتگو کی اب مجھ سے اسکی حقیقت سُن! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم کو فی الجملہ اختیار حاصل ہے اور یہ ایک امر محسوس اور بدیہی بات ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ تم حس و بداہت کا انکار نہیں کرسکتے **پس** تم اپنے اختیار کو دیکھو اور جبری نہ بنو۔ تم نے اس عقیدہ میں صراط مستقیم کو چھوڑ دیا ہے **پس** تم صراط مستقیم پر آؤ اور ٹیڑھے نہ چلو۔ —— تفصیل اسکی یہ ہے کہ آدمی مکلف ہے اور اس کا مکلف ہونا اسکے اختیار کی واضح دلیل ہے کیونکہ پتھر کو کوئی نہیں کہتا کہ آ۔ اور ڈھیلے سے کوئی وفاداری کا.. طالب نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان میں ان امور کی قدرت ہی نہیں ہے۔

علیٰ ھٰذا آدمی کو اُڑنے کا حکم کوئی نہیں دیتا کیونکہ اس میں اُڑنے کی قدرت ہی نہیں ہے یا یوں سمجھو کہ اندھے سے کوئی نہیں کہتا کہ تو مجھے دیکھ! وجہ اسکی یہی ہے کہ وہ عاجز ہے حق سبحانہٗ نے اسے جہاد سے مستثنیٰ کردیا کہ لیس علی الاعمیٰ حرجٌ اور کرنا بھی چاہیئے کیونکہ حق سبحانہٗ تو اپنے بندوں کو فراخی عطا فرماتے ہیں وہ کسی پر تنگی کیوں رکھیں گے۔ اور سنو! پتھر سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ تو دیر میں آیا۔ یا یوں کہو کہ لکڑی سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ اے لکڑی!

تو میرے کیوں لگی ۔ غرض کہ مجبور سے اس قسم کے سوالات کوئی نہیں کرتا اور نہ کوئی معذور کو زنا ہے ۔ بلکہ امر اور نہی یا اکرام اور عتاب صرف صاحب اختیار کے لیے ہوتے ہیں ۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہم کو فی الجملہ اختیار ہے اور ہم ظلم و ستم وغیرہ اپنے اختیار سے کرتے ہیں اور میں نے جو کہا ہے کہ نفس شیطان مجھے کفر اور بُت خانہ کی طرف کھینچتے ہیں اس کا یہی مطلب تھا کہ تم امور کو اپنے اختیار سے کرتے ہو ۔ مگر یہ تمہارے معین ہوتے ہیں ۔

توضیح اسکی یہ ہے کہ تم کو اختیار حاصل ہے مگر وہ ساکن ہوتا ہے اور جب تک وہ کسی یوسف کو نہیں دیکھتا اس وقت تک اپنے ہاتھ کو زخمی نہیں کرتا ۔ مطلب یہ ہے کہ اختیار اور داعیہ معصیت نفس میں ساکن ہوتا ہے مگر جب وہ کسی مغلوب کو دیکھتا ہے اس وقت وہ ہر پردے پھاڑ کر اسکو لپیٹتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کتا جس وقت سوتا ہوتا ہے اس وقت اس کا اختیار مخفی ہوتا ہے مگر جب کہ وہ اوجڑی کو دیکھتا ہے تو اسکے اختیار کو حرکت ہوتی ہے اور وہ دم ہلاتا ہے یا یوں سمجھو ! کہ گھوڑا سکون کی حالت میں کھڑا ہوتا ہے اور اسوقت اسی کا اختیار مستور ہوتا ہے مگر جس وقت وہ جو دیکھتا ہے اس وقت اسکے اختیار کو حرکت ہوتی ہے اور وہ ہنہناتا ہے ۔

یا یوں سمجھو کہ بلی خاموش ہوتی ہے مگر جس وقت وہ گوشت کو دیکھتی ہے اسوقت اسکے اختیار کو حرکت ہوتی ہے اور وہ میاؤں میاؤں کرتی ہے ـــــ پس ان مثالوں سے معلوم ہوگیا کہ کسی مطلوب کو دیکھنا اختیار کو حرکت میں لاتا ہے جیسے آگ کہ جس وقت اس میں پھونک ماری جاتی ہے اس وقت اس سے شعلہ اُٹھتے ہیں جبکہ یہ تمہیدی مضمون معلوم ہوگیا تو اب سمجھو ! کہ جس وقت ابلیس دلال ... منکر تمہارے پاس کسی مطلوب کا پیغام لاتا ہے اس وقت تمہارے اختیار کو حرکت ہوتی ہے اور جبکہ وہ کسی مطلوب کو کسی عباد کے سامنے پیش کرتا ہے اس وقت اس کا سویا ہوا اختیار شور و شر کرتا ہے مگر برخلاف شیطان کے فرشتے اس کے سامنے اچھے مطلوبات پیش کرتے ہیں اور اسکی دل میں شورش پیدا کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمہارے اختیار خیر کو حرکت ہوتی ہے ۔ شیطان اور فرشتوں کے مطلوبات خیر و شر کو پیش کرنے کی ضرورت

اسلئے ہے کہ تمہاری ہر دو خصلتیں یعنی اختیار خیر و اختیار شر سوئے ہوتے ہیں لہذا ضرورت ہوتی ہے کہ اسکو جگایا جائے تاکہ معنی امتحان متحقق ہوں۔ پس خلاصہ یہ نکلا کہ شیطان اور فرشتے ہر دو فریق مطالب خیر و شر کو بر گہہائی اختیار کو جنبش دینے کے لئے پیش کرتے ہیں اور الہامہائے ملائک اور وساوس شیاطین سے آدمی کا اختیار خیر و شر ظہور میں بہت کچھ بڑھ جاتا ہے۔ اسی لئے حکم ہے کہ تحلیل نماز یعنی ختم نماز کے وقت فرشتوں کو سلام کرو۔ جسکے معنیٰ یہ ہیں کہ تمہارے الہام اور دعوت الی اللہ فرشتے سے تیرا نماز کا اختیار جاری ہو گیا پھر جبکہ تم سے کوئی معْصیت صادر ہوتی ہے تو تم شیطان پر لعنت کرتے ہو۔ کیونکہ تم پر گناہ بار لاد کر... تمہاری کمر اسی نے جھکائی ہے لیکن یہ خفیہ مقاصد کو پیش کرنے والے پردۂ غیب میں رہ کر مقاصد کو پیش کرتے ہیں اور تم کو نظر نہیں آتے مگر جس وقت پردۂ غیب آگے سے اُٹھ جائے گا اور قیامت میں مخفیات کا ظہور ہوگا اس وقت تم اپنے دلالوں کے مُنہ دیکھوگے اور اس کی باتوں سے پہچان لوگے کہ پردہ میں باتیں کرنیوالے فی الحقیقت یہی تھے کیونکہ شیطان کہے گا کہ اسے پابند نفس و جسم میں نے برائیوں کو صرف تیرے سامنے پیش کیا تھا میں نے تجھے مجبور نہ کیا تھا۔ فلا تلوموني ولوموا انفسكم۔ اور فرشتے کہیں گے کہ ہم نے تو تجھ سے کہہ دیا تھا کہ اس کام کو نہ کر۔ گو اس وقت تجھے خوشی ہوگی۔ مگر آخر میں اس سے تیرا غم بڑھے گا اچھا بتلا! کہ کیا فلاں دن ہم نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ جنت کا رستہ یہ ہے تو ہمارا کہنا مان۔ ہم تیرے جانی دوست اور تیری روح کو بڑھانے والے اور تیرے جدامجد کو سجدہ کرنے والے اور آپکے مخلص ہیں اور جس طرح ہم ہمیشہ سے اس خاندان کے خادم ہیں یوں ہی اب بھی خدمت کرتے ہیں اور نیک مشورہ دیکر تجھے مخدومی کی طرف بلاتے ہیں اور یہ جماعت جو تجھے برائیوں کی ترغیب دیتی ہے یہ تیرے جدامجد کی دشمن اور ان کے سجدہ سے انکار کرنے والی ہے مگر تو نے ان کی بات مانی اور ہماری نہ مانی اور ہماری خدمات کا حق نہ پہچانا۔ اب تو تقریر اور لہجہ سے ہم کو اور ان کو پہچان لے کہ ہم وہی ہیں یا نہیں جو تجھے بھلائیوں کی ترغیب دیتے تھے اور یہ جماعت وہی ہے یا نہیں جو تجھے برائیوں کی طرف بُلاتی تھی۔ آواز اور لہجہ سے پہچاننا کوئی بڑی بات نہیں۔

دیکھو! جب تم رات کے وقت کسی دوست کا تضرع سنتے ہو تو جب وہ صبح کو بولتا ہے تو تم جان لیتے ہو کہ یہ وہی ہے جو رات کو گڑگڑا رہا تھا۔ علیٰ ہٰذا اگر رات کو دو شخص کوئی خبر لادیں تم صبح کے وقت گفتگو سے دونوں کو پہچان سکتے ہو اور سمجھ سکتے ہو کہ یہ وہی ہے جس نے رات یہ بات کہی تھی اور یہ وہ جس نے یہ کہا تھا۔ علیٰ ہٰذا رات کے وقت شیر اور کتے کی آواز آتی ہے اور اندھیرے کے سبب صورت دونوں کی غیر محسوس ہوتی ہے مگر جس وقت صبح ہوتی ہے اور دونوں پھر بولتے ہیں تو تم دونوں کو آواز سے پہچان لیتے ہو۔ پس اسی طرح آواز سے فرشتے اور شیاطین بھی پہچانے جائیں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیاطین اور ملائک جو کہ مطالب خیر و شر کو پیش کرتے ہیں وہ اختیار کو حرکت دے کر اس کی تکمیل کرتے ہیں اسلئے میں نے تیرے افعال کو ان کی طرف نسبت کر دیا تھا اور کہا تھا کہ نفس شیطان تجھے کفر اور بت خانے کی طرف لے جاتے ہیں۔

غرضکہ ہم کو اختیار حاصل ہے جو کہ ایک عرصہ تک غیر محسوس ہوتا ہے مگر جبکہ آدمی کو دو مطلوب نظر آتے ہیں تو وہ اختیار ظہور اور اثر میں پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ استاد بچوں کو مارتے ہیں تاکہ ان کے اختیار کو حرکت ہو اور پتھر کو سزا نہیں دیتے۔ اچھا بتلاؤ! کیا تم پتھر سے کہتے ہو کہ کل آنا ورنہ میں تجھے سزا دوں گا۔ یا کوئی عاقل ڈھیلے کو مارتا ہے یا پتھر پر غصہ ہوتا ہے ہرگز نہیں۔ برخلاف آدمیوں کے کہ انکو مکلف بھی بنایا جاتا ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں ان کو سزا بھی دیجاتی ہے اور ان پر عتاب بھی کیا جاتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آدمی کی حالت جمادات کے خلاف ہے اور وہ جمادات کی طرح مجبور نہیں ہے پس تو اعتقاد جبر کو چھوڑ۔ کیونکہ گو انکار تقدیر بھی برا اعتقاد ہے مگر جبر اس سے بھی زیادہ ذلیل عقیدہ ہے، کیونکہ جبری اپنے مشاہدہ کا انکار کرتا ہے۔ برخلاف قدری کے کہ وہ امر حسی کا انکار نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ افعال کو مخلوق عباد کہہ کر فعل حق کا انکار کرتا ہے اور فعل حق امر محسوس نہیں ہے پس جو شخص فعل حق کا انکار کرتا ہے وہ کسی امر حسی کا انکار نہیں کرتا۔ بلکہ ایک ایسے امر کا انکار کرتا ہے جو برہان و دلیل عقلی سے ثابت ہے اسلئے ان دونوں کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص کو دھواں دکھلائی دیتا ہے اور آگ اسکی نظر سے مخفی ہو یا روشنی دکھلائی دیتی ہو

اور شمع اسکی نظر سے اوجھل ہو اور وہ شخص کہے کہ دھواں تو ہے مگر آگ نہیں۔ یا نور تو ہے مگر شمع نہیں اور دوسرا آگ کو مشخص اور معین دیکھ رہا ہے اور اسکے وجود سے انکار کرتا ہے اس کا کپڑا جل رہا ہے اور کہتا ہے کہ آگ ہے ہی نہیں اور اس کا کپڑا جل رہا ہے اور کہتا ہے کہ تاپ ہے ہی نہیں اس سے ثابت ہوا کہ دعوٰی جبر فی الحقیقت انکار حساب ہے اس سے لازم آیا کہ جبری دھری سے بھی بدتر ہو کیونکہ دھری کہتا ہے کہ عالم ہے مگر اس کا خالق اور اس میں متصرف کوئی نہیں اور اسلئے وہ گویا کہ ایسے دعا کرتا ہے جس کو کوئی قبول کرنے والا نہیں مگر جبری کہتا ہے کہ خود جہان ہی کوئی چیز نہیں پس یہ شخص سوفسطائی یعنی منکر بدیہیات اور مبتلائے ضلال ہے کیونکہ تمام عالم باب اختیار میں امر ونہی یعنی یہ لاؤ وہ نہ لاؤ۔ وغیرہ کا اقرار کرنا اور جائز کہتا ہے مگر جبری کہتا ہے کہ امر ونہی کوئی چیز نہیں اور کسی کو کچھ اختیار نہیں لہٰذا یہ سب غلط ہیں ــــ خیر انسان تو بڑی چیز ہے ہم کہتے ہیں کہ محسوسات تو حیوانات کو بھی اعتراف ہے۔ ہاں ادراک دلیل دقیق ہے اسلئے حیوانات کو دلائل کا احساس نہیں ہو سکتا پس جبری جو کہ منکر اختیار محسوس ہے جانور سے بھی بدتر ہے پس حاصل یہ ہے کہ ہم کو اختیار حاصل ہے اور وہ ایک امر محسوس ہے لہٰذا اس کی بنا پر مکلف بنانا بالکل درست ہے۔

شاید کوئی کہے کہ حس اختیار کو محسوس کیونکر کہا جاتا ہے آخر وہ کون سے حاسہ سے محسوس ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اختیار حقیقیہ حسی نہیں ہے۔ بلکہ مجازاً حسّی ہے کیونکہ وہ ایک وجدانی اور ذوقی امر ہے اور وجدانیات وحسیات ہر دو ایک ہی فہرست میں داخل ہیں کیونکہ دونوں بدیہیات میں سے ہیں خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب ہم کہتے ہیں کہ چونکہ اختیار ایک بدیہی امر ہے لہٰذا اسکی بنا پر حکم فعل وترک اور امر ونہی وغیرہ واقعات مثلاً عتاب وتشریف وغیرہ بالکل ٹھیک اور عمدہ ہیں اور ان میں کسی قسم کا قبح اور کوئی برائی نہیں اور یہ ارادہ کہ میں کل یہ کروں گا اور وہ کروں گا۔ یہ اختیار کی واضح دلیل ہے کیونکہ اگر اختیار ہی نہیں تو قصد وارادہ چہ معنی دارد۔ نیز کسی برائی پر نادم ہونا یہ بھی اختیار کے وجود کی دلیل ہے کیونکہ یہ راہ اُسی نے دکھائی ہے ورنہ فعل غیر اختیاری پر ملامت کیسے نیز یہ امر کہ قرآن اوامر ونواہی سے پر ہے یہ بھی ثبوت اختیار کی دلیل ہے کیونکہ مجبور کو امر نہیں کیا

جا سکتا۔ بھلا کسی نے دیکھا ہے کہ کوئی پتھر کو حکم بالمعنی الحقیقی کرتا ہو۔ اور کوئی دانا کوئی عاقل ایسا کرتا ہے یا پتھر اور ڈھیلے پر غصہ کرتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ میں نے تم سے یہ کہا تھا اور وہ کہا تھا۔ ارے بے جانو!! اور عاجزو! تم نے ایسا کیوں نہیں کیا ہرگز نہیں بھلا کہیں عقل پتھروں اور لکڑیوں کو بھی حکم کرتی ہے اور چنگ نواز کہیں تصویر چنگ کو بھی بجاتا ہے جو کہ بجنے کی قابلیت نہیں رکھتی یا کوئی کہتا ہے کہ اے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے غلام! نیزہ اٹھا اور معرکہ جنگ میں چل۔ ہرگز نہیں۔ پس جبکہ عام عقلاء ایسا نہیں کرتے تو حق سبحانہٗ جو خالق نجوم و سما ہیں یہ احمقانہ امر و نہی کیسے کر سکتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ بندہ کو ضرور اختیار ہے جس کی بنا پر وہ مکلف ہے اور اس سے باز پرس ہوگی تم نے قدر کو چھوڑ کر جبر کو اختیار کیا اور اس طرح گویا کہ اپنے زعم میں ایک اچھی بات کی کہ الزام عجز کو کہ جو تمہارے زعم میں بنابر اعتقاد و قدر حق سبحانہٗ پر عائد ہوتا ہے اس سے دفع کیا مگر تم اعتقاد جبری میں اس سے بڑی بلا میں مبتلا ہو گئے۔ کیونکہ تم نے جہل و حماقت وسفہ کو اس کی طرف نسبت کیا نیز اول اعتقاد و قدر پر نسبت عجز الی اللہ لازم نہیں آتی کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے اور صرف اتنی بات سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مقدور حق نہ ہوں لیکن اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے یہ بات مان لیں کہ واقع اس میں نسبت عجز بسوئے قادر مطلق ہے۔ تب بھی معتقد قدر تم سے اچھے ہیں کیونکہ وہ اگر عجز کو اس کی طرف نسبت کرتے ہیں تو تم جہل و حماقت کو اس کی طرف نسبت کرتے ہو اور جہل عجز سے برا ہے کیونکہ عجز میں تخلی عن الفضائل ہے اور جہل میں تحلی بالرذائل۔ وبینھما بون بعید و استوضح ذلک من امر الجماد العاجز و الشیطان الجاھل — شاید تمہیں تسلط شیطان سے عجز انسان کا شبہ ہو لہٰذا اس کا جواب یہ ہے کہ حق سبحانہٗ کو تمثیل کے لیے ایسا سمجھو جیسا ترک وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی اور شیطان کو اس کا کتا پس تسلط شیطان کی حالت ایسی ہے جیسے ترک اجنبی مہمان کو اپنی عنایت سے مطلع کر دے اور کہہ دے کہ میرے دروازہ پر تم نہ تو کتا لے کر آنا اور نہ گدڑی پہن کر آنا اور ادب کے ساتھ فلاں جانب سے میرے پاس آنا۔ تاکہ میرا کتا تمہیں نہ کاٹ لے۔ مگر وہ مہمان جس طرح

ترک نے کہا تھا اس کی خلاف صورت میں جائے اس کا لامحالہ یہ نتیجہ ہوگا کہ کتا اُسے کاٹے گا اور وہ زخمی ہوگا ـــــــ پس اسے یوں جانا چاہیئے جیسے غلام جاتے ہیں تاکہ اس کا کتا حلیم اور شفیق ہوجائے لیکن جبکہ وہ اپنے ساتھ کتا یا لومڑی لے جائے گا تو لامحالہ ہر خیمہ سے ایک کتا بھڑکے گا اور اسے صدمہ پہنچائے گا۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ گو حق سبحانہٗ نے شیطان کو مسلط کیا ہے مگر اس کے ساتھ اس سے بچنے کے طریق بھی بتا دیئے ہیں پس اگر کوئی ان طریقوں سے کام نہ لے اور اسلئے وہ شیطان کے پنجہ میں پھنس جائے تو یہ خود اس کا قصور ہے جو کہ خود اس نے اپنے اختیار سے کیا ہے پس تسلط شیطان سے بھی آدمی کا عاجز اور مجبور ہونا لازم نہ آیا ـــــ اچھا یہ تو بتاؤ اگر خدا کے سوا کسی کو کچھ اختیار نہیں تو پھر قصورواروں پر تمہیں غصہ کیوں آتا ہے اور دشمن پر تم دانت کیوں پیستے ہو اور اس کے افعال کو تم اس کا قصور اور جرم کیوں سمجھتے ہو۔ دیکھو اگر چھت میں سے کوئی کڑی ٹوٹ جائے اور تمہارے اوپر گر کر تمہیں سخت زخمی کر دے تو کیا تمہیں کڑی پر غصہ آئے گا اور تم اس کے دشمن ہوجاؤ گے اور یہ کہو گے کہ یہ مجھ پر کیوں گری اور اس نے میرا ہاتھ کیوں توڑا۔ یا پھر مجھ پر کیوں گری اور مجھے کیوں دبا دیا یہ میری دشمن جانی ہے اور اس نے قصداً میری جان لینے کا ارادہ کیا ہے تم ہرگز ایسا نہ کرو گے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جب آدمی ایسا ہی ہے جیسے کڑی تو تم اس کے دشمن ہوتے ہو۔ نیز ہم پوچھتے ہیں کہ جب آدمی مجبور ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم افعال ناشائستہ کی بنا پر بچوں کو مارتے ہو اور افعال حمیدہ کی بنا پر بزرگوں کو زدوکوب سے منزہ کرتے ہو اور دونوں میں فرق کیا ہے اور جو شخص تمہارا مال چرالے اسکو کہتے ہو۔ لینا پکڑنا اسکے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالو اسے قید کردو۔ وغیرہ وغیرہ اور جو تمہاری بی بی کے درپے ہوتا ہے اس پر بے حد و نہایت تم کو غصہ آتا ہے۔ لیکن اگر رَد آکر تمہارے تمام اسباب کو بہالے جائے تو کیا اس پر بھی تمہیں غصہ آئے گا۔ یا اگر ہوا آئے اور تمہاری پگڑی اڑالے جائے تو تمہارے دل میں ہوا کے اوپر غصہ نہیں آتا یہ امتیاز اور تفرقہ کیوں ہے
پس ثابت ہوا کہ تمہارا غصہ خود اختیار کو ثابت کر رہا ہے تاکہ تم جبریانہ معذرت نہ کرسکو

اور خود اپنے افعال سے ملزم ہو جاؤ۔ اور سنو۔ دیکھو اگر کوئی شخص اونٹ کو مارتا ہے تو اونٹ مارنے والے کے درپے ہوتا ہے اسکو لکڑی پر غصہ نہیں آتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اختیارِ عبد کا اونٹ کو بھی احساس ہے۔ علیٰ ہٰذا اگر تم کتے کے ڈھیلا مارو تو وہ پلٹ کر تم پر حملہ کرے گا اور پتھر کو کچھ نہ کہے گا لیکن اگر وہ کسی پتھر کو ہی پکڑے اور چبا لے تو اسکی وجہ بھی تمہارا غصہ ہے کیونکہ تم دور ہو اور اسلئے وہ تم پر قابو نہیں پاتا لہٰذا وہ پتھر کو چباتا ہے پس جبکہ عقول حیوانیہ کو بھی اختیار کا پتہ ہے تو اے عقلِ انسانی تجھے شرم کرنی چاہیئے اور یہ نہ کہنا چاہیئے کہ بندہ مجبور ہے۔ رہی یہ بات کہ جب اختیار اتنا واضح ہے تو پھر لوگ اس کے منکر کیوں ہیں سو اسکی وجہ یہ ہے کہ امر اختیار سفیدیٔ صبح کی طرح روشن ہے۔

لیکن یہ قاعدہ ہے کہ سحری کی طمع سے کھانے والا روشنی سے آنکھ بند کر لیتا ہے اور چونکہ اُسے روٹی کھانے کی پوری خواہش ہوتی ہے اسلئے اندھیرے کی طرف منہ کرکے کہتا ہے کہ ابھی تو رات ہے ابھی دن نہیں نکلا پس جبکہ حرص خود آفتاب کو نظر سے مخفی کر دیتی ہے تو کیا عجب ہے اگر ہوائے نفس کی بنا پر وہ دلیل کی طرف سے منہ موڑ لے اور اس پر نظر نہ کرے۔

اچھا یہ حکایت سنو اور اس سے تم اپنے اختیار کو عالم امتحان میں محسوس کرو۔ ایک چور نے کوتوال سے کہا کہ میرا کچھ قصور نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ بقضاء و بحکم الٰہی کیا ہے کوتوال نے جواب دیا کہ میں جو کچھ کرتا ہوں وہ بھی حکم خدا ہی ہے پس جبکہ تو اپنے کو چوری میں معذور سمجھتا ہے تو مجھے سزا میں معذور سمجھ یہ تو واقعہ تھا اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ بندہ مجبور نہیں ہے بلکہ مختار ہے کیونکہ چور کوتوال کو معذور نہ سمجھتا تھا۔ پس وہ خود ہی معذور نہ ہو گا اور اس کا اپنے کو معذور نہ سمجھنا کید نفس ہو گا اور سنو۔ اگر کوئی شخص کسی دکان سے مولی اٹھا لے اور کہے کہ یہ بحکمِ خدا ہے اور میں معذور ہوں تو تم اس کے عذر کو قبول نہ کرو گے اور دو تین گھونسے اسکے سر میں لگاؤ گے اور کہو گے کہ اگر چوری حکم حق ہے تو یہ بھی حکم خدا ہے کہ یہیں رکھ دے پس جبکہ ایک مولی کے بارے میں بقال سے

نزدیک عذرِ جبر مقبول نہیں ہے تو بڑے غضب کی بات ہے کہ تم اس لچر اور بیہودہ عذر کے بھروسہ پر سانپ اور بچھوؤں کے پاس جاتے ہو اور اپنے کو خطرہ میں مبتلا کرتے ہو۔ اسے بھولے نادان! اگر تو ایسے عذروں سے لوگوں کے خون اور مال اور عورتوں کو اپنے لیے حلال کریگا تو ہر شخص تیری مونچھیں اکھیڑے گا اور یہی عذر کریگا اور اپنے کو مجبور قرار دیگا اور کہے گا کہ اگر قضائے الٰہی تیرے لیے عذر ہے تو یہ عذر تو ہمیں بھی سکھا دے اور فتویٰ دیدے کہ جو کچھ میں کروں میں اس میں معذور ہوں کیونکہ میرے دل میں بہت سی آرزوئیں اور خواہشات ہیں

پس تو عنایت کر اور مجھے بھی یہ عذر سکھا دے اور اس طرح میرے ہاتھ اور پاؤں سے گرہ کھول دے۔ اس کی اس بات کو تو ہرگز نہیں مان سکتا پس معلوم ہوا کہ تیرا عذر جبر غلط ہے اور تو مختار ہے اور سنو! تم ایک پیشہ اختیار کرتے ہو جن کے معنی یہ ہیں کہ میں اختیار اور غور و فکر رکھتا ہوں۔ ورنہ بتلاؤ کہ تم نے اس پیشہ کو اور پیشوں کو درمیان میں سے کیوں انتخاب کیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تم مختار ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ جب نفس اور خواہش کی نوبت آتی ہے تو بیس آدمیوں کا اختیار تمہارے اندر آجاتا ہے اور تم نہایت کوشش سے اس کام کو انجام دیتے ہو اور اگر کوئی نفع نفس تم سے ایک جبتہ لے جاتا ہے تو جنگ کا اختیار تمہارے اندر پیدا ہو جاتا ہے لیکن جب انعامات الٰہیہ کے شکر کا موقع آتا ہے تو پھر تمہیں اختیار نہیں رہتا۔ اور تم پتھر سے بھی زیادہ کم رتبہ ہو جاتے ہو لیکن یہ واضح رہے کہ دوزخ کو بھی تیرے لیے یقیناً یہی عذر ہوگا کہ تو معافی کے لیے مجبور تھا ——— میں جلانے میں معذور ہوں پس تو جس طرح اپنے کو معذور سمجھتا تھا مجھے بھی معذور سمجھ کیونکہ جب یہاں کوئی تجھے اس دلیل کی بنا پر معذور نہیں سمجھتا اور یہ دلیل یہاں تجھے جلاد کے ہاتھ سے دور نہیں رکھتی تو چونکہ مدبر عالم ایک ہی ہے اور جو یہاں کا حاکم ہے وہی وہاں کا ہے اور جس کا قانون یہاں جاری ہے اسی کا وہاں ہے لہٰذا اسی اس عالم کا حال بھی معلوم ہوگیا۔ اور معلوم ہوگیا کہ وہاں بھی کوئی تجھے معذور نہ رکھیگا اور یہ دلیل تجھے دوزخ سے نہ بچا سکے گی۔

اب ہم تجھے ایک اور حکایت سناتے ہیں جس سے اختیار کا ثبوت ہو اچھا سن !
ایک شخص درخت پر چڑھ گیا اور چوری سے خوب میوہ گرلئے اتنے میں باغ والا آگیا اس نے کہا کہ ارے ذلیل آدمی تجھے خدا سے بھی شرم نہیں آتی یہ کیا حرکت کرتا ہے اس نے کہا اس میں شرم کی کیا بات ہے باغ خدا کا ہے اگر خدا کے باغ میں ایک خدا کا بندہ چھوہارے کھائے جو کہ اسکو خدا نے دیئے ہیں تو تو جاہلانہ ملامت کیوں کرتا ہے ارے خدا کے دسترخوان پر بخل کرتا ہے یہ سنکر اس نے کہا کہ ارے غلام! ذرا اسے لانا کہ میں اسے ایک عمدہ جواب دوں۔ یہ سنکر غلام اسکو لایا اور اسنے اُسے درخت سے خوب جکڑ دیا اور اس کی پنڈلی پر اور کمر پر سخت ڈنڈے مارنے شروع کئے اس پر اس نے کہا کہ ارے خدا سے شرما کہ تو ایک خدا کے بندہ کو بے قصور مارے ڈالتا ہے اس نے کہا کہ خدا کا ایک بندہ خدا کی لکڑی سے۔ خدا کی دوسرے بندہ کی کمر کوٹ رہا ہے بس جبکہ لکڑی بھی خدا کی ہے اور کمر اور پسلیاں بھی اسی کی اور میں اس کا غلام اور اس کے حکم کا آلہ ہوں تو مجھ پر کیا ملامت ہے۔ یہ سن کر اس نے کہا۔ کہ میں نے جبر کو عذر بنایا تھا یہ میری غلطی تھی اب میں جبر سے توبہ کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ضرور بندہ کو اختیار ہے اور چوری میرا قصور تھا تو مجھے چھوڑ دے اس سے ثابت ہوا کہ تم کو بھی اختیار ہے اب سمجھو کہ تمہارا اختیار خدا کے اختیار کو ثابت کرتا ہے۔

اور حق سبحانہٗ کے اختیار اور تمہارے اختیار کی ایسی مثال ہے جیسے سوار اور گرد کیونکہ جس طرح گرد سوار کی برانگیختہ کی ہوئی ہوتی ہے اور وہ برانگیختہ ہو کر خود ظاہر ہوتی ہے اور سوار کو چھپالیتی ہے یوں ہی تمہارا اختیار ناشی ہے اختیار حق سے مگر اس اختیار حق کو چھپالیا ہے۔

پس حاصل یہ ہے کہ حق سبحانہٗ کو اختیار حاصل ہے اور اسکے اختیار نے تم کو اختیار دیا ہے اور تکالیف شرعیہ اسی اختیار پر مبنی ہیں جبکہ تم کو معلوم ہو گیا کہ حق سبحانہٗ کو بھی اختیار ہے اور تم کو بھی۔ اب اپنے اور اسکے اختیار کا فرق سمجھو! تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہر مخلوق کو ایک بے اختیار صورت پر حکومت حاصل ہے۔ یہاں تک کہ وہ شکار کو بدون اختیار کے کھینچتا ہے اور زید کو کان پکڑ کر کھینچ لاتا ہے مگر حق سبحانہٗ کی کاریگری

کو دیکھو کہ اُس نے اختیار عبد کو اس کے کمند بنایا ہے اور اس کا اختیار خود اسے قید کرتا ہے اور حق سبحانہٗ بے کتے اور بے جال کے اس کا شکار کرتے ہیں - خلاصہ یہ ہے کہ ...
مقدورات عبد نا خواہ اور اضطرارا اس کا انقیاد کرتی ہیں - مگر حق سبحانہٗ بندوں سے اسکی اختیار سے اپنی خواہش کے موافق کام لیتے ہیں دیکھو بڑھئی کو لکڑی پر حکومت حاصل ہے مصور کو صورت جمیلہ پر اقتدار حاصل ہے - لوہار لوہے پر حکومت کرتا ہے - معمار کو کرنی بسولے پر حکومت حاصل ہے وغیرہ وغیرہ - لیکن یہ عجیب بات ہے کہ یہ تمام اختیارات اور اقتدار حق سبحانہٗ کے اختیار اور اس کے اقتدار کے غلامانہ مطیع اور محکوم ہیں - شاید تم یہ کہو کہ جب اختیار عبد محکوم اختیار حق ہے تو وہ اختیار ہی کہاں رہا [illegible] کا جواب یہ ہے کہ کسی کا محکوم ہونا اس کی حقیقت کو نہیں بدلتا -

دیکھو! کیا تمہاری قدرت پر جمادات نے ان سے جمادیت کو سلب کر دیا ہرگز نہیں پس جس طرح تمہارے جمادات پر قدرت ان سے جمادیت کو سلب نہیں کرتی یونہی تمہارے اختیارات کا محکوم حق ہونا اُن سے اختیاریت کو مسلوب نہ کرے گا پس گو ہر چیز بمشیت حق سبحانہٗ ہے مگر تم اس مشیت کو اس طرح سے کہو کہ وہ کامل ہے اور نقص جبر وہ میرا ہے اُس کی طرف منسوب نہ ہو یعنی جبکہ تم یہ کہو کہ میرا کفر بمشیت حق سبحانہٗ ہے تو خود اپنی خواہش کو بھی سمجھو کہ وہ ہے اور اسے معدوم نہ بتاؤ کیونکہ واقع میں تمہاری خواہش کے بغیر تمہارا کفر نہیں ہو سکتا پس کفر کا اقرار ہو اور اپنی خواہش کا انکار - یہ واقع میں متناقض کلام ہے کیونکہ کفر کو اپنی طرف منسوب کرنا نفس الامر میں اقرار ہے - اپنی خواہش اور اپنے ارادہ اور اپنے اختیار کا اسلئے کہ فی الواقع کفر ایک امر اختیاری ہے - گو قائل کو ان کا اقرار نہ ہو - اور افعال اختیاریہ بدون مشیت و ارادہ و اختیار کے صادر نہیں ہو سکتے پس اقرار کفر خود من حیث لا یعلم المقر اقرار ہے - ان سب امور کا - پس ان امور کا اقرار کر کے ان کی نفی کرنا واقع میں متناقض کلام بولنا ہے خواہ قائل کو اس تناقض کا ادراک نہ ہو -

خلاصہ یہ ہے کہ تم اپنے فعال میں مختار ہو نہ کہ مجبور - اب ہم اس کا مزید ثبوت

دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عبد مکلف ہے اور اسکو کہا گیا ہے کہ تم یہ کام کرو اور یہ نہ کریں۔ اور یہ امر بدون اختیار کے نہیں ہو سکتا کیونکہ عاجز کو حکم کرنا عام عقلاء سے قبیح اور مذموم ہے اور کوئی عاقل اسکو جائز نہیں رکھ سکتا پھر اسکے عدم امتثال پر غصہ کرنا اور بھی برا ہے اسکو تو عقلاء بالاولیٰ جائز نہ رکھیں گے۔ پس جبکہ عاجز کو حکم کرنا اور عدم امتثال پر اس پر غصہ ہونا ہی عقلاء سے مذموم ہے تو حق سبحانہٗ سے تو بالاولیٰ قبیح ہوگا اور حق سبحانہٗ قبائح سے منزہ ہیں۔ پس وہ اس کا ارتکاب نہ کریں گے۔ حالانکہ انہوں نے بندوں کو مکلف ہی بنایا ہے اور عدم امتثال پر عتاب بھی فرمایا ہے پس لازم ہے کہ یہ افعال قبیح نہ ہوں اور قبیح اسی وقت نہ ہوں گے جبکہ اختیار ہو۔ پس اختیار ثابت ہو گیا۔ تم غور تو کرو۔ اگر بیل جوا نہیں لیتا۔ تو اُسے مارتے ہیں۔ بھلا کسی بیل کو اسلئے ہی مارتے ہیں کہ وہ اڑتا نہیں۔ ہرگز نہیں۔ پس یہ فرق کیوں ہے اسی لیے وہ جوا لینے میں مختار ہے اور اڑنے میں مجبور۔ جس میں وہ مجبور ہے اس پر وہ قابل عتاب نہیں ہے اور جس میں مختار ہے اس میں مستحق عتاب ہے اب تم اس واقعہ سے نصیحت حاصل کرو اور سمجھو کہ جب بیہودگی میں بیل معذور نہیں ہے۔ چنانچہ تم خود انکو معذور نہیں جانتے تو بیل والا کیسے معذور ہو سکتا ہے۔

الحاصل جب کہ تم بیمار نہیں ہو تو سر میں پٹی نہ باندھو یعنی جب تم مجبور نہیں ہو تو خواہ مخواہ مجبور نہ بنو۔ تم کو اختیار حاصل ہے پس تم اس کا انکار کر کے اپنا مضحکہ نہ اڑاؤ۔ اور اختیار سے کام لو۔ اور طلب حق میں امکانی کوشش کرو۔ تاکہ تجھے جام محبت حق سبحانہٗ ملے اور اسکے تیری کایا پلٹ ہو جائے اور اس وقت تو بے خود اور بے اختیار ہو جائے اور کل اختیار سے عشق کو حاصل ہو جائے اور تو مستوں کی طرح معذور مطلق ہو جائے اور تو جو کچھ کہے وہ مئے عشق ہی کا کیا ہوا ہو۔ اور جس کو تو صاف کرے وہ مئے عشق کا ہی صاف کیا ہوا ہو خلاصہ یہ کہ تم کوشش کرو۔ تاکہ تم کو عشق حق سبحانہٗ حاصل ہو جائے اور تم فنا فی المحبوب ہو جاؤ۔ جب تم کو یہ بات حاصل ہو جائے گی اس وقت تمہاری حالت یہ ہو گی کہ مستوں کی طرح بے اختیار ہو گے اور تمہارے افعال و اقوال عشق کی طرف منسوب ہوں گے جو کہ منشا

ہے ان اقوال و افعال کا۔ تم تشبیہ بسکاری سے یہ نہ سمجھنا کہ سب عشق حق سبحانہٗ کے افعال و اقوال عام مستوں کی طرح مضطرب ہوں گے کیونکہ ایسا نہیں ہے بھلا جو مست کہ جام حق سے شرابِ محبت پی چکا ہے اور فنا فی الحق ہوکر متخلق باخلاق اللہ ہو چکا ہے۔ وہ کہیں عدل اور صواب کے بعد کوئی حرکت کریگا ہرگز نہیں۔

(فائدہ: ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ فنائے تام اور اتحادِ محض ناممکن ہے پس اس کلام کو اغلب احوال پر محمول کیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ فانی من حیث ہو فانی عدل صواب کے سوا کچھ نہیں کرتا اور جو اس سے لغزشیں ہوتی ہیں وہ من حیث الفنا نہیں ہوتیں۔ بلکہ فی الجملہ بقائر خودی کے سبب ہوتی ہیں)

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا جو دفع دخل مقدر کے لیے لایا گیا تھا۔ اب پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو جب فرعون نے جادوگروں سے کہا لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ تو انہوں نے اسکی جواب میں کہا تھا کہ بس کر۔ ہم مست شراب عشق حق سبحانہٗ ہیں اور مستوں کو ہاتھ پاؤں کی پرواہ نہیں ہوتی۔ ہمارے اصلی ہاتھ پاؤں تو شراب عشق حق سبحانہٗ ہے۔ رہے ہاتھ پاؤں ظاہری سو یہ تو محض بے حقیقت اور نکمے ہیں ہم ان کو رکھ کر کیا کریں گے۔ تم سمجھتے کیا یہ الفاظ وہ اپنے اختیار سے کہہ رہے تھے نہیں! بلکہ وہ شراب اور مستی عشق تھی جو ان سے یہ الفاظ کہلوا رہی ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب سر میں جام حق کی شراب بھر جاتی ہے تو پھر وہ تمام دل پر تسلط کر لیتی ہے۔ اور کچھ نفع و نقصان دنیاوی نہیں سوچنے دیتی پس ایسی حالت میں آدمی جو کچھ کرتا ہے وہ بالاضطرار کرتا ہے اور مستی بھی اس سے کراتی ہے یہاں تک ہم نے اختیار کو ثابت کیا تھا۔

اب ہم ان نصوص کی توضیح کرتے ہیں۔ جن سے جبر کا شبہ ہوتا ہے منجملہ ان کے ایک ما شاء اللہ کان ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے پس ہم کہتے ہیں کہ آدمی جو کہتا ہے کہ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اسکے معنی یہ نہیں ہیں کہ آدمی مجبور ہے اور یہ اسکو اس سے تعلیم نہیں کیا گیا ہے کہ وہ سعی چھوڑ دے بلکہ اس کی

تعلیم میں ترغیب ہے خلوص اور سعی زائد کے اور کنایہ ہے کہ تم طاعت پر بہت زیادہ مستور
ہو جاؤ۔ کیونکہ اگر یہ کہیں کہ جو بندہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور زمام اُمور اسی کے قبضہ
میں ہے جو وہ چاہے وہی ہو گا۔ ایسی حالت میں اگر وہ کچھ نہ کرے تو جائز ہے کیونکہ
تمام امور اسی کے قبضہ و قدرت میں ہوں گے اور جو وہ چاہے گا۔ اور جو وہ کہے گا
وہ ہی ہو گا اسکے خلاف ہو سکتا ہے نہیں تو اس کو کسی ضرر کا اندیشہ ہی نہیں ہو سکتا۔
اور جب اسے کسی ضرر کا اندیشہ نہیں تو اسکو اختیار ہے جو چاہے کرے اور جو چاہے
نہ کرے۔ لیکن جب کہ اسے یہ نہیں کہا جاتا۔ بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ جو خدا چاہتا ہے
وہی ہوتا ہے اور حکم فی الحقیقت اور ہمیشہ اسی کا حکم مطلق ہے۔

ایسی حالت میں کون سی وجہ ہے کہ آدمی پوری کوشش سے غلامانہ اسکے گرد
نہ گھومے اور اسکو اپنا مطاع اور مقصود نہ بنائے۔ دیکھو! اگر لوگ یہ کہیں کہ جو
وزیر چاہے وہی ہوتا ہے اور معاملات حکومت میں اسی کی خواہش معتبر ہے تو تم ....
انتہائی کوشش کے ساتھ اس کا طواف کروگے اور حتی الامکان اسکی رضا جوئی میں
کوشش کروگے تاکہ وہ تم سے خوشنود ہو کر تم پر انعام واحسان کا مینہ برسا دے۔ یا تم
وزیر اور اسکے محل سے بھی بھاگوگے؟ یقیناً تم پہلے بات کروگے اور اس سے بھاگوگے
نہیں کیونکہ اس سے بھاگنا۔ اس کی جستجو اور اسکی اعانت نہیں ہے۔ جس کی بناء پر تم انعام
واحسان کے مستحق ہو۔ پس اس قاعدہ کی بناء پر تم کو چاہیئے یہی تھا کہ تم ماشاء اللہ
کان کو سنکر اسکی طاعت میں اور سرگرم ہوتے۔ مگر تم نے الٹا یہ کیا کہ اس کو سن کر
اور کاہل ہو گئے اور ..... الٹی سمجھ اور لمبے خیال کے آدمی بن گئے۔ دیکھو یہ جو
کہتے ہیں کہ حکم تو اصل فلاں صاحب کا ہے اسکے کیا معنی ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ تم
اسی سے تعلق رکھو اور اسکے سوا کسی سے ربط ضبط نہ رکھو اور کوئی کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا پس جبکہ اسی کی چلتی ہے
تو اسی سے تعلق رکھنا چاہیئے کیونکہ وہ دشمنوں کو ہلاک کرتا اور دوستوں کو مصیبت سے چھڑاتا ہے لہٰذا اسکی مخالفت
اور اس سے تعلق نہ رکھنا موجب خطرہ ہے اور اس سے تعلق رکھنا باعث نفع اور فائدہ ہے اور جو کچھ وہ
چاہے گا وہی تم کو ملے گا اسکے سوا کچھ نہیں مل سکتا پس تم ادھر ادھر کہیں نہ بھٹکو اور اسی کی خدمت کرو اسکے معنی

ہیں کہ چونکہ وہ حاکم ہے اسلئے اس کے پاس نہ بھٹکو۔ تاکہ ایسا کرنے سے تم بداعمال اور زرد رُو ہوجاؤ۔ اور اس طرح اس کے قہر وغضب کے مستحق ہوجاؤ بلکہ اسکے معنی یہی ہیں لہٰذا اسی کو پکڑ لینا چاہیئے اور کسی طرف نہ جانا چاہیئے کیونکہ اور کسی کو کوئی اختیار اور کوئی قدرت نہیں ہے

پس اسی طرح ماشاء اللہ کان کے معنی سمجھ لو کیونکہ معنی صحیح وہی ہیں جو کہ تم کو طلب حق میں سرگرم کریں اور پرامید اور چست اور باحیا بنا دیں۔ اور جو معنی تمہیں سست اور کاہل بنادیں وہ حقیقت میں تحریف کلام ہے نہ کہ اسکے صحیح معنی۔ اس کو خوب سمجھ لو پس یہ کلام ماشاء اللہ کان اسلئے وارد ہوا ہے کہ لوگ اور زیادہ کوشش کریں اور اس سے بھی مقصود ناامیدوں کی دستگیری ہے تاکہ وہ یہ سمجھ کر کہ حق سبحانہٗ قادر مطلق ہیں جو چاہیں کرسکتے ہیں۔ ناامیدی کو چھوڑ دیں اور سعی میں مصروف رہیں۔ تم نصوص قرآنیہ کے معنی اپنے جی سے نہ گھڑو۔ بلکہ یا قرآن سے اسکی توضیح ڈھونڈو۔ یا اُن سے پوچھو جنہوں نے خواہشات نفسانیہ کو آگ لگادی ہے اور اپنے کو قرآن کا تابع محض بنا دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ قرآن ان کا عین روح ہوگیا ہے کیونکہ ایسے لوگوں سے پوچھنا بھی قرآن ہی سے پوچھنا ہے مثلاً جو روغن اپنے کو گل میں فنا کرچکا ہو۔ اور یہی گل کے حکم میں ہوجاتا ہے اور اس کا سونگھنا اور پھول کا سونگھنا دونوں یکساں ہوجاتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے اگر تم کو اس نص کے صحیح معنی معلوم نہیں ہیں تو تم ان کو تلاش کرو تاآنکہ وہ معنی تم کو مشاہد ہوجاویں اور ذوقاً تم کو ان کی صحت معلوم ہوجائے اور یہی توجیہ جفّ القلم کی بھی ہے کہ وہ بھی مشاغل ضروریہ اور امور دینیہ کی طرف رغبت دلانے کے لیے ہیں اور معنی جف القلم بما ہو کائن کے یہ ہیں کہ حق سبحانہٗ نے ہر کام میں اسکے مناسب ایک خاص اثر رکھا ہے اور اس پر خاص نتیجہ مرتب کیا ہے۔ قلم اُن تمام کاموں کو ان کے آثار ونتائج سمیت لکھ کر خشک ہوچکا ہے اب اس کے خلاف نہ ہوگا۔ پس اگر کجروی اختیار کروگے تو اس کا نتیجہ بد تم کو بھگتنا ہوگا کیونکہ جف القلم بہٰذا الامر۔ اور اگر تم ٹھیک ٹھیک چلوگے تو اسکے تمہارے لیے سعادت پیدا ہوگی۔ کیونکہ جف القلم بہٰذا الامر۔ اور اگر تم ظلم کروگے تو بُرا نتیجہ بھگتوگے کیونکہ جف القلم بہٰذا۔ اور انصاف کروگے تو اس کا پھل پاؤگے

کیونکہ جف القلم بہذا - اور جب کوئی چوری کریگا تو ہاتھ کٹے گا لانہ جف القلم بہذا - اور اگر کوئی .. شراب پیئے گا تو مست ہوگا کیونکہ جف القلم بہذا -

تم ہی بتاؤ کیا تم جائز رکھتے ہو - یا یہ امر فی نفسہٖ جائز ہے کہ حق سبحانہٗ حکم سابق کی بنا پر بمنزلہ معزول کے ہوجائیں - اور کہیں کہ اب معاملہ میرے ہاتھ سے نکل چکا ہے کیونکہ جف القلم بما ہو کائن - لہٰذا اب میں کچھ نہیں کرسکتا - پس تم نہ میرے پاس آؤ اور نہ روؤ پیٹو - امید ہے کہ تم یہی کہو گے کہ ایسا نہیں ہوسکتا - پس جبکہ ایسا نہیں ہوسکتا تو اس نص کے یہ معنی بھی نہیں ہوسکتے کہ جو تقدیر میں ہے وہ ہو کر رہے گا پس ہمیں کچھ نہ کرنا چاہیئے - بلکہ جف القلم بما ہو کائن کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے نزدیک عدل اور ستم دونوں یکساں نہیں ہیں بلکہ ہم نے بھلائی اور بُرائی کے درمیان امتیاز رکھا ہے فیق ہم نے بد اور بدتر میں بھی امتیاز رکھا ہے اور اگر تمہارے اندر اپنے بارے ایک ذرہ برابر بھی ادب اور خوبی زائد ہوگی تو حق سبحانہٗ کو اس زیادتی کا بھی علم ہوگا - بلکہ بقدر اُس ذرہ کے تم کو اجر زیادہ دیں گے اور وہ ذرہ پہاڑ کی طرح ظاہر ہوگا یعنی جس طرح بڑی بڑی نیکیاں قیامت میں محسوب ہوں گی یوں ہی وہ ذرا سی نیکی بھی محسوب ہوگی اور نظر انداز نہ کی جائے گی اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے کیونکہ جس بادشاہ کی عدالت میں امین اور ظالم میں فرق نہ ہو - اور جو شخص کہ مردود بارگاہ سلطانی ہوجانے کے خوف سے کانپتا ہو - اور جو شخص کہ اقبال شاہی پر طعنہ زن ہو - ان دونوں میں اسکے نزدیک کچھ فرق نہ ہو اور اسکی نظر میں دونوں یکساں ہوں اسکے سر پر خاک سیاہ پڑے - وہ بادشاہ نہیں ہوسکتا - وتعلیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً - حق سبحانہٗ اس اندھیر کھاتے سے منزّہ ہیں اسکی تو یہ حالت ہے کہ اگر تمہاری کوشش میں دوسروں کی سعی سے ذرہ برابر بھی زیادتی ہے تو وہ بھی میزانِ عدل خداوندی میں تولی جائے گی اور اتنا ہی اجر تم کو اوروں سے زائد دیا جائیگا -

دیکھو! تم ان بادشاہوں کی جان توڑ کر خدمت کرتے ہو - حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ انکو معلوم نہیں کہ کون غدار ہے اور کون صاف باطن اور مخلص؛ اس بنا پر اگر کوئی شکایت کردے کہ فلاں شخص حضور کو بُرا کہتا تھا تو وہ تمہاری برسوں کی خدمت کو ملیا میٹ کر دیتے

ہیں اور تمہیں سزا دیتے ہیں۔ مگر حق سبحانہٗ جو کہ اپنے باوفا غلاموں اور بے وفاؤں کو پہچانتے
ہیں تم ان کی خدمت سے جی چُراتے ہو اور حیلہ بہانہ کرتے ہو اور کہتے ہو کہ خدمت سے کیا فائدہ
جو مقدر میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔ کتنی بے انصافی کی بات ہے نیز ان بادشاہوں کی تو یہ حالت
ہے کہ اگر کوئی چغل خور کہہ دے کہ حضور فلاں شخص آپ کو بُرا کہتا تھا تو تمہاری برسوں کی خدمت
کو ملیامیٹ کر دیں گے اور فوراً تمہیں سزا دیدیں گے۔ مگر حق سبحانہٗ کی یہ حالت ہے کہ اس کے
یہاں کسی چغل خور کی بات مؤثر نہیں ہوتی۔

بنا بریں تمام غماز ادھر سے مایوس ہو کر ہماری طرف آتے ہیں اور ہم کو سمجھاتے ہیں
اور بادشاہ حقیقی کی برائیاں ہم سے بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اجی وہ تمہاری جانفشانیوں
پر کب نظر کرتے ہیں اسکو تو جو کرنا تھا وہ پہلے ہی لکھ چکے ہیں اور وہی کریں گے پس تمہاری
اطاعت فضول ہے تم اپنے کو خواہ مخواہ مصیبت میں پھنساتے ہو تم بھی طاعت چھوڑ دو۔
جو ہوتا ہے وہ ہو رہے گا۔ پس تم ان چغل خوروں شیاطین الجن والانس کی بات
نہ سُنو اور طاعت حق میں جدوجہد کرو۔ جف القلم کے معنی یہ نہیں ہیں کہ طاعت و معصیت
دونوں یکساں ہیں۔ جیساکہ یہ چغل خور کہتے ہیں۔ بلکہ اُس کے معنی یہ ہیں کہ معصیت کے
لیئے سزا مقرر ہو چکی ہے اور طاعت کے لیئے انعام مقرر ہو چکا ہے۔ مگر ہر دو تقدیروں میں
یہ فرق ہے کہ تقدیر اوّل مُعلّق بشرطِ مشیئت ہے اور تقدیر ثانی حتمی اور لازم۔ اس
بنا پر جرائم معاف ہو سکتے ہیں لیکن اگر جرائم معاف بھی ہو جائیں تو وہ امید درجات عالیہ کہاں
جو نیکوں کو ہوتی ہے کیونکہ آدمی روشن چہرہ تو تقوٰے سے ہی ہوتا ہے مثلاً اگر چور کو اگر معاف بھی کر دیا
جائے تو اس کا زیادہ سے زیادہ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی جان بچالے گا۔ یہ تو نہ ہوگا کہ اسکو امین اور خزانہ
شاہی کا خزانچی بنا دیا جائے وعلیٰ ہٰذا گنہگاروں کو بخش ہی دیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ وہ دوزخ
سے بچ کر جنت میں پہنچ جائیں گے مگر ان پر وہ انعام و افضال کب ہو سکتے ہیں جو بندگانِ خاص پر
ہونگے پس اے خدا کے دین کے میدو! یعنی مکلفو آؤ۔ اور اپنی وفاداری کا ثبوت دیکر مراتب رفیعہ حاصل کرو
کیونکہ مراتب رفیعہ کا منشا وفاداری ہی ہے نہ کہ بے وفائی۔

دیکھو! اگر شاہزادہ بھی خیانت شاہی کرے تو اس کا سر بھی اس کے جسم سے جدا کر

کر دیا جائے گا۔ اور اگر کوئی غلام ہندی بھی وفا کرے جو گورنمنٹ اس پر مہربان ہوگی۔ اور اسکے لیے طال بقاک کے نعرے لگائے گی۔ خیر غلام تو پھر بھی بڑی چیز ہے۔ اگر دروازہ پہ کتا بھی وفادار ہو تو اسکی آقا کے دل میں اسکی بھی بہت جگہ ہوتی ہے اور وہ اسسے بہت خوش ہوتا ہے۔ اب تم غور کرو کہ جب وفا کی بدولت کسی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ مالک اس کا منہ چومتا ہے تو اگر بشر باوفا ہو تو اسکو کس قدر کامیابی ہوگی۔

کہ اگر چور بھی چوری سے توبہ کرکے طاعت سلطانی میں مصروف ہو جائے تو اس کا یہ خلوص اسکے جرم سابق کو جڑ سے اکھیڑ پھینکتا اور کالعدم کر دیتا ہے۔

مثال کے طور پر فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لو جو کہ ابتدا میں ڈاکو تھے مگر بعد کو صحیح چال چلے کیونکہ پوری کوشش سے حق سبحانہٗ کی طرف دوڑے اور غور کرو کہ اس خدمت کی بدولت درگاہ حق سبحانہٗ میں ان کا کیا مرتبہ ہو گیا۔ علیٰ ہذا۔ جادوگروں کو دیکھ لو کہ جنہوں نے اپنے صبر اور وفا سے فرعون کا منہ کالا کر دیا۔ اور اس جرم اور اسکی انتقام میں ہاتھ پاؤں بھی دیدیے اور دیکھو کہ اس تپ سے ان کا کیا رتبہ ہو گیا یہ خلوص تھا جو سو برس کے عابدانہ عبادت سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ اپنے کو دیکھ لو کہ تم نے پچاس سال یا زائد از پچاس سال عبادت کی ہے مگر تم کو وہ صدق حاصل نہیں ہوا جو انکو ذرا سی دیر میں حاصل ہو گیا تھا۔

اب ہم تمہیں ایک حکایت سناتے ہیں جسسے تم کو معلوم ہو کہ صدق اور وفا نہایت ضروری چیز ہے۔ اچھا سنو! ہرات میں ایک بزرگ تھے جو کہ بظاہر گستاخ عـــہ اور بےباک تھے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ جب وہ ایک رئیس کے غلاموں کو دیکھتے اور دیکھتے کہ اطلس

عـــہ مولانا نے ان کو گستاخ رو۔ یعنی بظاہر گستاخ فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں ؎

نبض عاشق بے ادب بر می جہد
خویش را در کفہ شہ می نہد بے ادب تر نیست زوکس در جہاں۔

کے کپڑے پہنے ہوئے اور کمر پر زریں پٹکا باندھے ہوئے جا رہے ہیں تو وہ آسمان کی طرف منہ کر کے یہ کہتے کہ اے اللہ! آپ اس محسن سردار سے غلام رکھنا کیوں نہیں سیکھتے آپ ہمارے شہر کے رئیس اور حاکم سے بندہ پروری سیکھیئے۔

وجہ اس گفتگو کی یہ تھی کہ یہ بزرگ محتاج اور ننگے اور بالکل بے ساز وسامان تھے اور ہوا کی سردی سے جاڑے کے موسم میں تھر تھر کانپ رہے تھے پس جبکہ اس رئیس ہرات کا اپنے غلاموں کے ساتھ یہ برتاؤ دیکھا اور اپنے بادشاہ کا اپنے ساتھ یہ سلوک مشاہدہ کیا تو اس فانی فی اللہ نے ذرا بے تکلفی سے کام لیا اور اپنی عظمت شان کے سبب حق سبحانہ کی جناب میں جرأت کر بیٹھے اور ایک فقرہ کس دیا۔ اور منشا اس بے تکلفی کا یہ تھا کہ ان کو حق سبحانہ کی ہزاروں عنایتوں پر بھروسہ تھا۔ اور جانتے تھے کہ حق سبحانہ کی مجھ پر اس قدر عنائتیں ہیں کہ وہ اس بے تکلفی سے ناخوش نہ ہوں گے۔ اور وجہ اسکی یہ تھی کہ وہ عارف تھے اور عرفا حق سبحانہ کے ندیم اور مزاج شناس ہوتے ہیں۔

بنابریں وہ بھی مصاحب اور مزاج شناس تھے اس مقام پر تم کو سمجھ لینا چاہیئے کہ گو ان بزرگ نے گستاخی کی تھی مگر تمہارے لیے ان کی تقلید جائز نہیں پس تم ان کی دیکھا دیکھی گستاخی نہ کرنا کیونکہ وہ تو حق سبحانہ کے مصاحب اور مزاج دان تھے مگر تم ایسے نہیں ہو۔ اور اگر بادشاہ کا کوئی مصاحب بادشاہ کی جناب میں کوئی گستاخی کرے جس بادشاہ برا نہ مانے تو تم کو وہ بات نہ کرنی چاہیئے کیونکہ جس اعتماد پر ندیم یہ جرأت کرتا ہے وہ اعتماد تم کو حاصل نہیں ہے اب سمجھو! کہ جس طرح ان بزرگ کا کلام حق سبحانہ کی جناب میں گستاخی تھا۔ یوں ہی فی نفسہٖ غلط بھی تھا کیونکہ اس میں اس رئیس کے انعامات کو انعام خداوندی سے بڑھ کر بتلایا گیا تھا اور یہ صحیح نہیں کیونکہ اس رئیس نے غلاموں کو پٹکا دیا تھا اور ان بزرگ کو حق سبحانہ نے کمر دی ہے ... اور یہ یقینی بات ہے کہ کمر پٹکے سے بہتر ہے نیز اس نے انکو تاج دیا تھا اور حق نے ان بزرگ کو ہتر دیا ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ سر تاج سے افضل ہے۔ پس ضروری ہے کہ حق سبحانہ کا انعام ان بزرگ پر بہ نسبت اس انعام کے جو رئیس ہرات نے اپنے غلاموں پر کیا تھا بہت زائد ہو نہ کہ کم۔ جیسا کہ ان

بزرگ نے ظاہر کیا ہے۔ ایک جواب ان بزرگ کے کلام کا یہی تھا مگر حق سبحانہٗ نے انکو تحقیقی یہ جواب نہیں دیا۔ بلکہ اس الزامی جواب کے لیے جو اس سے زیادہ دلچسپ تھا۔ مگر ایک واقعہ پر موقوف تھا۔ سردست کچھ جواب نہ دیا۔ تاآنکہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک روز بادشاہ نے اس رئیس پر کوئی جرم قائم کیا اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور اس کے غلاموں کو بھی شکنجہ میں دیدیا۔ اور کہا کہ اس رئیس کا خزانہ تبلاؤ۔ اور اس کا راز ہم سے کہہ دو۔ ورنہ ہم تمہاری زبان اور تمہارا گلہ کاٹ ڈالیں گے ایک ہفتہ تک برابر انکو تکلیف دی۔ اور رات دن ان کے لیے شکنجہ اور دباؤ اور ایذا رکھی اور مارتے مارتے ان کے ٹکڑے اڑا دیئے تھے۔ مگر کسی نے بھی اس رئیس کا راز ظاہر نہیں کیا۔ اس پر ہاتف غیبی نے خواب میں ان بزرگ سے کہا کہ جناب آپ اس رئیس کے غلاموں سے غلامی سیکھئے اور آجائیے ہم ویسے ہی انعامات کرنے کو تیار ہیں جیسے وہ آقا کرتا تھا تم تو اس کے غلاموں کی سی وفاداری نہ سیکھو اور مجھ سے اس کا سلوک چاہو۔ کتنی بڑی بے انصافی کی بات ہے۔

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جس نے بے گناہوں پر زیادتی کی ہے تو حق سبحانہٗ کے اس جواب سے سبق حاصل کر اور سمجھ کہ تجھ کو اگر کسی سے تکلیف پہنچے تو اس کا سبب خود تو ہے کیونکہ تو نے اوروں پر ظلم کیا تھا۔ اوروں نے تجھ پر ظلم کیا پس جو کچھ تو نے اسی کو سال بھر پہن اور جو کچھ تو بوئے اسی کو سال بھر کھا۔ یعنی جو کچھ تو کرے اس کا خمیازہ بھگت۔

یاد رکھ کہ تجھ کو جو ہر وقت رنج پہنچتے رہتے ہیں یہ سب تیرے کرتوتوں کے نتائج ہیں اور جف القلم کے معنی یہی ہیں کہ ہماری عادت راستے سے نہیں ہٹتی اسلئے اچھے کو اچھائی ملتی ہے اور بُرے کو بُرائی۔ پس اگر تم کو مضار سے بچنا مقصود ہے تو اطاعت حق سبحانہٗ کرو۔ کیونکہ وہ حی قیوم موجود ہے اور افعال کی نگرانی کر رہا ہے ایسی حالت میں اگر تم سرکشی کروگے تو یاد رکھو کہ اس کا قہر تمہارے لیے موجود ہے۔ دیکھو جب آدمی مطیع ہو جاتا ہے تو پھر اسکو قہر حق سبحانہٗ کا کھٹکا نہیں رہتا اور وہ عتاب حق سبحانہٗ سے

واقع میں مطمئن ہو جاتا ہے اور خوف سے نجات پا جاتا ہے (مگر خود اسکو مطمئن نہ ہونا چاہیئے) اور واقع میں اسکو حق سبحانہ سے کوئی خوف نہیں رہتا (مگر اسے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اب میرے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔) کیونکہ دشمنی و عتاب سرکشوں کی طرف سے ہے اور حق سبحانہ کی طرف سے تو بے خوفی ہے یعنی عتاب سرکشی سے پیدا ہوتا ہے۔ ورنہ وہ تو نہایت رحیم ہیں اور حق سبحانہ کا تشدد تو نافرمانوں اور سرکشوں پر ہوتا ہے نہ کہ مطیعین پر اور تکلیف تو۔ اسی وقت تک رہتی ہے جب تک آدمی محبوس ناسوت رہے ورنہ جبکہ وہ بذریعۂ طاعت کے ملحق بہ ملکوت ہو گیا اس وقت اسکو کچھ تکلیف نہیں ہوتی جبکہ یہ معلوم ہو گیا تو اب تمکو چاہیئے کہ طاعت میں مشغول ہو۔ اور جبر میں کچھ نہیں دھرا اُسے چھوڑ و۔ جب تم جبر کو چھوڑ دو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اصل حقیقت جبر کیا ہے پس تم اس جبر کو جس کو کاہل لوگوں نے کام نہ کرنے کا حیلہ بنا رکھا ہے چھوڑ دو۔ تاکہ تم اس جبر سے آگاہ ہو۔ جو جان کی طرح عزیز ہے وہ جبر یہ ہے کہ آدمی اپنے اختیار کو حق سبحانہ کی مرضی کے تابع کر دے اور اپنے کو اس کی خواہش کا آلہ بنا کر خود معطل ہو جائے۔ یہ جبر محمود ہے اور قابل تحصیل ہے۔

برخلاف جبر سابق الذکر کے۔ جس کو کاہل لوگ اپنے کام نہ کرنے کا حیلہ بناتے ہیں ـــــ یہاں تک تو مولانا نے عوام کو نصیحت فرمائی تھی جو کہ کچھ کام نہیں کرنا چاہتے اور عذر یہ کرتے ہیں کہ ہم مجبور ہیں۔ اب ان ناقصین کی اصلاح فرماتے ہیں۔ جو مشائخ یا معلم بنے ہوئے ہیں اور اپنی اصلاح کی فکر نہیں کرتے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ اے وہ لوگو! جو اپنے کو اچھا اور بڑھیا سمجھتے ہو اور اسلئے طالبین کے فکر میں منہمک ہو۔ تم مطلوبی خلق کو چھوڑو اور طالب حق بنو اور اے وہ لوگ! جن کے باطن میں رات سے زیادہ سناٹا ہے۔ تم اپنی گفتگو کے خریدار کب تک تلاش کرو گے۔ اس لغو حرکت کو چھوڑو اور کمال حاصل کرو۔ لوگ تمہاری باتیں سُن سُن کے جھومتے ہیں۔ تم اس کو پسند کرتے ہو۔ اور ایسے لوگوں کو تلاش کرتے ہو۔ سو ان کی تلاش ہی میں تمہارا وقت ضائع ہو گیا۔ اور

نہ حاصل کیا۔ شاید تم میری نصیحت کو رشک اور حسد پر محمول کرو۔ اور کہو کہ تم ہمارے اوپر حسد نہ کرو۔ اسلیے میں کہتا ہوں کہ بھلے مانسو! یہ کچھ چیز بھی ہو جس کے حاصل نہ ہونے پر کوئی رشک کریگا۔ تم سوچو تو سہی کہ ایک لاشے کے فوت ہونے پر کوئی کیا رشک کر سکتا ہے پس تم میری گفتگو کو حسد پر محمول نہ کرو اور سمجھو کہ تم جو عوام کی تعلیم و تلقین میں مصروف ہو۔ اس کا کوئی معتد بہ نتیجہ نہیں ہے کیونکہ ان کی تعلیم ایسی ہے جیسے ڈھیلے پر عمدہ نقش بنانا کہ ذرا سی ٹھیس لگی ڈھیلا ٹوٹ گیا اور تمہاری ساری محنت اکارت ہوگئی پس تم اس دھندے کو چھوڑ دو۔ اور خود اپنے کو عشق و معرفت حق سبحانہٗ سکھلاؤ کیونکہ یہ پتھر کی لکیر اور پائدار ہے اسلئے اس کا نفع بھی دائم ہوگا۔

دیکھو! تمہاری ہستی جو کہ ایک وفادار شاگرد ہو کر ہمیشہ تمہارے پاس رہے گا۔ تم اسے کیوں نہیں تعلیم کرتے۔ اغیار تو فانی اور بے وفا ہیں انہیں کہاں ڈھونڈتے ہو بس ان کو چھوڑ دو اور اپنے کو تعلیم دو۔ دیکھو! جب تک تم دوسروں کو فاضل اور لائق بنانے کی کوشش کرتے ہو اس وقت تک اپنے کو بدخوار اور خالی کرتے ہو۔ اس کی دو وجہ ہیں اوّل یہ کہ عوام کے ساتھ اختلاط ہوگا۔ ان کے اختلاط سے تمہارے اندر سے صفات حمیدہ زائل ہوں گی اور صفات ذمیمہ جائے گیر ہوں گی۔ دوسری یہ کہ گفتگو میں یہ خاص اثر ہے کہ اس سے کیفیات قلبیہ میں فتور واقع ہوتا ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ تعلیم عوام کو ترک کیا جائے۔ ہاں جب تمہارا قلب عالم غیب سے تعلق پیدا کرلے جو کہ جواہر معارف کا معدن ہے تو اس وقت خوب گفتگو کرو اور خالی ہونے سے نہ ڈرو کیونکہ جس قدر ذخیرہ خرچ ہوگا۔ اسی قدر یا اس سے زائد آمد ہو جائیگی پس خالی ہونے کا اندیشہ نہ رہے گا۔

یہی وجہ ہے کہ حق سبحانہٗ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ کہو اور لوگوں کو حکم دیا ہے کہ خاموش رہو۔ کیونکہ قل کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا باطن مثل دریا کے ہے اس میں کمی نہ آئے گی پس خوب کہو اور اَنصِتوا کے معنی یہ ہیں کہ تمہارا پانی ختم ہو جانے والا ہے پس تم اسے برباد نہ کرو۔ کیونکہ خود تمہارے باغ دل کو اس کی ضرورت ہے خیر یہ بات تو ختم نہ ہوگی لہٰذا ہم اسے مختصر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ با با تم گفتگو

چھوڑو!! اور اپنے انجام پر نظر کرو۔ مجھے غیرت آتی ہے کہ لوگ تمہارے سامنے کھڑے ہیں اور بزبانِ حال تمہارا مذاق اُڑا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں دیکھو ہم نے کیا اسے احمق بنایا ہے۔ یہ لوگ تمہارے سچے عاشق نہیں ہیں تمہارے سچے عاشق پردۂ کرم کے پیچھے برابر آوازیں دے رہے ہیں اور تمہیں اپنی طرف بلا رہے ہیں پس تم اپنے ان غیبی عاشقوں پہ عاشق ہو۔ اور عاشقاں پنجروزہ نہ بناؤ۔ جنہوں نے تم کو فریب اور کشش سے چٹ کر لیا ہے اور برس ہو گئے مگر تم کو ان سے ذرا سا ہی حقیقی نفع حاصل نہیں ہوا۔

خلاصہ یہ کہ معارف الٰہیہ یا ملائکہ جو شاہدانِ غیبی ہیں وہ تمہارے طالب اور تم کو اپنی طرف بلاتے ہیں پس تم ان کے طالب بنو اور عام خریداروں کو اپنا مطلوب نہ بناؤ کیونکہ فانی ہیں۔ اور تم کو حقیقی نفع نہیں پہنچا سکتے بلکہ الٹا ضرر پہنچاتے ہیں کہ تم کو اپنے میں مشغول کر کے تجارت آخرت سے روکتے ہیں۔

دیکھو تم کب تک شاہراہ عام پر تماشہ کرو گے اور اپنے کمال کی شہرت دیگر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرو گے آخر اس کا کچھ نتیجہ بھی۔ اب تک تم نے اس طریق سے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہا اور وہ حاصل بھی ہوا۔ اور لوگ تمہارے معتقد بھی ہو گئے۔ مگر آخرت کا مقصود جو کہ اصل مقصود ہے کچھ حاصل نہ ہوا۔ پس تم کو چاہیئے کہ ان کو چھوڑو اور حق سبحانہٗ کے ساتھ مشغولیت پیدا کرو۔ یہ لوگ صرف تندرستی کے یار ہیں۔ اور تکلیف کے وقت خدا کے سوا کوئی تمہارا دوست نہیں ہے۔

اچھا بتلاؤ! جب کہ تمہاری آنکھ میں یا دانت میں درد ہوتا ہے تو اس وقت کیا ان میں سے کوئی تمہاری دستگیری کرتا ہے اور تمہاری تکلیف کو دور کر دیتا ہے کوئی نہیں کرتا۔ بجز حق سبحانہٗ کے۔ پس تم اپنے اسے زمانۂ تکلیف اور مرض کو یاد رکھو! جس میں تم خدا سے مدد چاہتے ہو اور وہ تمہاری مدد کرتا ہے اور ایاز کی طرح پوستین سے عبرت حاصل کرو۔ پوستین جس کو ایاز ہاتھ میں لیے ہوئے ہے اس سے ہماری مراد تمہاری حالت مرض ہے۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ حالتِ مرض جو بمنزلہ پوستین ایاز کے ہے تم اسکو پیش نظر رکھو اور خدا کو نہ بھولو۔

باز جواب گفتنِ آں کافرِ جبری آں مومنِ سُنّی را کہ باسلام و

اس جبری کافر کا دوبارہ اس سُنّی مومن کو جواب دینا جو اسکو اسلام اور

ترکِ اعتقادِ جبرش دعوت میکرد و دراز شدنِ مناظرہ از طرفین

جبر ترک کرنے کی دعوت دے رہا تھا اور دونوں طرف سے مناظرے کا دراز ہونا

کہ مادۂ اشکال و جواب را نبُرد اِلّا عشقِ حقیقی کہ او را پروائے

کیونکہ اعتراض اور جواب کے مادے کو سوائے حقیقی عشق کے کوئی چیز ختم نہیں کرتی ہے کیونکہ

آں نماند و ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ

اس کو اسکی پرواہ نہیں رہتی اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسکو چاہے عطا کرتا ہے

کافرِ جبری جواب آغاز کرد
جبری کافر نے جواب دینا شروع کیا

کہ ازاں حیراں شد آں منطیقِ مرد
جس سے وہ زیادہ بولنے والا شخص حیران ہوگیا

لیک گر من آں جوابات و سوال
لیکن اگر میں وہ جوابات اور سوال

جملہ وا گویم بمانم زیں مقال
سب بیان کروں، اس بات سے رہ جاؤں گا

زاں مہم تر گفتنیہا ہست ماں
ہیں اس سے زیادہ اہم باتیں کہنی ہیں

کہ بداں فہمِ تو بہ یابد نشاں
جن سے تیری سمجھ بہتر نشانی حاصل کرے گی

اندکے گفتیم زاں بحث اے عُتُل
اے سنگدل! اس بحث میں سے میں نے تھوڑا سا کردیا

زاندکے پیدا بود قانونِ کُل
تھوڑے سے سب قاعدہ کھل جاتا ہے

درمیانِ جبری و اہلِ قدر
جبری اور قدریوں کے درمیان

ہمچنیں بحث ست تا حشر و نشر
حشر و نشر تک ایسی ہی بحثیں ہیں

گر فرو ماندے ز دفعِ خصمِ خویش
اگر اپنے مخالف کی مدافعت سے عاجز آجاتے

مذہبِ ایشاں بر افتادے ز پیش
تو اُن کا مذہب باطل ہو جاتا

چوں بروں شوشاں نبودے در جواب
اگر جواب میں ان کا مخلص نہ ہوتا

پس رمیدندے ازاں راہِ تباب
تو اس ہلاکت کے راستہ سے بھاگ جاتے

چونکہ مقضی بُد دوامِ آں روش
چونکہ اس روش کی ہمیشگی کا فیصلہ ہوچکا تھا

میدہدشاں از دلائل پرورش
تو اُن کی دلائل سے (خدا) پرورش کرتا ہے

تا نگردد ملزم از اشکالِ خصم
تاکہ مخالف کے اعتراض سے ملزم نہ بنے

تا بود محجوب از اقبالِ خصم
تاکہ مخالف کے اقبال سے محفوظ رہے

تاکہ ایں ہفتاد و دو ملت مدام
تاکہ یہ بہتّر ملتیں، ہمیشہ

در جہاں ماندے الیٰ یوم القیام
قیامت کے دن تک دنیا میں باقی رہیں

ک: جب تک عشقِ خداوندی حاصل نہیں ہوتا انسان کی زبان بہت چلتی ہے اور اشکال و جواب میں زبان درازی کرتا رہتا ہے۔

لہ منطیق۔ بہت بولنے والا۔ زیں مقال۔ یعنی نصیحت کی باتیں۔ کہ بداں۔ ان نصیحت کی باتوں سے فہم میں روشنی پیدا ہوگی۔ عُتُل۔ سنگدل۔ زاندکے۔ تھوڑے نمونہ از خروارے کافی ہوتا ہے۔ درمیاں۔ مختلف فرقوں کی یہ بحثیں قیامت تک ختم نہ ہونگی کیونکہ دنیا میں بہتر فرقے باقی رہنے ہیں بروں شو۔ نکلنے کا راستہ، مخرج۔ تباب۔ ہلاکت، تباہی۔ مقضی۔ یعنی قضا و قدر کا فیصلہ۔

لہ تا نگردد۔ ہر فرقہ والے کو ایسے دلائل عطا کر دیئے گئے ہیں کہ مخالف سے عاجز نہ آجائے ملزم۔ یعنی لاجواب۔ از اقبال۔ یعنی مخالف اس پر غلبہ حاصل نہ کرسکے۔ زحق۔ جب سورج غروب کرجاتا ہے تو زمین کے جس رُخ سے اس نے غروب کیا ہے اس کا سایہ فضائے آسمانی تک پھیل جاتا ہے، دنیا میں ظلمت اور تاریکی ہے یہاں حق اس قدر واضح نہیں ہے، باطل دلائل سے حق پوشیدہ ہوجاتا ہے

چوں جہانِ ظلمت و غیب ایں
چونکہ یہ تاریکی اور غیب کی دنیا ہے

از برائے سایہ می باید زمیں
سایہ کے لئے زمین درکار ہے

تا قیامت ماند ایں ہفتاد و دو
تاکہ یہ بہتر فرقے قیامت تک رہیں

کم نیاید مبتدع را گفتگو
بدعتی کی گفتگو کم نہ پڑے

عزتِ مخزن بود اندر بہا
قیمت کے اعتبار سے اُس خزانہ کی عزت ہوتی ہے

کہ بر و بسیار باشد قفلہا
جس پر بہت سے قفل ہوں

عزتِ مقصد بود اے ممتحن
اے مصیبت زدہ! مقصد کی عزت ہے

پیچ پیچ راہ عقبہ و راہزن
گھاٹی کا خمدار راستہ اور ڈاکو

عزتِ کعبہ بود آں ناحیہ
وہ گوشۂ کعبہ کی عزت ہے

دزدیِ اعراب و طولِ بادیہ
(اور) بدوؤں کی چوری اور صحرا کا طول

ہر روش ہر رہ کہ آں محمود نیست
جو روش (اور) راہ قابلِ ستائش نہیں ہے

عقبہ و مانع و رہزن ست
وہ گھاٹی اور مانع اور ڈاکو ہے

ایں روش خصم و حقودِ آں شدہ
یہ روش اُس کی مخالف اور کینہ ور بنی

تا مقلد در دو رہ حیراں شدہ
یہاں تک کہ مقلد دونوں راستوں میں حیران ہو گیا

صدق ہر دو ضد بہ بیند در روش
روش میں ہر دو ضدوں کی سچائی خیال کرتا ہے

ہر فریقے در رہِ خود خوش منش
ہر فریق اپنی راہ پر خوش طبع ہے

گر جوابش نیست می بند ستیز
اگر اُس کے پاس جواب ہو تو جھگڑا ختم ہو جائے

بر ہماندم تا بروزِ رستخیز
اُسی وقت سے قیامت کے دن تک کیلئے

کہ مہانِ ما بدانند ایں جواب
کہ ہمارے بڑے اس جواب کو جانتے ہیں

گرچہ از ما شد نہاں وجہِ صواب
اگرچہ درست بات ہم سے مخفی ہو گئی ہے

پوز بندِ وسوسہ عشق ست و بس
وسوسے کے لئے پوزبند عشق ہی ہے اور بس

ورنہ کے وسواس را بست ست کس
ورنہ وسوسہ کو کس نے بند کیا ہے؟

عاشقے شو شاہدِ خوبے بجو
عاشق بن حسین معشوق تلاش کر

صیدِ مرغابی ہمی کن جو بجو
نہر در نہر مرغابی کا شکار کرتا رہ

کے بری زاں آب کاں آبت برد
تو اُس پانی سے کیا فائدہ اُٹھائیگا جو تیری آبرو برباد کرے

کے کنی زاں فہم کہ فہمت خورد
تو اُس سے کیا سمجھ سکتا ہے جو تیری سمجھ کو کھا لے

غیر ایں معقولہا معقولہا
ان عقلی باتوں کے علاوہ معقول باتیں

یابی اندر عشق با فر و بہا
تو عشق میں شوکت والی اور قیمتی پائے گا

۵۰ مبتدع یعنی باطل فرقہ۔ عزتِ مخزن جس قدر قیمتی خزانہ ہوتا ہے اتنے ہی اُس پر قفل زیادہ ہوتے ہیں اسی لئے حق مذہب جو قیمتی چیز ہے اُس پر باطل فرقوں کے قفل لگے ہوئے ہیں۔

۵۱ عزتِ مقصد۔ مقصد جس قدر عزیز ہوگا اُسیقدر اُس تک پہنچنے کا راستہ پیچ در پیچ ہوگا اور راہزن کا خوف ہوگا۔ عقبہ۔ پہاڑی گھاٹی۔ عزتِ کعبہ۔ کعبہ کا دور دراز گوشہ میں ہونا اور پھر وہاں بدوؤں کی ڈاکہ زنی اور صحرا کا طول کعبہ کے باعزت ہونے کی دلیل ہے۔ ناحیہ۔ گوشہ۔ اعراب۔ بدو۔ بادیہ۔ صحرا۔ ہر روش۔ باطل فرقوں نے جو روش اور راہ اختیار کر رکھی ہے وہ سیدھے راستہ کے لئے گھاٹی اور مانع اور ڈاکو ہے۔

۵۲ ایں روش۔ باطل فرقوں کی روش صحیح راستہ کی روش کے مخالف ہے اس کی وجہ سے تقلید کرنیوالا حیران ہو جاتا ہے کہ کس راستہ کو اختیار کرے۔ صدق۔ وہ سمجھتا ہے کہ دونوں راستے درست ہیں۔ گر جوابش۔ اگر باطل فرقہ والا لاجواب ہو جائے تو جھگڑا ختم ہو جائے۔ کہ۔ وہ یہ کہدے کہ اس سوال کا جواب مجھے نہیں آتا میرے بڑے جانتے ہوں گے۔ پوز بند۔ اس طرح کے وساوس صرف عشق خداوندی سے مٹ سکتے ہیں۔

۵۳ عاشقے۔ وساوس اسی طریقہ پر مٹیں گے کہ راہِ عشق

غیر ایں عقل تو حق را عقلہاست — کہ بداں تدبیر اسباب سماست

اس تیری عقل کے سوا اللہ کے پاس عقلیں ہیں — جن سے آسمان کے اسباب کی تدبیر ہوتی ہے

تا بدیں عقل آوری ارزاق را — زاں دگر مفرش کنی اطباق را

تو اس عقل کے ذریعہ رزقوں کو حاصل کرے گا — تو اس دوسری سے (آسمانی) طبقوں کو بستر بنائیگا

عشر امثالت دہد تا ہفت صد[۵۱] — چوں ببازی عقل در عشق صمد

تجھے دس گنے سے سات سو گنے تک عطا کرے — جب تو اللہ (تعالیٰ) کے عشق میں عقل کی بازی لگادے

آں زناں چوں عقلہا در باختند — بر رواق عشق یوسفؑ تاختند

ان عورتوں نے جب عقلیں ہار دیں — وہ یوسفؑ کے عشق کے چھجے پر چڑھ گئیں

عقل شاں یکدم ستد ساقی عمر — سیر گشتند از خرد باقی عمر

عمر کے ساقی نے ایکدم ان کی عقل لے لی — باقی عمر کے لئے ان کا عقل سے پیٹ بھر گیا

اصل صد یوسفؑ جمال ذوالجلال — اے کم از زن شو فدای آں جمال

سینکڑوں یوسفوں کی اصل اللہ (تعالیٰ) کا حسن ہے — اے عورت سے کم! اس حسن پر قربان ہو جا

عشق ببرد بحث را اے جان و بس — کو ز گفت و گو شود فریاد رس

اے جان! عشق بحث کو کاٹ دیتا ہے اور بس — کیونکہ وہ گفتگو کے معاملہ میں فریاد رس بنجاتا ہے

حیرتے آید ز عشق آں نطق را — زہرہ نبود کہ کند او ماجرا

عشق سے گویائی پر حیرت طاری ہو جاتی ہے — اس کا پتہ نہیں رہتا کہ وہ گفتگو کرے

کہ بترسد[۵۲] گر جوابے وا دہد — گوہرے از لنج او بیروں جہد

کیونکہ وہ ڈرتی ہے کہ اگر جواب دے — موتی اس کے ہونٹ سے باہر نکل پڑے گا

لب ببند سخت او از خیر و شر — تا نباید کز دہاں افتد گہر

بھلے اور برے سے ہونٹ خوب بالکل بند کر لیتی ہے — تاکہ ایسا نہ ہو کہ منہ میں سے موتی گر جائے

ہمچناں کہ گفت آں یار رسولؐ — چوں نبی بر خواندے بر ما فصول[۵۳]

جیسا کہ ان صحابی نے فرمایا ہے — جب نبی ہم ناکاروں کو سناتے

آں رسول مجتبیٰ وقت نثار — خواستے از ما حضور صد وقار

بکھاور کرنے کے وقت وہ برگزیدہ رسولؐ — ہم سے سینکڑوں وقار اور حضور قلب چاہتے

آنچناں کہ بر سرت مرغے بود — کز فواتش جان تو لرزاں شود

جس طرح کہ تیرے سر پر پرندہ ہو — جس کے اڑ جانے سے تیری جان لرزتی ہو

پس نیاری ہیچ جنبیدن ز جا — تا نگیرد مرغ خوب تو ہوا

تو جگہ سے ہل نہ سکے گا — تاکہ تیرا حسین پرند، ہوا نہ پکڑ لے

اختیار کر، وہ اسکا ما حصل تلاش کرنے کے ترکی جن دلائل عقلیہ سے تو دوسا دس کو دور کرنا چاہتا ہے وہ بیکار ہیں۔

[۵۱] عشر۔ عقل معاد نیکی کراتی ہے جس کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک ملتا ہے۔ صمد۔ اللہ تعالیٰ۔ آں زناں۔ یعنی مصری عورتیں۔ رواق۔ محل، چھجہ۔ ساقی عمر۔ یعنی عشق۔ اصل۔ حضرت یوسفؑ کا جمال اللہ تعالیٰ کے جمال کا پر تو تھا۔ عشق ببرد۔ مشہور مقولہ ہے مَنْ عَرَفَ رَبَّهٗ كَلَّ لِسَانُهٗ جس شخص نے اپنے خدا کو پہچان لیا اس کی زبان کند ہو گئی۔ حیرتے۔ عشق ایسی حیرت پیدا کر دیتا ہے جس سے گویائی عاجز آجاتی ہے۔

[۵۲] کہ بترسد۔ عاشق ڈرتا ہے کہ اگر وہ زبان کھولے گا عشق کا راز ظاہر ہو جائے گا۔ لنج۔ لام کے زبر کے ساتھ گوشت کا ٹکڑا جس میں ہڈی نہ ہو، ہونٹ بعض نسخوں میں "لنج" لام کے پیش کے ساتھ ہے اس کے معنی بھی ہونٹ ہیں بعض نسخوں میں "کام" ہے جس کے معنی تالو کے ہیں۔ ہمچناں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کچھ بیان فرماتے تھے صحابہ کو ہدایت تھی کہ وہ خاموشی سے سنیں اور صحابہؓ خاموشی اور سکون سے اس طرح بیٹھے سنتے رہتے تھے کہ گویا انکے سروں پر کوئی پرندہ ہے اور انکو ڈر ہے کہ اگر وہ ہلے ہلے تو وہ پرندہ اڑ جائے گا۔

[۵۳] فصول۔ بعض لوگوں نے اسکو ۱۰۰ کا بیان قرار دیا ہے اپنا اقتباس سے ہم نے ۱۰۰ کا ان معنی ترجمہ کیا ہے بعض لوگوں نے اس کے معنی فضائل کے کئے ہیں یعنی فضائل قرآنی بعض نسخوں میں بغیر نقطہ کے فصول ہے اس صورت میں قرآن کی سورتیں مراد ہونگی۔ مستور یعنی مخفی توجہ۔ شتر زۃ۔ کھانسی۔ ہما یعنی وہ پرندہ جو سر پر بیٹھا ہوا ہے۔

دم نیاری زد بہ بندی سُر فرا	تا نباید کہ بپرد آں ہُما
تو سانس نہ لے سکے گا، کہ انسی کو روک لیگا	تاکہ وہ ہما نہ اُڑ سکے
ور کسے شیریں بگوید یا تُرش	بر لبؔ انگشتے نہی یعنی خمش
اگر تجھ کوئی شخص میٹھی بات کہے یا کڑوی	تو ہونٹ پر اُنگلی رکھے گا یعنی چُپ رہ
حیرت آں مُرغست خاموشت کُند	بر نہد سر دیگ و پُر جوشت کُند
حیرت وہ پرندہ ہے جو تجھے خاموش کر دیتا ہے	دیگ کا ڈھکنا ڈھک دیتا ہے اور تجھے جوشیلا بنا دیتا ہے

لہ بر لب - اپنے ہونٹ پر اُنگلی رکھنا دوسرے کو چُپ رہنے کا اشارہ ہے۔ حیرت جس طرح سر پر کا پرندہ بات کرنے سے روکتا ہے مقام حیرت بھی روکتا ہو سالک جب اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس کی زبان بند ہو جاتی ہے اور دل میں جوش و خروش ہوتا ہے

شرح

اب ہم اصل قصہ کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب سُنی اپنی گفتگو کو ختم کر چکا۔ تو کافر جبری نے جواب دینا شروع کیا جس سے وہ پُر گو شخص دنگ ہو گیا لیکن میں ان سوالات اور جوابات کو جو ان دونوں کے درمیان اسکے بعد ہوئے ہیں بیان نہیں کرنا چاہتا کیونکہ اگر میں ان تمام سوالوں اور جوابوں کو بیان کروں تو میں اس بات سے رہ جاؤں گا جو میں زیادہ ضروری سمجھ کر کہنا چاہتا ہوں۔ مجھے ان سوالوں اور جوابوں سے زیادہ ضروری کچھ اور باتیں کہنی ہیں۔ جن سے تمہارے فہم کو ان سے بہتر... مضامین کا پتہ چلے گا۔

رہی اس مجادل کی گفتگو سو اس کا کچھ حصہ تو ہم نے بیان کر ہی دیا ہے۔ رہی اسکی گفتگو سو اسے مختصر گفتگو سے تم کو اس کا طریق بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ پس اسکو چھوڑ کر ہم زیادہ ضروری باتیں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ جو زیادہ ضروری بات اس وقت ہم کو کہنی ہے اسکی تفصیل یہ ہے کہ اہل جبر و اہل قدر وغیرہم کے درمیان قیامت تک یوں ہی گفتگو جاری رہے گی اور اس کا کبھی خاتمہ نہ ہو گا کیونکہ اگر ان میں سے کوئی بھی اپنے حریف کے جواب سے عاجز ہو جاتا تو اس کا مذہب ساقط ہو جاتا اسلئے کہ جب اس فریق کو کوئی جواب ہی نہ بن پڑتا ۔۔ تو لامحالہ وہ اس تباہ رستہ کو چھوڑ دیتا۔ اور اس طرح اس مذہب کا خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن چونکہ یہ امر مقدّر ہو چکا ہے کہ یہ مذہب ہمیشہ قائم رہے گا اسلئے حق سبحانہٗ ان لوگوں کو دلائل سے قوت پہنچاتے رہتے ہیں اور دلائل کا القا ران کے دل

میں کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ یہ گروہ اپنے مقابل سے الزام نہ کھائے اور اس طرح اپنے حریف کی سعادت واقعیہ یا متوہمیہ سے محجوب اور محروم رہے (یعنی وہ اس سے مغلوب ہوکر اس کی اس مذہب کو قبول نہ کرے جس کو وہ اپنے زعم میں دولت اور سعادت سمجھتا ہے) اور تاکہ اس طرح یہ بہتر ان باطل مذہب۔ مذہب حق کے ساتھ دنیا میں قیامت تک باقی رہیں اور راز اس کا یہ ہے کہ حق سبحانہ نے امتحان کی غرض سے دنیا کو عالم ظلمت و تستر حقائق بنایا ہے کیونکہ اگر اس میں حقائق بالکل بے حجاب ہوتیں۔ تو پھر امتحان بھی نہ ہوسکتا تھا اور جبکہ یہ عالم ظلمت و تستر حقائق ہے لہٰذا اس میں تاریکی و خفا کی ضرورت ہے اور تاریکی و خفا اس وقت ہوسکتا ہے

جبکہ حق کے ساتھ باطل بھی ہو۔ تاکہ وہ حق کو چھپا سکے۔ اسلئے باطل کا وجود ضروری ہوا اور بنا بریں یہ بہتر باطل فرقے قیامت تک قائم رہیں گے اور اہل بدعت و ہوا کا منہ بند نہ ہوسکے گا (فائدہ: تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ قولہ "ازبرائے سایہ می باید زمیں" الخ زمین سے مراد باطل ہے) شاید کسی کو شبہ نہ ہو کہ آخر اس ستر کی کیا ضرورت تھی اسلئے ہم اس کا جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ جس مطلوب کے حصول کے بہت سے موانع ہوتے ہیں وہ اسی قدر گرامی قدر سمجھا جاتا ہے اور اس کی عزت اسی میں ہے کہ اس کے لیے بہت سے موانع ہوں۔ چنانچہ خزانہ کی گراں قدری اسی میں ہے کہ اس پر بہت سے قفل ہوں اور مقصد سفر کی گراں قدری اسی میں ہے کہ راہ پیچ در پیچ ہو اور اس میں خطرات اور ڈاکو بہت ہوں اور کعبہ دمایتعلق بہا کی عزت اسی میں ہے کہ بدو چوری کریں اور اس کے اور زائر کے درمیان لق و دق صحرا واقع ہو۔ بنا بریں حق سبحانہ نے اپنی دین کی عزت کے اظہار کے لیے طالب اور دین حق کے درمیان گھاٹیاں اور موانع اور ڈاکو قائم کردیے ہیں کیونکہ ہر نامحمود مذہب اسکے لیے گھاٹی اور مانع اور راہزن ہے۔

اور مذہب باطل۔ مذہب حق کا دشمن اور مخالف ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مقلد ناحقیقت شناس اس دوراہہ پر حیران کھڑا ہوا ہے اور وہ احتمالاً حق و باطل دونوں کو حق سمجھتا ہے اور جو جس راستہ پر پڑ گیا ہے اور جس نے جو مذہب اختیار کرلیا ہے وہ اسی کو

حق سمجھ کر اسی سے خوش ہے اور جو کوئی اسکو سمجھاتا ہے اور دلائل سے اسکے بطلان کو واضح کرتا ہے تو جہاں تک اسسے ہو سکتا ہے اس کا رد کرتا ہے اور اگر اسسے رد نہیں ہو سکتا تو فوراً یہ کہہ کر قیامت تک کے لیے اس جھگڑے کو ختم کر دیتا ہے کہ ہمارے علما اس کا جواب جانتے ہیں۔ گو ہم کو اس کا صحیح جواب معلوم نہیں اور اسکو اس مذہب کے بطلان کا وسوسہ تک نہیں ہو سکتا۔ جانتے ہو اسکی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ صرف یہ ہی ہے کہ وہ اس مذہب پر عاشق ہے۔

پس سے ثابت ہوا کہ وساوس کا منہ بند کرنے والا صرف عشق ہے ورنہ وساوس کو کوئی نہیں روک سکتا ــــ جب تم کو یہ معلوم ہو گیا تو اب تم کو چاہیئے کہ تم اس دین پر عاشق ہو۔ جو کہ واقع میں اچھا ہے اور مذاہب باطلہ پر عاشق نہ ہو۔ اور ندیوں میں مرغابی کا شکار کرو۔ صحرا میں سور کا شکار نہ کرو۔ یعنی دین حق کے طالب ہو۔ باطل کے پیچھے نہ پڑو۔ تم باطل کو اسلئے اختیار کرتے ہو کہ اسسے ہم کو نفع ہو گا اور فہم حقائق حاصل ہو گی لیکن یہ تمہاری غلطی ہے اسلئے کہ جو مذہب انجام کار تم کو ذلیل کرنے والا ہے اسسے تم کو کوئی نفع حاصل نہیں ہو سکتا اور جو کہ تمہاری رہی سہی سمجھ کو بھی چٹ کر جانے والا ہے لان حبك الشئ یعمی یصم اسسے تم کو سمجھ حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر تم کہو کہ مذہب حق کو اختیار کرنے سے بھی تو عقل جاتی رہے گی۔ کیونکہ حبك الشئ یعمی ویصم اس پر صادق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ گو مذہب حق پر عاشق ہو کر بھی تمہاری عقل جاتی رہے گی۔ مگر اسکے بعد تمہیں اور نہایت باشان وشوکت عقل ملے گی جو اس عقل سے کہیں بڑھ کر ہو گی۔ کیونکہ حق سبحانہٗ کے پاس اس عقل کے سوا جسسے تم اپنے اسباب معاش مہیا کرتے ہو اور بھی بڑی بڑی عقلیں ہیں یہاں تک کہ اس عقل سے تو تم رزقوں ہی ــ کو مہیا کرتے ہو اور وہ عقل جو کہ حق سبحانہٗ کے خزانۂ عقول میں محفوظ ہے اور جو تم کو اس عقل کے کھونے کے بعد ملے گی اسسے تم آسمانوں کو زمین بنا سکتے ہو۔ یعنی اسکے ذریعہ سے تم اتنی روحانی بلند پروازی کر سکتے ہو کہ آسمان تمہاری بلندی اور عروج روحانی کے مقابلہ میں انہیں زمین معلوم ہوں گے۔

الغرض! جب تم حق سبحانہٗ کے عشق میں اپنی عقل کو کھو دو گے تو وہ تم کو اسکے معاوضہ

میں دس گنا سے لیکر سات سو گنا تک عقل عطا فرما دیں گے کیونکہ جب مال خرچ کرنیوالوں کے لئے اس قدر انعام کا وعدہ فرمایا ہے تو جو عقل خرچ کردے گا وہ تو اس انجام کا بالاولی مستحق ہے۔ دیکھو جبکہ زنانِ مصر نے یوسف علیہ السلام پر عاشق ہو کر اپنی عقلیں کھودی تھیں اور اس بھولے ساقی نے ان کی عقلیں سلب کر لی تھیں تو انکو تمام عمر اپنے عقول رفتہ کا افسوس نہیں ہوا تھا۔ اور وہ عمر بھر کے لیے اُن سے سیر ہو گئیں تھیں۔ پس جبکہ جمال یوسف کے لیۓ عقل کا کھویا جانا باعث افسوس نہیں ہے تو حق سبحانہ کا جمال جو کہ سیکڑوں یوسفوں کے جمال کا منبع ہے اس کے لئے عقل کا کھویا جانا کیوں باعث افسوس ہوگا۔

ارے تم تو عورتوں سے بھی کم عقل اور کم ہمت ہو تم کو چاہیئے کہ مرد بنو اور جمالِ حق پر

پر قربان ہو جاؤ۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ عشق جو کہ گفتگو کے نرغہ سے چھڑاتا ہے۔ وہ ہی بحث و مباحثہ کو ختم کرتا ہے۔ اسکے بغیر اعتراضات وجوابات کا ختم ہونا ناممکن ہے۔ جب عشق آجاتا ہے تو اس اہلِ نطق پر حیرت طاری ہو جاتی ہے اور ان کی مجال نہیں ہوتی۔ کہ بات کر سکیں۔ کیونکہ وہ ڈرتے ہیں کہ اگر معترض کا جواب دیا جاتا ہے تو ان کے منہ سے ایک موتی نکلا جاتا ہے (فائدہ) مولانا نے خیال یار کے ہٹ جانے موتی کا ضائع ہونا قرار دیا ہے۔ اور چونکہ کلام اسکے ضائع ہونے کا سبب ہوا ہے اسلیئے کلام کے منہ سے نکلنے کو اس موتی کا نکلنا قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم) عاشق کی حالت یہی ہوتی ہے جس کا نقشہ ایک صحابی نے یوں کھینچا کہ جس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو قرآن وغیرہ سناتے تو ہم سے ایسا حضور اور ایسا سکون چاہتے جیسے کسی کے سر پر جانور بیٹھا ہو۔ جسکی ضائع ہو جانے کا اس کو نہایت خوف ہو اور اسلیئے وہ اپنے جگہ سے حرکت بھی نہ کر سکتا ہو۔ تاکہ اسکے سر سے وہ عمدہ جانور اُڑ نہ جائے اور سانس بھی نہ لے سکتا ہو اور کھانسنے کو بھی روکتا ہو۔ تاکہ وہ مبارک جانور پرواز نہ کر جائے اور اگر ایسی حالت کوئی اسے بُرا بھلا بھی کہے تو وہ بھی اسکو بھی جواب نہ دے اور منہ پر انگلی رکھ کر کہہ دے کہ بھائی ذرا خاموش رہو۔ ایسا نہ ہو میرا اسکا

جاتا رہے۔

القصہ حیرت عشق ہی وہ جانور ہے جو تم کو خاموش کرسکتا ہے اور تم پر چپنی رکھ کر پکا سکتے یعنی تمہارا منہ بند کرکے اندر ہی اندر تم کو کامل بناسکتی ہے **پس** تم حیرت عشق حاصل کرو اور قیل وقال کو چھوڑدو۔ کیونکہ اس سے تم مقصود تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے **تم الربع الثالث بعون اللہ تعالیٰ۔**

نوٹ: ربع ثانی میں محمود اور ایاز کا قصہ واقع ہوا تھا جو کہ ان میں تمام نہ ہوا تھا رُبع رابع میں اسکو تمام کیا جائے گا۔ ۱۲ منہ